اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

مواعظِ حسنہ

جلد ۱

حضرت مولانا **محمد سلیم دھورات صاحب** دامت برکاتہم

- اللہ تعالیٰ کی محبت کا آسان نسخہ
- محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: ایک عظیم نعمت
- قرآن: ایک عظیم الشان معجزہ
- متاعِ وقت کی قدر
- حسنِ ادب اور حسنِ معاشرت
- حادثات سے بچانے والے اعمال
- حقیقی شکر
- اپنی پسندیدہ اپنے بھائی کے لئے
- زلزلہ کیوں؟
- صالحین کے آخری لمحات

at-tazkiyah

تفصیلات

کتاب کا نام	:	مواعظِ حسنہ
افادات	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ اشاعت	:	رجب ۱۴۴۰ھ مطابق مارچ ۲۰۱۹ء
ناشر	:	ادارہ التزکیہ، لیسٹر، یو کے
ای میل	:	publications@at-tazkiyah.com
ویب سائٹ	:	www.at-tazkiyah.com

ملنے کا پتہ

Islāmic Da'wah Academy,
120 Melbourne Road, Leicester
LE2 0DS. UK.
t: +44 (0)116 2625440
e: info@idauk.org

اجمالی فہرست

پیش لفظ ۵
رائے گرامی: عارف باللہ حضرت مولانا قمرالزمان صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم ۱۱
تقریظ: مفکرِ ملّت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳
تقریظ: حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم ۱۶
مواعظِ حسنہ صاحبِ مواعظ کا تعارف: حضرت مفتی عمر فاروق لوہاروی صاحب دامت برکاتہم ۲۳
اللہ تعالیٰ کی محبت کا آسان نسخہ ۳۵
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ایک عظیم نعمت ۶۵
قرآن: ایک عظیم الشان معجزہ ۹۵
متاعِ وقت کی قدر ۱۲۵
حسنِ ادب اور حسنِ معاشرت ۱۶۳
حادثات سے بچانے والے اعمال ۱۹۳
حقیقی شکر ۲۳۳
اپنی پسندیدہ اپنے بھائی کے لئے ۲۷۳
زلزلہ کیوں؟ ۳۰۵
صالحین کے آخری لمحات ۳۴۳

حمدِ باری تعالیٰ

مفتیٔ اعظم پاکستان، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تِرا آئینہ عالَمِ رنگ و بو ہے
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے

ہزاروں حجاب اور اس پر یہ عالَم
کہ چرچا تیرا جا بجا کو بہ کو ہے

ثناء خواں تِرا دہر کا ذرّہ ذرّہ
سبھی کی زباں پر تِری گفتگو ہے

جمالِ ازل قدرتِ مطلقہ کی
شہادت سے معمور ہر چار سو ہے

تیرے فضل و رحمت نے بخشا ہے سب کچھ
بس اب تو مِری ایک ہی آرزو ہے

کہ کر دے مجھے ایسے بندوں میں شامل
کہ اشکِ سحرگاہ جن کا وضوء ہے

بجاہِ شفیعِ حبیبِ دو عالَم
کہ جو عالَمِ کون کی آبرو ہے

شفیع گناہگار و خستہ بھی حاضر!
بامیدِ عفو و کرم رو برو ہے

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

میں کیا اور میری باتیں کیا؟ میری پیدائش ایک پسماندہ علاقے کے بہت چھوٹے سے گاؤں میں ہوئی اور وہیں میں نے نشو نما پائی، دس سال کی عمر میں برطانیہ پہنچا، چھ سال مکتب کے ساتھ اسکول گیا اور اس کے بعد دار العلوم بری میں داخلہ ہوا، چھ سال پڑھنے میں گزرے اور اس کے بعد چار سال اپنی مادرِ علمی میں خدمت کی سعادت نصیب ہوئی، ۱۴۱۲ھ بمطابق ۱۹۹۱ء میں والدِ بزرگ وار، حضرت حافظ ابراہیم دھورات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک وفات پر والدہ ماجدہ دام ظلّہا کی خدمت کی غرض سے اپنے وطن لیسٹر منتقل ہوا، چند مہینوں کے بعد لیسٹر کی سب سے قدیم مسجد، مسجد النور میں (جہاں بچپن میں اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر اساتذۂ کرام سے پڑھا تھا) منبر و محراب کی خدمت سپرد ہوئی۔

بولنا تو بچپن سے شروع ہو گیا تھا، اساتذہ شفقت فرماتے اور تقریر یاد کروا کے جلسوں میں کھڑا کر دیتے، والدہ ماجدہ بھی بہت محبت سے سر پر عمامہ سجا کر خوب پیار کر کے بھیجتیں، پتا نہیں اُس وقت ان کے دل سے اپنے ننّے مُنّے بیٹے کے لئے کن کن ارمانوں کے ساتھ کیا کیا دعائیں نکلی ہوں گی۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو سراپا دعا تھے، وہ بچپن سے ایک سبق سکھاتے رہے کہ بڑے ہو کر مولانا بننا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سیکھنی اور سکھانی ہے، عمل کرنا ہے اور دوسروں کو عمل پر لانا ہے۔ بچپن میں ہم بچّے پھلوں کی لالچ میں آم کے درخت پر بار بار پتھر پھینکتے تھے، وہ یاد دلا کر سمجھاتے کہ بار بار پتھر پھینکنے سے دیر سویر کسی نہ کسی وقت پھل ضرور ہاتھ آتا ہے، پہلے دوسرے پتھر سے شاذ و نادر ہی کامیابی ملتی ہے، جو ایک دو مرتبہ پھینک کر مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے وہ محروم رہتا ہے، بیٹا! جب اللہ تعالیٰ تمہیں منبر پر بٹھائیں تو استقامت کے ساتھ دین کی باتیں کرتے رہنا، دیر سویر نشانے پر لگ کر دلوں میں اُتر جائے گی۔ ابّا جی کی یہ نصیحت مایوسی سے بچنے کے لئے ایسا تریاق ثابت ہوا کہ یہ کمزور اور ناتواں نہ کبھی مایوس ہوا، نہ تھکا اور نہ ہارا، وللہ الحمد۔

دور چلا گیا، عرض یہ کر رہا تھا کہ بچپن میں مکتب کے اساتذہ کی شفقت رہی پھر دارالعلوم کے زمانے میں انجمن کی تقریروں میں اللہ تعالیٰ نے طلبہ میں مقبولیت سے نوازا، اساتذہ کی بھی شفقت رہی، بیان کے لئے لے بھی جاتے اور بھیجتے بھی، درجۂ رابعہ سے فارغ ہوا تو مدرسے کی طرف سے رمضان گزارنے امریکہ بھیجا گیا اور اس کے بعد ہر سال ماہِ مبارک میں کہیں نہ کہیں مدعو ہوتا رہا، اس میں بھی والدِ مرحوم کی دعا کا بہت بڑا دخل تھا، جب شعبان میں ایک مرتبہ مشورۃً عرض کیا کہ رمضان کے ایام گزارنے کے لئے چار جگہوں سے مدعو ہوں، کیا مشورہ ہے؟ تو بلک بلک کر روئے، عرض کیا کہ صرف مشورہ مطلوب ہے، جانے کا شوق نہیں ہے، اگر آپ پر میرا فراق گراں گزرتا ہے تو فرما دیجئے، مجھے کسی نئے ملک میں جانا اتنا محبوب نہیں ہے جتنا

آپ کے ساتھ رہنا محبوب ہے۔ فرمایا کہ بیٹا! میں تو خوشی کا رونا رو رہا ہوں، تہجّد کے بعد روزانہ سجدے میں سر رکھ کر اپنے اللہ سے عاجزی کرتا ہوں کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو علم وعمل سے آراستہ کر کے ایسا بنا دے کہ دنیا بھر سے لوگ تیری باتیں سننے کے لئے اسے اپنے یہاں بلائیں، میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر خوشی کا رونا رو رہا ہوں کہ میرے جیسے گنہگار کی دعا اللہ تعالیٰ نے اتنی جلدی سن لی۔

تقاریر کے اس سفر نے بہت جلد متعدد ملکوں میں پہنچایا اور بعض ملکوں میں کئی بار جانا ہوا، کئی ملک ایسے بھی تھے جہاں برطانیہ کے فضلاء میں سے دین کی باتیں کہنے کے لئے سب سے پہلے پہنچنے کی اللہ تعالیٰ نے بندے کو سعادت نصیب فرمائی۔

اب لیسٹر بندے کا مستقر ہو گیا، مسجد النور کے منبر کی ذمّہ داری کاندھوں پر آئی؛ جمعہ سے پہلے، مبارک راتوں میں اور رمضانُ المبارک میں مواعظ اور قرآن وحدیث کے دروس کا سلسلہ چلتا رہا، پھر یہ سلسلہ بتدریج اسلامک دعوہ اکیڈمی میں منتقل ہوا، مختلف ملکوں کے اسفار بھی ہوتے رہے اور دوسری طرف تکوینی طور پر اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے دل میں اس رُوسیاہ کی اور اس کی تقریروں کی محبت ڈال دی، میرے محبّ، بھائی صابر پٹیل سلّمہ نے ایک ایک چیز ریکارڈ کرنے کا اہتمام شروع کیا، پھر محنت کر کے میرے دوسرے احباب نے اسے آگے بڑھایا اور ۱۹۹۴ء سے اب تک کے تمام بیانات، دروسِ قرآن، دروسِ حدیث اور مجالس کو اردو وانگریزی دونوں زبانوں میں کیسٹ اور سی ڈی پر محفوظ کر لیا، آگے اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کے دلوں میں شوق پیدا کیا، انہوں نے تقاریر قلمبند کی، بزرگوں سے تائید بھی لی، بلکہ حکم بھی کروایا اور بہت زیادہ پس وپیش کے بعد کئی مخلص علماء و

صلحاء کے بار بار یاد دلانے پر بالآخر یہ پہلی جلد تیار ہوگئی، یہ محض اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے ورنہ بندہ جب اپنی حیثیت کی طرف نظر کرتا ہے تو شرمندگی سے پانی پانی ہوجاتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ایک خواب ہے اور آنکھ کھلتے ہی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی رسوائی سے بچائیں۔ (آمین)

ان تقاریر کی حقیقت کیا ہے؟ اس رُوسیاہ کا معمول ہے کہ وہ ایک سوالی بن کر اپنا کشکول لئے اصحابِ علم وفضل کے دروازوں پر بھیک مانگتا رہتا ہے، جو کچھ ملتا ہے اسے اپنے کشکول میں لیتا رہتا ہے اور جب جب بھی اپنے دوستوں کی خدمت کا موقع ملتا ہے تو منبر پر بیٹھ کر کشکول میں جمع شدہ مواد سے ان کی ضیافت کی کوشش کرتا ہے، اس مجموعے کا جو حصّہ مفید معلوم ہو، اسے میرے کریم اللہ کا فضل، والدین، اساتذہ ومشائخ کی محنت، توجّہ اور دعا کا ثمرہ اور اُن حضراتِ علم وفضل کا کمال سمجھا جائے جن کے در سے اس فقیر کو بھیک ملی ہے، اور جو حصّہ غیر مفید معلوم ہو، اس کا سبب اس رُوسیاہ کی علمی وعملی کمزوری کو قرار دیا جائے۔

بیانات کو سی ڈی کی مدد سے الفاظ کا جامہ پہنایا جاتا ہے، تقریر کو تحریر بنانے کے لئے کچھ حذف واضافے کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور تقدیم وتاخیر کی بھی، بندے نے اپنے احباب کے ساتھ حتی الامکان کوشش کی ہے کہ ہر بات صحیح اور مستند ہو، لیکن انسان خطا کا پتلا ہے، اور بندہ تو ہر اعتبار سے ناقص، بلکہ انقص ہے، اس لئے اس مجموعے میں آپ کو کسی جگہ غلطی نظر آئے تو اس کی نشان دہی کر کے احسان کیجئے۔

مجموعے کے نام کے بارے میں دوستوں کی کئی آراء سامنے آئیں، مگر ''**مواعظِ حسنہ**'' نام تجویز کیا گیا، تا کہ قرآنی آیت ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ

وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ سے استبراک کیا جائے، پھر بندے کے شیخ کے خطبات کے مجموعے کا نام ''اصلاحی مواعظ'' ہے، اس نام کے ساتھ بھی کسی درجے میں مشارکت ہوجائے اور برکت حاصل ہو، مزید یہ کہ ''موعظت'' خیر خواہی کی اس بات کو کہتے ہیں جسے ایسے مؤثّر انداز میں بیان کیا جائے کہ سننے والے کا دل قبول کرنے کے لئے نرم ہوجائے، اس کی غفلت دور ہو اور آخرت کی فکر پیدا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جُھک جائے، پھر ''حسنہ'' سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بیان اور عنوان ایسا ہو کہ سننے والے خوش دلی کے ساتھ قبول کریں اور ان کی دل شکنی نہ ہو، بلکہ وہ محسوس کریں کہ واعظ کو صرف خیر خواہی اور ہمدردی مقصود ہے، اس کی اپنی ذاتی غرض کوئی نہیں ہے، اگرچہ بندے کی باتیں ان اوصاف سے عاری ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید نہیں کہ نام کی برکت سے ان اوصاف سے بھی متّصف ہوجائیں اور ہدایت کے عام ہونے کا ذریعہ بنیں۔

اس کاوش وکوشش کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے کسی کو فکرِ آخرت نصیب ہوجائے، اس کے دل میں جذبۂ عمل زندہ ہوجائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے جُڑ جائے، اگر اس مقصد میں کامیابی ہوئی تو یہ کوشش کامیاب ہے، اس کے لئے میں یہی دعا کرسکتا ہوں کہ

اے میرے خالق و مالک!

تو اگر چاہے تو قطرے کو سمندر کردے
اور چاہے تو یتیموں کو پیمبر کردے

تو ایک قطرے سے وہ کام لے سکتا ہے جو دریا نہ کر سکے، ایک ذرّے کو وہ

وسعت دے سکتا ہے جو صحراء کے پاس بھی نہ ہو، صرف ایک پھول کو پورے گلستان کی مہک عطا کر سکتا ہے....

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گُل

یہ تو تیری اور صرف تیری مہربانی ہے کہ تو نے مجھے بولنے کی توفیق دی اور پھر ان باتوں کو تحریر میں لانے کے اسباب پیدا کئے، زبان یا قلم سے جو لغزشیں ہوئی ہیں، درگزر فرما، ان مواعظ کے لکھنے اور پڑھنے والوں کو علم وعمل کا جذبہ دے کر محنت و جفاکشی سے ان کی زندگیوں کو معمور کر، اس مختصر زندگی میں وہ کام لے جو اس دنیا میں رہ کر کرنا چاہئے، اس کام سے بچا جو نہیں کرنا چاہئے، زندگی کا جو حصّہ ہم نے ضائع کیا اس کی تلافی کی توفیق عطا فرما، اور جو حصّہ باقی ہے اس کے صحیح استعمال کی توفیق عطا فرما، اے میرے اللہ! میرے دل کی یہی آرزو ہے اور دل کی آرزوؤں کو جاننے والا تو ہی ہے، اے میرے مالک! میرے دل کی اس آرزو کو پوری فرما، اے میرے آقا و مولیٰ! اس مجموعے کو خالص اپنی رضا و خوشنودی کے لئے قبول فرما، اسے قارئین کے لئے نافع بنا اور کہنے والے کے ساتھ جملہ معاونین کی فلاحِ دارین کا ذریعہ بنا۔ (آمین)

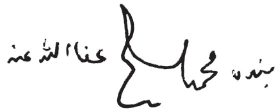

بندہ محمد سلیم دھورات عفا اللہ عنہ

۲۸ جمادی الاُخریٰ ۱۴۴۰ھ مطابق ۶ مارچ ۲۰۱۹ء

رائے گرامی

عارف باللہ حضرت مولانا قمر الزمان صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم

’’مواعظِ حسنہ‘‘ کا یہ مجموعہ عارف باللہ حضرت مولانا قمر الزمان صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں حرمین شریفین اس غرض سے بھیجا گیا تھا کہ یہ مجموعہ حضرت والا کی نظر سے مقاماتِ مقدّسہ میں گذر جائے اور حضرت والا کی دعا نصیب ہوجائے تاکہ یہ ہدایت اور برکات کے عام ہونے کا ذریعہ بنے، چنانچہ حرم شریف مکّہ مکرّمہ میں عزیزم مولوی ساجد ارشاد سلّمہٗ نے حضرت والا کی خدمت میں یہ مجموعہ پیش کیا اور حضرت نے اس پر نظر ڈالی اور مسرّت کا اظہار فرمایا، پھر یہ مجموعہ حضرت والا کے پاس رہا اور مدینہ منوّرہ سے مولوی ساجد سلّمہٗ کے ساتھ مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام میں بیٹھ کر لکھی ہوئی اپنی رائے گرامی ارسال فرمائی، ان کے مدینہ منوّرہ سے روانہ ہوجانے کے بعد ایک اور گرامی نامہ محبِّ مکرّم مولوی ابوبکر مامون زید مجدہٗ کے ہاتھوں اسی تاریخ کو لکھ کر روانہ فرمایا، مبارک سرزمین سے لکھے ہوئے حضرت والا کے دونوں مبارک گرامی ناموں کو شاملِ اشاعت کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت والا کو اس شفقت پر جزائے خیر عطا فرمائیں اور آپ کے سائے کو مدّتِ مدید تک فیوضِ عامّہ وتامّہ کے ساتھ اُمّتِ مسلمہ پر قائم ودائم رکھیں۔ (آمین)

مکتوب نمبر ا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مکرّم مولانا سلیم دھورات صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماشاء اللہ مواعظ موصول ہوئے، بہت ہی مفید ہیں، ان کی طباعت سے مجھے بہت

خوشی ہوگی اوران شاء اللہ آپ کے مواعظ اُمّت کے لئے نفع بخش ثابت ہوں گے، اُس کی قبولیت وافادیت کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔

والسلام

محمد قمرالزمان الہ آبادی

۲۸ جمادی الأولیٰ ۱۴۳۴ھ

مسجدِ نبوی، مدینہ منوّرہ

مکتوب نمبر ۲:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محبِّ مکرّم مولانا محمد سلیم دھورات صاحب سلّمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس حقیر نے جملہ رسائل کو سرسری طور سے پڑھا، ماشاء اللہ اہم مضامین پر ہر وعظ مشتمل ہے، جو قابلِ مطالعہ ہے اور ہر شخص کے لئے مفید ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ عوام وخواص ہر فرد کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے اور منتفع ہونا چاہئے۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ آپ کے افاضات کو مزید نفع بخش بنائے اور آپ کو خوب صحت و عافیت سے نوازے تا کہ یہ سلسلۂ تعلیم وتربیت جاری وساری رہے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ۔

والسلام

محمد قمرالزمان الہ آبادی

۲۸ جمادی الأولیٰ ۱۴۳۴ھ

المدینۃ المنوّرۃ

تقریظ

مفکرِ ملّت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی أَشْرَفِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَتْبَاعِہٖ إِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ، أَمَّا بَعْدُ:

اللہ ربّ العزت نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمدؐ رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مسلسل رسولوں کو مبعوث فرمایا، حضرت محمدؐ رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا سلسلہ ختم ہوگیا تو ہدایت اور رہنمائی کے لئے آپ کی اُمّت پر ذمّہ داری ڈالی گئی، ارشادِ ربّانی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران:۱۱۰)

چنانچہ ہر دور، ہر طبقہ اور ہر قوم میں مصلحین کی جماعت تیار فرمائی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو دنیائے انسانیت تک پہنچاتے رہے، مختلف ممالک میں علماء ربّانیین تعلیم، تبلیغ اور تالیفات کے ذریعے نبیوں والا کام انجام دیتے رہے ہیں، وللہ الحمد۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت سے یورپ کے ممالک میں مسلمانوں کی بڑی تعداد کے لئے رہنے کے جہاں اسباب پیدا فرمائیں تو وہاں کے مسلمانوں اور دیگر

باشندوں کی ہدایت کے اسباب بھی مہیا فرمادئے، چنانچہ صاحبِ بصیرت علماء نے ان ممالک میں مدارس کا مضبوط نظام قائم فرمایا اور ان مدارس کے فضلاء نے اپنے اسلاف کی روایت کو قائم رکھ کر اسلام کی دعوت کا کام بھی اخلاص وقربانی سے شروع فرمایا۔

برطانیہ میں مسلمانوں نے مکاتب و مدارس کا جو بہترین نظام مرتب فرمایا ہے، ان میں **''جامعہ ریاض العلوم، لیسٹر''** ممتاز مقام رکھتا ہے، اس کے بانی اور مہتمم حضرت مولانا شیخ محمد سلیم دھورات صاحب زید مجدہ اپنی خداداد صلاحیتوں سے نوجوان نسل کو دینی کاموں میں جوڑ کر ان تک اسلام کا پیغام پہنچا رہے ہیں، چنانچہ ہزاروں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں حضرت مولانا مدّظلہ العالی کے دعوتی پروگرام میں شامل ہوتے ہیں اور مولانا کی دل پسند تقریروں سے اپنی اصلاح کرتے ہیں، مولانا کی یہ تقریریں سادہ اور عام فہم زبان میں ہوتی ہیں، ضرورت تھی کہ ان قیمتی جواہر پاروں کو طبع کرایا جائے تاکہ دور دراز کے لوگوں تک بھی اس کو پہنچایا جاسکے۔

الحمدللہ، اس وقت دس تقریروں کا ایک مجموعہ تیار ہوگیا ہے جو مختلف اوقات میں مختلف موضوعات پر کی گئی ہیں اور اہل علم نے اس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے، ان کے عنوانات سے ان مواعظ کی اہمیت کا اندازہ ہوسکتا ہے، (۱) اللہ تعالیٰ کی محبت کا آسان نسخہ (۲) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ایک عظیم نعمت (۳) قرآن: ایک عظیم الشان معجزہ (۴) متاعِ وقت کی قدر (۵) حسنِ ادب اور حسنِ معاشرت (۶) حادثات سے بچانے والے اعمال (۷) حقیقی شکر (۸) اپنی پسندیدہ اپنے بھائی کے لئے (۹) زلزلہ کیوں؟ (۱۰) صالحین کے آخری لمحات۔

جہاں یہ رسائل طلبۂ مدارس کے لئے مفید ہیں، عام مسلمانوں کے لئے بھی

کارآمد ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مدّظلّہ العالی کے ان عظیم الشان جذبات کو شرفِ قبولیت نصیب فرمائیں اور دونوں جہاں میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ اس طرح مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

والسلام

احقر عبداللہ غفرلہ [illegible]

۱۲ جمادی الأولیٰ ۱۴۳۴؁ھ

۲۵ مارچ ۲۰۱۳؁ء

دین پر چلنے کا آسان طریقہ

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ اِس وقت دین کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آدمی اہل اللہ کی صحبت اختیار کرے اور ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور دین پر عمل پیرا ہیں، جو شخص جتنی صحبت اختیار کرے گا، وہ اتنا ہی دین کے اندر ترقّی کرے گا۔

(اصلاحی خطبات: ۱۰/۱۳۶)

تقریظ

حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آج کے دورِ پُرفتن نے ہر کام میں نئے نئے فتنے پیدا کردیئے، دنیاوی شعبے تو فتنوں سے کیا محفوظ رہتے؟ دین کے شعبے بھی بے روح اور بے جان ہوتے جارہے ہیں اور ہورہے ہیں۔ اسلام کے وہ خاص قلعے جن کی خدمات کا انکار کرنا حقائق سے روگردانی کے مترادف ہے، یعنی: مدارس، مکاتب، خانقاہوں اور دعوت وتبلیغ کی بے مثال محنت نے نہ صرف برصغیر میں بلکہ یورپ و افریقہ اور دنیا کے دوسرے بر اعظموں میں وہ اثرات ونقوش ثبت کئے کہ صرف اپنوں کو نہیں بلکہ غیروں کو بھی ماننے پر مجبور کیا۔ مگر اس وقت ان عظیم شعبوں کو بھی ہماری نااہلی نے ظاہری شان وشوکت کے بقا کے باوجود اندر سے ایسا کھوکھلا کیا کہ وہی دین کی حفاظت واشاعت کے شعبے فتنوں کی آماجگاہ بن گئے۔

مگر ہر چیز میں استثنٰی ضروری ہے، ان دینی شعبوں میں بھی آج ایسے ادارے اور افراد موجود ہیں جو مختلف جہات سے اپنی کوشش جاری رکھے ہوئے ہیں، اور الحمد للہ ان کی بے لوث اور بے غرض محنت سے دین کے چراغ جل رہے ہیں۔

صاحبِ مواعظ بھی ان خوش قسمت افراد کے ایک فردِ فرید ہیں جنہوں نے برطانیہ کے مادی اور ترقی پذیر ملک میں رہتے ہوئے، جدید دور میں بلکہ جدید تعلیم

سے آراستہ ہوکر بھی قدیم اصول پر اور اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر رہتے ہوئے اور قدامت پرستی کا الزام برداشت کرتے ہوئے لیسٹر کے شہر میں **"اسلامک دعوہ اکیڈمی"** کے نام سے دین متین کا ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا، اس قلعے نے معصوم بچوں کی ذہن سازی کی، اور قرآن کریم ناظرہ وحفظ کی تعلیم کے ساتھ ضروری دینی معلومات پر مشتمل کتابوں کے ایک مکتبی نصاب کے ذریعہ کم سن بچوں کو دین کی بنیادی تعلیم سے آراستہ کیا۔

اسی مکتب کا ایک شعبہ، عربی درجات بھی ہے، اس کا مقصد یہ ہے (اور اب بکثرت اس طرح کے عربی درجات کے شام کے مدارس وجود میں آرہے ہیں، ان کا مقصد بھی یہی ہونا چاہئے کہ) امت کے وہ طلبہ جو کالج اور یونیورسٹی کے ماحول میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ان کو داخل کر کے جدید تعلیم کے ساتھ ایسی ذہنی تربیت کی جائے کہ وہ دین و دنیا اور جدید و قدیم کے سنگم ہوکر اپنی اعلی تعلیم کو نہ صرف دنیا کمانے کا ذریعہ بنائیں بلکہ دنیا کے ساتھ دین کو بھی مدنظر رکھیں، اور کہیں عصری تعلیم ان کے ذہن کو علمی و عملی ارتداد کے سمندر میں بہا کر نہ لے جائے۔ بلکہ وہ اس شعر کے صحیح مصداق بنیں:

تم شوق سے کالج میں پھلو، پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اڑو، چرخ پہ جھولو
بس ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

اس قلعے کا ایک شعبہ فل ٹائم دارالعلوم بھی ہے، جس میں قرآن وحدیث اور فقہ

کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ایک داخل شدہ طالبِ علم مولوی اور عالم کی سند لے کر نکلتا ہے۔ الحمد للہ اس جامعہ سے ایک اچھی خاصی تعداد علوم ظاہری سے مالا مال ہو کر نکلی، اور ملک اور بیرون ملک دین کی بیش بہا خدمات انجام دے رہی ہے۔

مجھے اس بات کے اظہار میں ذرا بھی تردد نہیں کہ موصوف کی بہترین انتظامی صلاحیت اور تربیت کی فکر کے نتیجے میں یہاں کے فضلاء میں بڑی صفات دیکھنے کو ملی، ماشاء اللہ موصوف نے نہ صرف ظاہری علوم کی فکر کی، بلکہ بہترین تربیت سے علوم باطنی کا ذوق بھی ان میں پیدا کر دیا۔ فضلاء کو معمولات کا پابند، بااخلاق، متواضع اور دین کی فکر کا جذبہ رکھنے والا دیکھا، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

اس قلعہ کا ایک شعبہ تزکیۂ نفس بھی ہے جسے خانقاہ سے یاد کیا جاتا ہے۔ یقیناً اس وقت اس شعبہ میں اس قدر تنزلی پیدا ہو چکی ہے کہ اس کے اظہار کے لئے چند سطریں نہیں، صفحات کے صفحات درکار ہیں۔ اول تو گنگوہ، تھانہ بھون، سہارنپور، دیوبند، جلال آباد کی طرح مستقل خانقاہوں کا سلسلہ ہی منقطع ہو گیا ہے، اور جہاں کچھ رونق باقی ہے وہ صرف رمضان تک محدود ہو کر رہ گئی۔ کاش ہر ملک میں کچھ ایسی خانقاہیں ہوں جو پورے سال اسی سلسلہ میں مشغول رہ کر تزکیۂ نفس کے عظیم مقصد کو انجام دیں۔

ماشاء اللہ موصوف نے اپنے قلعہ میں خانقاہ کا عظیم سلسلہ بھی شروع فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس قدر ترقی سے نوازا کہ اہل علم کی ایک جماعت کو بھی رشک کرتے دیکھا گیا۔ اس شعبے سے ماشاء اللہ عوام کے ساتھ خواص کی بڑی تعداد بھی منسلک ہوئی اور خصوصاً نوجوان علماء نے خوب فائدہ اٹھایا۔ رمضان المبارک میں تو یہ مرکز

ہمارے بزرگوں کی خانقاہوں کا نمونہ نظر آتی ہے، اللہ تعالی کرے کہ موصوف کی یہ خانقاہی محنت پورے سال ملک و بیرون ملک کے سالکین کے لئے تزکیۂ نفس کا بہترین مرکز ہو۔

آج کی دنیا میں میڈیا کا رول جو کردار ادا کر رہا ہے، اہل نظر اس سے ناواقف نہیں۔ موصوف اس اہم شعبہ سے بھی غافل نہیں رہے، اور اس قلعہ کے ذریعہ انگریزی زبان میں **''ماہنامہ ریاض الجنہ''** کا اجراء کیا، الحمدللہ اس اصلاحی رسالہ نے مثالی قبولیت حاصل کی۔

موصوف کی جملہ خدمات میں نوجوانوں کی تربیت اور ان کی ذہن سازی کا شعبہ اس وقت کی اہم ضرورت اور برطانیہ کے مادی وجدت پسند وایمان سوز اور زہریلے ماحول میں مجرب تریاق ثابت ہوا، اس تفصیل کے لئے یہ مختصر سطریں ناکافی ہیں۔

اس قلعہ کا ایک اہم شعبہ وعظ ونصائح کی مجالس بھی ہیں، ہر مہینہ میں ایک دن اہل برطانیہ کے لئے اور ہر ہفتہ میں دو دن قرب وجوار کے متعلقین کے لئے مختلف موضوعات پر درس قرآن، درس حدیث کے نام سے اصلاحی پروگرام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی نے موصوف کو جہاں اور بیشمار صلاحیتوں سے نوازا ہے، انہی میں وعظ وتقریر کا خداداد ملکہ بھی ہے جو کہ بے مثال عطائے ربانی ہے، ہر موضوع پر برجستہ صاف ستھری زبان میں بڑے مؤثر طریقے سے قوت کے ساتھ اپنی بات کو سامعین تک نہ صرف پہنچانا بلکہ ان کے دل و دماغ تک اتارنا اور انہیں عمل پر ابھارنا آپ کا کمال ہے۔

اس بات کا اظہار بھی مناسب بلکہ ضروری ہے کہ اس وقت خطابت بھی ایک ذریعۂ معاش بنتا جا رہا ہے، اور امت کا ایک طبقہ اس عظیم دینی خدمت کو صرف پیشہ بنانے کی فکر میں لگا ہوا ہے۔ افسوس ہے کہ بعض خطباء بڑی بڑی رقموں کا مطالبہ کرتے ہیں، بیرون ملک کے لئے ٹکٹ اور ویزا کا خرچ تو لازمی ہے، ساتھ ہی ہدایا کے نام سے ہزاروں پر ناخوش نظر آتے ہیں، یہ کوئی ہوائی بات نہیں، تجربہ اور سچائی پر مشتمل حقائق ہیں۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو!

گر معلم ایں چنیں گر مقنن ایں چنیں
الوداع اے سنت دیں الفراق اے ورع دیں

اگر معلم ایسا (نااہل اور دنیادار) ہو اور قانون بنانے یا جاننے والا بھی
ایسا ہی ہو تو، اے دین کی سنت اور دین کی پرہیزگاری (تمہیں)
الوداع اور خیر باد۔

موصوف کوئی پیشہ ور خطیب نہیں، بلکہ اللہ تعالی نے آپ کو ہمارے اکابر کی طرح دردمند دل اور امت کے حالات پر فکر مند قلب وسوز عطا فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے مواعظ نرے خطابات نہیں، اصلاحِ معاشرہ کا ایک سنہرہ باب ہیں۔

دولت وعزت کا خواہاں حق بات نہیں کرسکتا، وہاں تو مداہنت اور چاپلوسی اور مالداروں کی تعریف کے گُن گائے جاتے ہیں۔ موصوف حق بات کہنے میں جری، ہر طبقہ پر حقِ تنقید میں ہر طرح مداہنت سے دور، مساجد و مدارس کی کمیٹیوں اور مختلف عہدوں کے حامل حضرات کے عہدوں کے اقرار اور ان کی شریعت کی حد میں تکریم

کے ساتھ حق کے معاملہ میں بلاکسی جھجک کے اظہارِ حق فرمادیتے ہیں۔ ؎

نہ لالچ دے سکیں ہرگز، تجھے سکوں کی جھنکاریں
تیرے دستِ توکل میں ہیں استغناء کی تلواریں

آپ کے بارے میں چند تنقیدی زبانوں اور بیمار آنکھوں کے بارے میں صرف فارسی کا یہ بامعنی شعر لکھ دینا کافی ہے: ؎

گر نہ بیند بروز شپرّہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اگر چمگادڑ کی آنکھ آفتاب کی روشنی نہ دیکھ سکے،
تو اس میں آفتاب کا کیا قصور؟

راقم کی موصوف سے بار بار درخواست رہی کہ آپ تصنیف و تالیف کے رہے نہیں، (اس لئے نہیں کہ صلاحیت واسباب کی قلت ہے، بلکہ گوناگوں مشغولیات اس کا باعث ہیں) اس لئے آپ اپنے مواعظ کو مرتب کرانے اور ان کی اشاعت پر خصوصی توجہ عنایت فرمائیں، الحمدللہ اب آپ کے قیمتی، مفید اور علمی مواد سے بھرپور مواعظ کا سلسلہ چل پڑا ہے، کئی مواعظ شائع ہوکر مقبولِ خواص وعوام ہو چکے ہیں۔

راقم کی یہ بھی تمنا اور درخواست تھی کہ ان مختصر رسالوں کی شکل میں شائع شدہ مواعظ کو اب قدرے ضخیم جلدوں کی شکل میں مرتب ہونا چاہئے تاکہ حفاظت کا اور زیادہ بہتر ذریعہ ہوسکے۔

”دعوتِ علم وعمل“ کے نام سے مواعظ کا ایک مجموعہ امت کے ہاتھوں میں پہنچ

چکا ہے، اب ایک دوسرے مجموعے -"مواعظِ حسنہ"- کی پہلی جلد اشاعت کے مراحل طے کررہی ہے۔ حضرت کے معتمد اور مخلص خادم، محبوب شاگرد اور آپ کے دست و بازو مولانا احمد صاحب بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ عِلْمِهٖ وَعَمَلِهٖ نے کئی بار حکم فرمایا کہ میں ان مواعظ پر کچھ لکھوں، ان کے حکم کی تعمیل میں یہ چند صفحات سیاہ کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالی ان مواعظ کو بے حد قبولیت سے نوازے، اور موصوف اور مرتّبین کے لئے ذریعۂ نجات و ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

۳؍جمادی الاولی ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۰؍جنوری ۲۰۱۹ء
بروز جمعرات

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعے بلائیے۔ (النحل: ۱۲۵)

مواعظِ حسنہ
اور
صاحبِ مواعظ کا تعارف

حضرت مفتی عمر فاروق لوہاروی صاحب دامت برکاتہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ، وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَدَعَا بِدَعْوَتِہِمْ إِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ، أَمَّا بَعْدُ:

صاحبِ مواعظ کی علمی و عملی ودعوتی عظمت

صاحب مواعظ حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب مدّظلّہم : بانی وشیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی ، لیسٹر ، برطانیہ، ایک بافیض و باتوفیق عالمِ ربّانی ہیں ۔ ملّتِ اسلامیہ کا بیش بہا اثاثہ اور قیمتی سرمایہ ہیں ۔ اسلامی علوم وثقافت کی آبرو وشرف ہیں ۔ خداترس، صاحبِ نظر اور علم پرور ہیں ۔ بڑے متّبعِ سنت ، صاحبِ دل اور پابندِ شریعت ہیں ۔ صرف حرفِ علم کے پجاری نہیں ؛ بلکہ علم وعمل کا حسین سنگم ہیں ۔ عظیم داعی الی اللہ اور نگہ بلند، سخن دل نواز ، جاں پرسوز کا رختِ سفر رکھنے والے میرِ کارواں ہیں ۔ بے دینی کے گرداب میں پھنسی ہوئی نسلِ نو کے سفینہ کے آزمودہ کار ناخُدا ہیں ۔ تاریخِ یورپ کی وہ فکر انگیز شخصیت ہیں ، جس نے وقت کے دھارے کا رخ

بدل دیا ہے۔ وہ گلِ سرسبد ہیں، جس کی مہین خوشبو اور مہک یورپ میں ہر سو پھیلی ہوئی ہے۔ آپ کا وجود مادّیت کی ظلمت میں علم و اخلاص کا ایک آفتاب عالم تاب، شرافت و متانت کا قطب مینار اور فضائل و شمائل کا ہمالہ ہے۔

پیکرِ کمالات

حضرت مولانا مدّظلّہم میں قادر و وہّاب ذات نے عظمت و عبقریت اور کمال و یکتائی کے بہت سے عناصر جمع فرمادئے ہیں؛ چنانچہ وہ اپنے کمالات و خصوصیات میں یکتائے روزگار اور اپنے معاصرین میں فرد فرید ہیں۔ آپ ایمان و یقین کی قوّت و طاقت، تقویٰ و تورّع، اعتماد و توکّل، علم و فضل، فہم قرآن اور اتباعِ سنت کا اہتمام، دینی حمیت و غیرت اور مخلصانہ جد و جہد جیسے مختلف الانواع کمالات کا ایک حسین امتزاج اور ان خصوصیات کا دل آویز مرقع ہیں۔ اخلاص و احتساب اور سلوک و عرفان، مطالعہ و تصنیف میں محویت وانہماک، وسعتِ قلبی و نرم خوئی، سنجیدگی و خوش اخلاقی اور بے تکلفی و ملنساری ان کی شخصیت کے عناصر ترکیبی ہیں۔ مزاج میں میانہ روی واعتدال، استقامت واستقلال، بلندیٔ فکر و نظر، عزم و حوصلہ، کام کرنے کا سلیقہ و حکمتِ عملی، معاشرے کی اصلاح کا درد و تڑپ وغیرہ خوبیاں ان کا شعار اور ہر گوشۂ زندگی میں عالمانہ رویہ اور صالحانہ انکسار ان کی ذات و صفات کا طرّ ۂ امتیاز ہے۔ انہوں نے علم و عمل، تعلیم و تدریس، دعوت و تبلیغ، تصنیف و تالیف اور تزکیہ و احسان کی دنیا میں جو گہرے، نمایاں اور غیر معمولی نقوش ثبت کئے ہیں اور انفرادیت کا جو جادو جگایا ہے، یہ ان کی وہبی صلاحیت اور خداداد لیاقت کی روشن دلیل ہے۔ گونا گوں و بوقلموں صفات و خصوصیات کی بناء پر حقیقتاً آپ اپنی ذات سے ایک

انجمن ہیں اور آپ کی شخصیت ایک ایسا گلِ ہزار رنگ ہے، جس کا ہر جلوۂ رنگ آنکھوں کو بھاتا اور دل کو سرور بخشتا ہے۔

ایک نمایاں وصف اور آپ کا قائم کردہ ادارہ

حضرت مولانا دامت برکاتہم کا ایک نمایاں وصف تربیت سازی و کردار سازی ہے۔ آپ معمارِ نسلِ نو اور مردم گر و رجال ساز ہیں۔ آپ نے مسلم بچّوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت، اُن میں دین کی صحیح تخم ریزی اور مادّیت کے سیلابِ بلاخیز میں بہہ جانے سے بچاؤ کے عظیم مقصد سے جامعہ ریاض العلوم کی بنیاد ڈالی۔ اس کی ترقّی کے لئے خون پسینہ ایک کیا؛ بلکہ جگر کو خون کیا۔ یہ ادارہ ان کی ذات با برکات کی جلوہ افروزی کی یہ دولت اسلامی تعلیمات اور اکابر کے نہج کے مطابق طلبہ کی علمی و عملی تربیت کے لحاظ سے اپنے قیام کے روزِ اوّل سے ہی منفرد و ممتاز ہے۔ یہ ادارہ علم و ہنر، فکر و نظر، سلیقہ و قرینہ اور صلابت و اصابت رائے کا گہوارہ ہے۔ اس کے در و دیوار 'قلب سلیم' کے حامل ایک 'رجل سلیم' کی جلوہ گری سے تابندہ و درخشندہ اور واردین و صادرین حضراتِ اکابر کے تسلسل کی وجہ سے شاد و آباد ہے۔ یہاں کے فارغین و فضلاء، اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھلے ہوئے، حُسنِ سیرت و اخلاق سے پہچانے جاتے ہیں، حتیٰ کہ اس جامعہ میں تعلیم پانا ہی طالبِ علم کے پاکیزہ اخلاق ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ اس میں قدم رکھنے والا یہاں کی علم ریز، روحانیت خیز، اخلاص بیز اور زہد و اتقاء سے لب ریز فضائے مسعود سے بے بہرہ نہیں رہتا۔ یہ درحقیقت آدم سازی اور قلب کی صیقل گری کا ایک ایسا کارخانہ ہے، جس کی تصویر کشی سے سچّی بات یہ ہے کہ بندہ کے الفاظ قاصر و عاجز ہیں۔

دائرۂ کار کی وسعت و ہمہ گیری

حضرت مولانا مدّ ظلّہم کا دائرۂ کار نہایت وسیع ہے۔ آپ بیک وقت مختلف محاذ پر خلوص وللّٰہیت کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔ دعوہ اکیڈمی، جامعہ ریاض العلوم اور ماہنامہ ریاض الجنۃ کے پلیٹ فارم سے آپ جو خدماتِ جلیلہ انجام دے رہے ہیں، وہ ملّت کی تاریخ کا ایک روشن باب اور اصلاحِ اُمت کے لئے ناقابل فراموش اور انمٹ نقوش ہیں۔ موصوف مدّ ظلّہم کی زندگی درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وارشاد، احیاءِ سنّت وترویجِ شریعت جیسے متنوع میدانوں میں جہدِ مسلسل سے عبارت ہے۔ ان کے شب وروز کے بیش تر لمحات طلبہ کو علم وآگہی، اساتذہ کو فکر ونظر اور عوام کو نصیحت وراہ نمائی سے افادہ وافاضہ میں مصروف ہوتے ہیں۔ اگر وہ ایک وقت مسندِ شیخ الحدیث پر 'تراجم صحیح بخاری' کے غوامض وعوائص کی عُقدہ کشائی اور ارشاداتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے حقائق ودقائق اور اسرار ورموز سے نقاب کشائی میں مشغول ہوتے ہیں، تو دوسرے وقت میں آپ ان کو معلّمین واساتذہ سے انتظام وانصرام اور تعلیم وتربیت کے سلسلے میں ہم کلام پاتے ہیں۔ کبھی تشنہ کامانِ محبت میں معرفت ومحبتِ الٰہیہ کے جام لنڈھاتے اور ان کو کام ودہن کی لذّت سے سرشار کرتے دِکھائی دیتے ہیں، تو کبھی وعظ وارشاد کی کرسی پر اہلِ ملّت کے ضمیر کو جھنجھوڑتے، ان کو مذہبی ومعاشرتی ذمہ داریوں کے تئیں بیدار کرتے اور ان کے قلوب کی سرد انگیٹھیوں کو ایمان ویقین کے شعلوں سے گرماتے نظر آتے ہیں۔ کبھی پتا چلتا ہے کہ اِس وقت اسلام کے آفاقی وابدی پیغام کو عام کرنے اور دنیا کے چپے چپے میں پہنچانے کے لئے خامہ گوہر بار کو تھامے ہوئے ہیں، تو کبھی معلوم ہوتا ہے کہ انفرادی یا اجتماعی امور میں

مشورے کے طالبین کے ساتھ محوِ گفتگو ہیں اور اپنی تدبیرِ حکیمانہ اور فراستِ مؤمنانہ کے ذریعے لوگوں کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف ہیں۔ بلاشبہ آپ بیک وقت ایک بے مثال و عبقری معلّم، جلیل القدر مربی، عظیم مصلح، بے نظیر داعی، ہنر مند قلم کار، مدبّر عالم، منتظم ذمہ دار اور سحر خیز مقرر ہیں، گوناگوں مشاغل و خدمات آپ کی ہمہ گیر طبیعت اور آپ کے علم و فن کے تنوّع اور وسعت کا بہترین ثبوت ہیں۔

پیکرِ مہر و وفا اور آپ کی بے پناہ محبوبیت و مقبولیت

حضرت مولانا دامت برکاتہم کی شخصیت میں ایک عجیب دل کشی، بے مثال ہر دل عزیزی اور ناقابلِ بیاں سحر طرازی ہے۔ عوام و خواص ان کی طرف اس طرح کھنچتے ہیں، جیسے آہن پارے مقناطیس کی طرف، ایسا لگتا ہے کہ مخلوق کے دل ان کے لئے مسخر کر دئے گئے ہیں۔ لوگ ان سے محبت کے لئے خود کو مجبور پاتے ہیں۔ آپ کو دیکھنے، سننے اور آپ سے ملنے والا شاید ہی کوئی 'عجوبہ' انسان ہوگا، جس کا دل ان کی طرف مائل نہ ہو۔ وہ فی الفور مانوس ہو جانے اور مانوس کر لینے والی، ایک ہی نظر میں آنکھوں میں بس جانے اور دل میں سما جانے والی شخصیت ہیں۔ ان کی طرح دل میں سما جانے والا، اپنوں سے زیادہ اپنا بن جانے اور اپنا بنا لینے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ ملنے والے کا دل گواہی دیتا ہے کہ گویا وہ اپنے سارے وجود کے ساتھ، اُن کے دل میں جگہ پاسکتا ہے اور دیگر تمام ملاقاتیوں کے لئے بھی اُس کی وسعتیں کم نہ ہوں گی۔ اس طرح آپ کے اندر ایک موہنی ہے، جو دل کو موہ لیتی ہے۔ جو ان کی صحبت میں ایک مرتبہ بیٹھ جاتا ہے، وہ یہ کہتا ہوا اٹھتا ہے:

بہت لگتا ہے جی صحبت میں ان کی
وہ اپنی ذات سے ایک انجمن ہیں

آپ کا ذہن درس گاہی تعصّبات سے خالی ہے۔ موصوف مدّ ظلّہم تمام ہی مدارس کے فضلاء کو سینے سے لگاتے ہیں، کہ جیسے کوئی کھویا ہوا فردِ خاندان واپس آیا ہو، اسی آفاقیت اور بے تعصّبی کا نتیجہ ہے کہ ہر حلقہ میں ان کی پزیرائی ہے۔

آپ پھول کی طرح کِھلتے اور مہکتے ہیں، خوشبو کی طرح پاکیزگی بکھیرتے ہیں۔ ان کے اندازِ گفتگو میں بلا کی شیرینی اور انسیت ہے۔ خشکی، کھردرا پن اور نپے تلے انداز سے وہ قطعاً نا آشنا ہیں۔ ان کے خمیر میں اُلفت اور انسانیت کے بے پناہ عناصر کی آمیزش ہے۔ ان کو جتنا پرکھتے ہیں، وہ اُسی درجہ کُندن ثابت ہوتے ہیں، اُن کی عظمت وکمال کی تہیں کھلتی جاتی ہیں اور اُن کی محبت کا نقش دل میں گہرا ہوتا جاتا ہے۔ آپ حلقۂ اکابر میں بڑے محبوب اور حلقۂ تلامذہ ومستفیدین میں بڑے مقبول ہیں۔

عوام وخواص کا قبلۂ عقیدت

حضرت مولانا مدّ ظلّہم کو اللہ تعالیٰ نے خواص وعوام بالخصوص نوجوانوں کا قبلۂ عقیدت بنایا ہے۔ مغرب کے طول وعرض میں آپ علماء اور طالبینِ ہدایت واصلاح کے سب سے بڑے مرجع ہیں۔ ملحدانہ ماحول میں عصرِ حاضر کے نوجوانوں کو اسلام سے قریب کرنے، ان کے دلوں میں اسلام کی طرف سے اعتماد بحال کرنے اور ان میں اسلامی روح پھونکنے میں حضرت مولانا کی تقریری اور تحریری خدمات ہر شبہ سے بالاتر اور ہر اختلاف سے بے نیاز ہے۔ ان کی تقریر وتحریر سے جدید تعلیم یافتہ

نوجوانوں کا طبقہ حقیقتِ دین سے آشنا اور قریب ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ آپ نوجوانوں کے ذہنی اور قلبی سکون کا سرچشمہ ہیں، اس وصف وخوبی میں کسی کو آپ کی یکتائی اور انفرادیت کے انکار کی تب ہی جرأت ہوگی، جب وہ آفتاب نصفُ النہار کا منکر ہوگا۔

آپ کی مجلس میں اہلِ دین تو ہوتے ہی ہیں، اہلِ دنیا جو آپ سے صلاح و مشورہ یا اکتسابِ فیض کے لئے آنے کی وجہ سے اہلِ دنیا نہیں رہتے بھی آپ کے آستانے پر نیازمندانہ حاضر ہوتے ہیں۔

یوں کئے کس نے بہم ساغر و سِنداں دونوں؟

زیارت و ملاقات، اصلاح وتربیت اور صلاح ومشورہ کے لئے حاضر ہونے والوں میں سے ہر ایک کے ساتھ آپ خوش اخلاقی اور دل داری کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ آپ روایتی نہیں؛ بلکہ حقیقی کسرِ نفسی، نمائشی تواضع نہیں؛ بلکہ واقعی ہضمِ نفس کے پیکر ہیں۔ چھوٹوں سے بھی معاملہ اس طرح کا فرماتے ہیں، گویا وہ ان کے بڑے ہیں۔

لذّتِ تقریر

حضرت مولانا مدّ ظلّہم کو نظم ونسق، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کی طرح وعظ وبیان اور تقریر وخطاب میں بھی قدمِ راسخ و یدِطولیٰ حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شیریں بیانی، پُرکشش طرزِ بیان، ترتیبِ مضامین اور ہر مضمون کو عام فہم اور بڑے خوب صورت انداز میں پیش کرنے کا غیر معمولی ملکہ عطا فرمایا ہے۔ ان کا ہر خطاب بڑا عالمانہ، شگفتہ، شائستہ، برمحل اور 'روحِ بے تاب' و 'قلبِ بیدار' کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ہر تقریر ان کی علمی شادابی اور فکری زرخیزی کی شاہدِ عدل اور ہر وعظ کَلِّمُوا

النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ کا بہترین نمونہ ہوتا ہے۔ آپ ہر تقریر میں اپنا دل کھول کر رکھ دیتے ہیں۔ آپ کا ہر وعظ اور ہر مجلس سوزِ دروں کی عکّاس اور قلبی احساسات کی غمّاز ہوتی ہے، جس میں کئی آنکھیں پُر آب ہو جاتی ہیں اور بہت سے دل اُمنڈ آتے ہیں۔ ہر لفظ ہیرے جواہرات سے زیادہ گراں، آتش فروزاں سے زیادہ پُر سوز، درد و کرب سے لب ریز، دُرِّ یتیم سے زیادہ صاف ستھرا، تختِ طاؤس سے زیادہ قیمتی، اخلاص و وفا سے دُھلا ہوا، احتساب وللّٰہیت سے تاباں، خونِ جگر سے رنگیں، بس یوں محسوس ہوتا ہے کہ دل کی بے چینی اور کرب و سوز، الفاظ وعبارات کے جامے میں تبدیل ہو رہا ہے۔ بولتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ کے موتی رولتے ہیں اور اسلامی شریعت وحکمت اور علم وعرفان کی اپنی شیریں اور مشک وعنبر سے دھلی ہوئی زبان سے اہالیانِ اسلام کی حُدی خوانی کر رہے ہیں۔ اُن کی دل نشیں و دل آویز تقریریں سننے کے لئے سب لوگ گوش بر آواز ہوتے ہیں۔ آپ کی زبان سے عشق و محبت اور کیف ومستی کا نغمہ کانوں میں پڑتا ہے، تو دلوں کی کیفیت بدل جاتی ہے اور مجلسِ وعظ سے اس حال میں اُٹھتے ہیں کہ ان کا دل ایمان کے جذبے سے معمور اور علم ومعرفت کی لذّت سے مخمور ہوتا ہے اور آپ کی شیریں بیانیوں کے ذائقے سے کام ودہن مدّتِ مدید تک لطف اُٹھاتے رہتے ہیں اور خود کو اس کے مضمون پر عمل پیرا ہونے پر آمادہ پاتے ہیں۔

مواعظِ حسنہ کی خصوصیات وامتیازات

زیرِ نظر مجموعۂ تقاریر: ''مواعظِ حسنہ'' اسی آتش کدۂ عشق کی ایک چنگاری ہے، جس میں صرف حروف و الفاظ نہیں؛ بلکہ آپ کا سوزِ دروں اور خونِ جگر بھی

شامل ہے اور واقعہ یہی ہے کہ

رنگ ہو یا خشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود

یہ مجموعہ حضرت مولانا مدّظلّہم کے دعوتی رجحانات کا نمائندہ اور ان کی اصلاحی سرگرمیوں کا ترجمان ہے، جس میں ایک داعی کی بے قراری و بے چینی ہے، عالمِ باعمل کے افکار و خیالات کا نوا ہے اور عشقِ الٰہی سے سرشار اور ذوقِ نیم شبی سے سرمست عبادت گزار بندے کے تجربات و مشاہدات کی تجلی ہے۔ جس میں اُمت کے لئے اپنے احساسات وجذبات کی صحیح اور سچّی تصویر ہے اور ہمارے جذبات، ہمارے احساسات اور ہمارے ارادوں کے نقشوں کی درستی کی مخلصانہ تلقین ہے۔ جس میں قوتِ ایمانی، عشقِ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اسلام کے ساتھ وابستگی و وفاداری، زندگی کا زوال و بے ثباتی، معاصی سے اجتناب و دوری، ذوقِ عبادت و بندگی، اپنے مسلک پر استقلال و ثابت قدمی، طلبہ کے لئے کتب بینی و بلند ہمتی، احساسِ ذمّہ داری وفرائضِ منصبی کی پاس داری کی پند وموعظت اور درس وعبرت کا تنوّع اور رنگا رنگی پورے طور پر عیاں ہے۔

یہ مجموعہ حضرت مولانا دامت برکاتہم کی زبانِ ہوش مند، ذہنِ ارجمند اور فکرِ بلند کے ساتھ دلِ دردمند کا ایک صاف شفاف آئینہ ہے، جس میں ہر شخص اپنا عکس دیکھ سکتا ہے اور خود کو خوب صورت، خوب سیرت بنانے کے طریقے اختیار کرسکتا ہے۔

یہ مجموعہ ملّت کے درد کا مداوا اور اس کے مرض کے لئے بہترین اکسیر ہے۔ اس میں دینی، ایمانی اور اخلاقی کمزوریوں کے لئے تیر بہ ہدف نسخے ہیں۔ اس میں رِستے

زخموں کا مرہم اور روحانی مریضوں کے لئے تریاق ہے۔ اس کا ہر جملہ بیمار دل کے لئے صحت افزائی اور خوش گواری کا ضامن ہے۔

یہ مجموعہ شب دیجور کی ظلمتوں میں گم کردہ راہ کے لیے نشانِ منزل، صحراءِ ضلالت وعمایت میں بھٹکنے والے کے لئے منزلِ ہدایت کا سنگِ میل اور کم ہمت مسافرانِ طریق کے لئے بھرپور زادِراہ ہے۔ علم وعرفان اور احسان وتزکیہ کی وادی کو کامیابی و فتح مندی کے ساتھ طے کرنے کے لئے خضرِ طریق ہے۔ اس دریائے علم کا ہر قطرہ عذوبت وشیرینی کا حامل اور رشد وہدایت کے تشنہ لبوں کے لئے آبِ حیات ہے۔

زیرِ نظر کتاب حضرت مولانا مدّظلّہم کی کل تقاریر کا مجموعہ نہیں؛ بلکہ کل تقاریر کے دفاتر کی طرف ایک قدم ہے۔ سینکڑوں بیانات ابھی تسجیل سے صفحاتِ قرطاس پر آنے کے منتظر ہیں۔ توقّع ہے کہ کافی تاخیر سے شروع ہونے والا تقاریر کا کتابی شکل میں شائع کرنے کا سفر بلا توقّف و بلا تکان جاری رہے گا، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ۔

مرتّب زیدت مکارمہ کو شاباشی

اس کتاب کو منصۂ شہود پر لانے کا سہرا محترمی حضرت مولانا احمد صاحب زیدمجدہ، استاذ الحدیث جامعہ ریاض العلوم، لیسٹر کی عرق ریزی اور انتھک محنت و کاوش کے سر ہے۔ موصوف زیدمجدہ قابلِ صد تحسین و لائق صد آفریں ہیں کہ انہوں نے حضرت مولانا مدّظلّہم کے وعظ و بیانات کے بحرِ بے کراں سے چند گوہر پارے چُن کر ایک لڑی میں پروئے اور آپ کے گلستانِ علم وعرفاں کی گُل ریزی سے یہ گلدستہ تیار کیا۔

امیدِ واثق

امیدِ واثق ہے کہ مخلصانہ تقاریر و خطابات کا یہ مجموعہ زندگیوں میں انقلاب اور فکر و نظر میں تبدّل کا باعث بنے گا اور زندگی کے سمندر میں بجائے جمود کے تموّج پیدا کرے گا۔ اس کا مطالعہ ہر اس شخص کے لئے نفع بخش ثابت ہوگا، جو دنیا کی بجائے اپنے دین کی بگڑی بنانا چاہتا ہے اور فانی زندگی کو چھوڑ کر حیاتِ جاودانی کی بہتری اور وہاں کی سرخ روئی کا خواہاں ہے۔

دعائیہ کلمات

دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مدّ ظلّہم کے سایۂ عاطفت کو ہمارے اور اُمت کے سروں پر تادیر قائم رکھیں، ان کے فیوض ہمیشہ کے لیے امانتِ کائناتِ علم ہوں، ان کے علمی و فکری اور دعوتی و اصلاحی نقوشِ زرّیں نہ صرف جریدۂ یورپ پر؛ بلکہ جریدۂ عالم پر ہمیشہ ثبت رہیں اور اس مجموعے کو حضرت مولانا مدّ ظلّہم، جامع و مرتّب اور جملہ معاونین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائیں، آمین۔

طولانی تحریر کا باعث

اس تحریر میں قصداً و ارادتاً وسعت و فراخی سے کام لیا گیا ہے، تاکہ موجودہ نسل روشنی کے مینار: صاحبِ مواعظ، سے اپنے ٹمٹماتے چراغ روشن کرنے میں بُخل سے کام نہ لے، وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِكُلِّ خَيْرٍ۔

عمر فاروق

۱۶ شعبان ۱۴۳۴ھ

خنجر چلے کسی پہ، تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد، ہمارے جگر میں ہے

خنجر چلے کسی پہ، تڑپتے ہیں ہم امیر

ہر درد مند دل کو، رونا مرا رُلا دے
بے ہوش جو پڑے ہیں، شاید انہیں جگا دے

پرانی اپنی عادت ہے، سفر کا جب ارادہ ہو
بٹھا لیتے ہیں طوفانوں کو، ہم اپنے سفینے میں

اللہ تعالیٰ کی محبت کا آسان نسخہ

تفصیلات

وعظ کا نام	:	اللہ تعالیٰ کی محبت کا آسان نسخہ
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	رمضانُ المبارک ۱۴۲۵ھ مطابق نومبر ۲۰۰۴ء
مقامِ وعظ	:	مسجد النور، لیسٹر، یو کے

فہرست

اللہ تعالیٰ کی محبت کا آسان نسخہ ۳۹
اللہ تعالیٰ کے احسانات بے شمار ہیں ۳۹
بزرگوں کا ایک خاص وصف ۴۰
جو اپنی نظر میں چھوٹا وہی اللہ تعالیٰ کی نظر میں بڑا ۴۱
فکرِ آخرت پیدا کرو ۴۲
ایک خاتون کا نصیحت آموز واقعہ ۴۳
سب سے بڑا کشف ۴۴
ایک بزرگ کا واقعہ ۴۴
عجیب واقعہ ۴۵
بہترین اُمّت ۴۶
شکر میں ڈوب جانا چاہیئے ۴۷
ہم تو مائل بہ کرم ہیں.... .... ۴۷
ہمارا حال ۴۸
ایک بنو اور نیک بنو! ۵۰
ایک آسان اور بہت مفید عمل ۵۱
اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کی عادت ۵۲
نافرمانی سے بچو ۵۳
کوشش تو نہ چھوڑے ۵۳

توبہ کی تاثیر ۵۴
ہم مایوس کیوں ہوں؟ ۵۶
شیطان کا مکروفریب ۵۶
مؤمن بندہ گناہ کا ارادہ نہیں رکھتا ۵۷
ایک عمدہ مثال ۵۸
عید کی خوشی کس کے لئے؟ ۵۹
خلاصۂ کلام ۶۰
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا ۶۰
شیطان کا ایک دھوکہ ۶۱
ماٰخذ ومراجع ۶۳

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

اللہ تعالیٰ کی محبت کا آسان نسخہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ (ابراھیم:۳۴) صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

اللہ تعالیٰ کے احسانات بے شمار ہیں

اللہ تعالیٰ کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں، اگر ہم اپنی پوری زندگی ان احسانات کو سمجھنے اور گننے میں صرف کردیں تب بھی ہم ان کو شمار نہیں کرسکیں گے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ (ابراھیم:۳۴)

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو تم انہیں شمار نہیں کرسکتے۔

اللہ تعالیٰ کے احسانات بے شمار بھی ہیں اور غیر مُتناہی بھی، وہ اس قدر ہیں کہ سب انسان مل کر ان کو شمار کرنا چاہیں تو تھک کر عاجز ہو جائیں، آنکھ، کان، زبان، رزق، اولاد وغیرہ بہت سارے احسانات تو وہ ہیں جن کے احسان ہونے کا ہمیں احساس بھی ہے، یہ بھی بے شمار ہیں، مگر وہ احسانات جن کا ہم سرسری غور وفکر سے ادراک نہیں کر سکتے وہ اِن سے بہت زیادہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے ایسے ایسے احسانات ہم پر ہیں کہ زندگی گزر جاتی ہے، مگر ان کے احسان ہونے کا ہمیں احساس تک نہیں ہوتا۔

ایک بزرگ کو پیرانہ سالی میں پیشاب کی تکلیف شروع ہوئی، ایک صاحب ان کی عیادت کے لئے آئے اور پوچھا کہ حضرت، آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ فرمایا کہ گناہ کی سزا۔

بزرگوں کا ایک خاص وصف

اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی بات ہی عجیب ہے، وہ ہر بات پر اپنا محاسبہ کرتے ہیں اور اپنے قصور کو تلاش کرنے اور اس کی اصلاح کی فکر میں رہتے ہیں، اور ہمارا حال یہ ہے کہ رات دن گناہ کرتے ہیں، اس میں کوئی کمی نہیں کرتے، مگر جب کسی آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں تو بجائے اپنا محاسبہ کر کے گناہوں سے توبہ کرنے کے، ہماری نظر اپنی ٹوٹی پھوٹی چند نیکیوں کی طرف جاتی ہے، ہماری زبانوں سے عجیب عجیب باتیں نکل جاتی ہیں، مثال کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ میں نماز پڑھتا ہوں، روزے رکھتا ہوں، قرآن کی تلاوت کرتا ہوں، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا؟ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ، بزرگوں کا حال اس کے بالکل برعکس ہوتا

ہے، نیکیوں کی کثرت کے باوجود ان کے پیشِ نظر ان کے عیوب رہتے ہیں، وہ تواضع وانکساری کے پیکر ہوتے ہیں۔

جو اپنی نظر میں چھوٹا وہی اللہ تعالیٰ کی نظر میں بڑا

ایک اور بزرگ کا قصّہ سنئے! حضرت ابو عثمان حِیرِی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن کہیں جارہے تھے، کسی نے اپنے گھر کی اوپر کی منزل کی کھڑکی سے گندگی ڈالی، یہ آدابُ المعاشرت کے خلاف ہے، نبوی تعلیمات کے خلاف ہے، اس لئے کہ اس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے اور کسی کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں ہے، بعض نادان آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس قسم کی غلطیاں کرتے رہتے ہیں۔

حضرت وہاں سے گزر رہے تھے اور وہ گندگی آپ پر گری، حضرت فوراً سجدہ میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور گندگی پھینکنے والوں سے کچھ نہیں کہا، کسی نے کہا کہ آپ انہیں تنبیہ نہیں کرتے؟ آپ نے عجیب جملہ ارشاد فرمایا، میرے عزیزو! رمضان کے اِس مبارک مہینے میں لجاجت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرو کہ اے اللہ! ہماری باطنی حالت بھی ایسی بنادے! فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہوا کہ اسی پر بس کیا، ورنہ حق تو یہ تھا کہ آسمان سے مجھ پر آگ برستی۔[۱] اپنے زمانے کے عظیم ولی ہونے کے باوجود اپنے قصور کی طرف توجّہ گئی، میرے عزیزو! جو اپنی نظر میں چھوٹا ہوتا ہے وہی اللہ تعالیٰ کی نظر میں بڑا ہوتا ہے۔

---

[۱] إحياء علوم الدين: ۵/۲۴۹

فکرِ آخرت پیدا کرو

جس شخص کو آخرت کی صحیح فکر پیدا ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ اپنی زندگی پر نظر رکھتا ہے کہ میری زندگی میں کوئی ایسا نقص تو نہیں، ایسی کوئی کمی تو نہیں جس کی وجہ سے موت کے وقت یا قبر میں یا آخرت میں پکڑ ہو جائے؟ اور جو لوگ آخرت کی فکر سے غافل ہوتے ہیں ان کا رات دن مشغلہ یہی ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے عیوب کو دیکھتے رہتے ہیں کہ فلاں ایسا ہے اور فلاں ویسا، فلاں میں یہ عیب ہے اور فلاں میں یہ خرابی۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر
رہے دیکھتے لوگوں کے عیب و ہنر

جو اپنے عیوب سے غافل اور بے خبر ہوتا ہے اسے دوسروں کے عیوب دیکھنے سے کہاں فرصت ملتی ہے؟ جس بندۂ خدا پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور اسے اپنے عیوب کی فکر نصیب ہو جاتی ہے، وہ اِدھر اُدھر دوسروں کے عیوب کی تلاش میں نہیں رہے گا اس لئے کہ اسے یہ احساس نصیب ہوگا کہ اس روئے زمین پر مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہے۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر
رہے دیکھتے لوگوں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر
تو جہاں میں کوئی بُرا نہ رہا

ہسپتال میں مریض اپنے اوقات اس فکر میں نہیں گزارتا کہ دوسرے مریضوں کو کیا تکلیف ہے؟ وہ ہر وقت اپنی بیماری کی فکر میں رہتا ہے، اسے اپنی چھوٹی تکلیف کی جتنی فکر ہوتی ہے اتنی دوسروں کی بڑی تکلیف کی بھی نہیں ہوتی۔

ایک خاتون کا نصیحت آموز واقعہ

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اپنی ایک رشتہ دار خاتون کا قصّہ بیان کیا ہے کہ ان کو پیٹ میں تکلیف ہوگئی جس کی وجہ سے وہ بے چین ہوگئیں، حضرت مفتی صاحب انہیں ڈاکٹر کے پاس ایک ہسپتال لے گئے، لفٹ (lift) کے ذریعے جب اوپر جانے لگے تو وہاں ایک اور خاتون وہیل چیئر (wheelchair) کے اوپر بیٹھی تھی، اس بیچاری کی کھال جلی ہوئی تھی اور تکلیف میں تھی، مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں اپنی عزیزہ خاتون سے کہوں کہ یہ تم سے زیادہ تکلیف کے اندر مبتلا ہے تاکہ ان کو اپنی بیماری کا احساس کم ہوجائے۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ دیکھو! یہ خاتون کتنی مصیبت میں ہے اور کتنی سخت تکلیف میں مبتلا ہے؟ میری عزیزہ نے اس پر ایک نظر ڈالی اور کہا کہ ہاں، یہ تکلیف میں مبتلا تو ہے، لیکن اس کے پیٹ میں درد تو نہیں ہو رہا ہے۔[۱]

تو میرے عزیزو! مریض کو اس کی بیماری کے علاج کی فکر دوسروں کی بیماریوں سے بے پرواہ کردیتی ہے، وہ ہر لمحہ اپنی شفا کی فکر میں رہتا ہے، ٹھیک اسی طرح اگر ہمیں بھی آخرت کے انجام کی فکر پیدا ہوجاتی اور ہماری اپنی بیماریاں: حسد، کینہ، بغض، بخل، غیبت، شہوت پرستی، حبِّ جاہ اور حبِّ مال اور ان کے انجام

---

[۱] اصلاحی خطبات: ۷/ ۵۹

کا احساس ہوجاتا تو ہم بڑے سے بڑے گنہگار کی طرف بھی نظر اُٹھا کر نہ دیکھتے۔

سب سے بڑا کشف

میرے بھائیو! ہمیں ایک بات سمجھ لینی چاہئے کہ جو دوسروں کے عیوب سے آنکھیں بند کر کے اپنے عیوب پر نظر رکھتا ہے وہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہوگا، اور جو اپنے عیوب سے غافل رہ کر دوسروں کے عیوب کو ٹٹولتا رہتا ہے وہ دنیا اور آخرت دونوں میں ناکام اور ذلیل ہوگا، میرے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سب سے بڑا کشف یہ ہے کہ آدمی کو اپنے عیوب نظر آجائیں۔[1]

ایک بزرگ کا واقعہ

عرض یہ کر رہا تھا کہ ایک بزرگ کو پیشاب کی تکلیف ہوئی، ایک صاحب عیادت کے لئے آئے اور خیریت معلوم کی تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ گناہ کی سزا۔ عیادت کرنے والے نے کہا کہ آپ تو اللہ والے ہیں، اگر آپ سے کوئی لغزش ہو بھی جاتی ہوگی تو فوراً توبہ کر لیتے ہوں گے، گناہ کی سزا کا کیا مطلب؟ بزرگ نے فرمایا کہ ناشکری کا گناہ، اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کا شکر ادا کرنا واجب اور فرض ہے اور مجھ سے اس حکم میں کوتاہی ہوئی ہے۔ عیادت کرنے والے نے کہا کہ حضرت آپ اور ناشکری؟ آپ کی خدمت میں آکر تو بڑے بڑے ناشکرے شکر کرنے کا سلیقہ سیکھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ سالہا سال تک بغیر کسی تکلیف کے پیشاب ہوتا رہا، لیکن کسی دن یہ خیال نہیں آیا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، جب نعمت ہونے کا خیال

---

[1] اصلاح کی سو باتیں، ص: ۷

ہی نہیں آیا تو شکر کیسے کرتا؟ ظاہر ہے کہ اس نعمت کی ناشکری ہوئی، اور یہ بیماری اسی ناشکری کی سزا ہے۔[1]

میرے عزیزو! جس طرح پیاس بجھانے کے لئے چند گھونٹ پانی کا مل جانا بہت بڑی نعمت ہے، اسی طرح پیشاب کی شکل میں نقصان پہنچانے والے حصّے کا جسم سے نکل جانا بھی بہت بڑی نعمت ہے۔

عجیب واقعہ

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ایک دن وہ خلیفہ ہارون رشید کے پاس گئے، ہارون رشید نے پانی مانگا، جب پانی لایا گیا تو بزرگ نے فرمایا کہ اگر آپ کو پانی نہ ملے اور پیاس سے آپ کی حالت بُری ہو رہی ہو اور اس وقت ایک شخص آپ کو ایک گلاس پانی آپ کی آدھی سلطنت کے عوض میں دینا چاہے تو آپ کیا کریں گے؟ ہارون رشید نے کہا کہ خرید لوں گا۔ بزرگ نے کہا کہ آپ نے پانی پی لیا، تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ پیشاب نہیں ہو رہا ہے اور ہر کوشش ناکام ہے، ایسے وقت میں کوئی حکیم یا ڈاکٹر یہ کہے کہ میرے پاس اس کا مجرّب علاج ہے، مگر اس کی قیمت آدھی سلطنت ہوگی۔ آپ اس وقت کیا کریں گے؟ ہارون رشید نے کہا کہ میں باقی آدھی بھی دے دوں گا۔ بزرگ نے کہا کہ یہ ہے قیمت آپ کی سلطنت کی، ایک گلاس پانی جسم میں داخل کرنا اور اسے باہر نکالنا، پس یہ ایسی چیز نہیں ہے کہ اس پر تنافس یا فخر کیا جائے۔[2]

---

[1] خطباتِ محمود: ۴/ ۱۴۷

[2] الکامل في التاریخ: ۵/ ۳۵۸

بہترین اُمّت

عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات بے شمار ہیں۔

﴿وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡھَا﴾ (ابراھیم: ۳۴)

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں شمار نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں انسان بنایا، حیوان نہیں بنایا، انسان بھی بنایا تو پاگل اور بیوقوف نہیں بلکہ عقلمند، اپاہج نہیں بنایا بلکہ صحیح سالم، اندھا نہیں بنایا بلکہ بینا، ایمان سے محروم نہیں کیا بلکہ مسلمان بنایا، اللہ اکبر! یہی ایک نعمت کتنی بڑی ہے؟ پھر مسلمان بھی بنایا تو سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت کا جو کہ سب سے بہتر اُمّت ہے۔

﴿کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ﴾ (اٰل عمرٰن: ۱۱۰)

تم لوگ بہترین اُمّت ہو جو لوگوں کے نفع کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔

کیوں نہ پائے تیری اُمّت خیرِ اُمّت کا خطاب
تُو ہے جب خیرُ البشر، خیرُ الرّسل، خیرُ الانام
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت کو 'خیرِ اُمّت' کا لقب ملا، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے اعلیٰ، ارفع اور افضل ہیں، اسی فضیلت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت کو تمام اُمّتوں سے پہلے جنّت میں داخلہ ملے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ الْجَنَّةَ حُرِّمَتْ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ كُلِّهِمْ حَتّٰى أَدْخُلَهَا،

وَحُرِّمَتْ عَلَى الْأُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا أُمَّتِيْ[۱]

جنّت اس وقت تک تمام انبیاء پر حرام ہے جب تک میں داخل نہ ہو جاؤں، اور جنّت تمام اُمّتوں پر حرام ہے جب تک میری اُمّت داخل نہ ہوجائے۔

شکر میں ڈوب جانا چاہئے

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کے احسانات کو ہمیں سوچتے رہنا چاہئے اور ان پر شکر بجالانا چاہئے، اللہ تعالیٰ کے احسانات تو اتنے ہیں کہ ہمیں شکر میں ڈوب جانا چاہئے، میرے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک خط میں تحریر فرمایا تھا کہ شکر میں ڈوب جانا چاہئے۔ مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات بے شمار ہیں جن میں ہم ڈوبے ہوئے ہیں، لہٰذا ہمیں شکر میں بھی ڈوب جانا چاہئے، ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا کہ ناقص کا شکر بھی ناقص ہوتا ہے لہٰذا ساتھ ہی استغفار بھی ہو۔ یعنی ہم ناقص ہیں لہٰذا ہمارا شکر بھی ناقص، اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق ہم کہاں شکر ادا کر سکتے ہیں، جب شکر ناقص تو اس پر استغفار کرنا چاہئے کہ اے اللہ! آپ معاف فرمائیں اس لئے کہ جیسا شکر ادا کرنا چاہئے تھا ویسا ہم نہ کر سکے۔ یہ بزرگوں کی باتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کا تعلّق نصیب تھا اور اس کی برکت سے دین کا صحیح فہم نصیب تھا۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں....

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کے احسانات پر غور کرو! تراویح میں آج قرآن ختم

---

[۱] کنز العمّال، ح (۳۱۹۵۳)

ہوا، اللہ تعالیٰ نے دعا، استغفار، توبہ اور رونے دھونے کی توفیق عطا فرمائی، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں، اب ظاہر ہے کہ جو شخص ندامت و پشیمانی اور آئندہ گناہ نہ کرنے کے عزم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھا کر عاجزی کرتا ہے کہ اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف کردے۔ تو اللہ تعالیٰ پچھلے سارے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں، امید یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کی بخشش فرما دی ہوگی، کتنا بڑا احسان؟ اللہ اکبر!

یہی معاملہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ سال بھی فرمایا تھا، مگر رمضان ختم ہوتے ہی ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگے، پورا سال ہماری آنکھیں، کان، زبان اور دل گناہوں میں مبتلا رہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے دوبارہ رمضانُ المبارک کا مہینہ عطا فرمایا، عبادت کی توفیق دی، تراویح، ختمِ قرآن، دعا، استغفار اور توبہ کا موقع عنایت فرمایا، اللہ اکبر! کتنا کریم ہے وہ آقا؟ گزشتہ سال کے احسان کے بعد زندگی گناہوں میں ملوّث رہی پھر بھی اللہ تعالیٰ نے دوبارہ وہی احسان فرمایا۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہ رَوِ منزل ہی نہیں

تیرے کرم سے اے کریم کون سی شئے ملی نہیں؟
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

ہمارا حال

مگر میرے بھائیو! ان احسانات کے باوجود ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ

صاف ستھرا نہیں، ایسے مبارک مہینے میں بھی شر پسندی اور معصیت میں برابر انہماک رہتا ہے، اور دین سے اسی دوری نے اللہ تعالیٰ کی نصرت کو روکا ہوا ہے۔

فضائے بدر پیدا کر، فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

غیر اگر اسلام کو مٹانے کی کوشش کریں تو کیا تعجب ہے؟ تعجب تو اس بات پر ہے کہ مسلمان خود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو مٹا رہے ہیں، ہم نماز کو چھوڑ کر، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کو چھوڑ کر، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے، گناہوں میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کے دین کو ختم کر رہے ہیں، تعجّب تو اس پر ہونا چاہئے، افسوس تو اس پر ہونا چاہئے، کل قیامت کے دن اسلام کا ہاتھ ہوگا اور ہمارا گریبان، اور اسلام اللہ کی بارگاہ میں فریاد کر رہا ہوگا۔

غیر تو غیر ہیں ہی، اگر وہ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کریں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، تعجب تو ہم پر ہے کہ مسلمان ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، فتنہ انگیزی، شر پسندی اور معصیت میں مبتلا، ایک دوسرے کی راحت، چین، سکون، عزّت، مال میں ترقّی، دنیوی ترقّی، دینی ترقّی سے تکلیف محسوس کرتے ہیں، ہم سے ہمارے بھائیوں کی کامیابی دیکھی نہیں جاتی، اس قسم کی بُری خصلتوں سے کسی کا کوئی نقصان نہیں، ہم دنیا اور آخرت کا اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں، اس لئے کہ دنیوی

زندگی بھی بے سکونی میں گزرے گی اور آخرت میں بھی عذاب سے دو چار ہونا پڑے گا۔

ایک بنو اور نیک بنو!

میرے پیارے بھائیو! تمام گناہوں سے توبہ کرکے پاکیزہ زندگی گزارنے کی کوشش کرنی چاہئے، دل میں ایک دوسرے کے لئے محبت ہو، آپس میں ہمدردی اور خیر خواہی کی فضا ہو، ایک بنو اور نیک بنو، پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت آتی ہے یا نہیں، اپنی اصلاح کی فکر کرو، ظاہر کو بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بناؤ اور باطن کو بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بناؤ۔

ظاہر و باطن، دونوں کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہر و باطن جیسا بناؤ، اپنی شکل اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل جیسی بناؤ، کیا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل سے بہتر کسی کی شکل ہوسکتی ہے؟ یہ وہ چہرہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب تھا، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہر کی بھی نقل کرو اور باطن کی بھی، ﴿ فَاتَّبِعُوْنِیْ ﴾ کا یہی مطلب ہے کہ ظاہر بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا بناؤ اور باطنی اخلاق بھی درست کرکے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق جیسے بناؤ، حسد، کینہ، بخل، بغض، تکبّر، حبِّ مال، شہوت پرستی، حبِّ جاہ وغیرہ گندگیوں سے باطن پاک ہو اور محبت، خیر خواہی، ہمدردی، صبر، شکر، سخاوت وغیرہ سے آراستہ ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائیں اور ہمارے قلوب کی اصلاح فرمائیں۔ (آمین)

گزارش یہ کررہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا کوئی احاطہ نہیں، جس کے اس قدر احسانات ہوں اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنی چاہئے یا نہیں؟ اسی وقت

عہد کرو کہ آج سے تمام گناہوں سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی گزاریں گے اور پھر بھر پور کوشش بھی کرو، حقیقی شکر یہی ہے کہ زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزرے اور ہر قسم کی نافرمانی سے پاک رہے۔

ایک آسان اور بہت مفید عمل

اس سلسلے میں ایک بہت ہی مختصر اور آسان عمل بتلا رہا ہوں جس سے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوگا اور چند ہی دنوں میں زندگی میں فرق محسوس ہونے لگے گا، وہ عمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو سوچنے کی عادت ڈالو، یہ عمل مختصر بھی ہے اور آسان بھی، تاجر، مدرّس، طالبِ علم، بوڑھا، جوان، صحت مند، بیمار، مرد، عورت، سب ہی اسے آسانی سے کر سکتے ہیں، روزانہ تھوڑا وقت اس کام کے لئے نکالو، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ عمل ولایت کا ذریعہ بنے گا، زیادہ نہیں تو ابھی تین منٹ سے شروع کرو، مثال کے طور پر آنکھ کی نعمت کو سوچو اور دل میں کہو کہ اے اللہ! تو نے مجھے آنکھیں دیں، اگر تو نہ دیتا تو قرآن کی تلاوت نہ کر سکتا، اولاد کو نہ دیکھ سکتا، والدین کو نہ دیکھ سکتا، پتا نہیں کتنی ٹھوکریں کھاتا، تیرا کتنا بڑا احسان ہے، اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ۔ اسی طرح روزانہ اہتمام سے کچھ وقت کے لئے اللہ تعالیٰ کے مختلف احسانات کو سوچا کرو، اس سے آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی اور اس عمل کے اہتمام سے وہ بڑھتی چلی جائے گی، اور دل جب اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہوگا تو پھر اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم پر عمل کرنا مشکل نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کی عادت

اس کے ساتھ چوبیس (۲۴) گھنٹے اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کی عادت بھی ڈالیں، کوشش ہو کہ اللہ تعالیٰ سے ہر آن ہر گھڑی برابر رابطہ رہے، اس کا بہت آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی بھی کام سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرلیا کریں، مثال کے طور پر یہاں سے اُٹھ کر ابھی گھر جانا ہے، تو اللہ تعالیٰ سے عرض کرو کہ اے اللہ! عافیت کے ساتھ گھر پہنچادے۔ باہر نکلنے کے بعد گاڑی میں بیٹھ گئے، پھر دعا کرو کہ اے اللہ! سلامتی کے ساتھ گھر پہنچادے۔ گھر میں داخل ہوتے ہوئے کہو کہ اے اللہ! گھر والوں سے اس حال میں ملاقات ہو کہ وہ دینی و دنیوی عافیتوں کے ساتھ ہوں۔ ڈاکٹر کے پاس جانا ہو تو عرض کرو کہ اے اللہ! صحیح تشخیص اور بہترین علاج کی طرف ڈاکٹر کی رہنمائی فرما۔

الغرض ہر چھوٹے بڑے کام کو کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے بات کرلیا کرو اور اس کام میں کامیابی کی دعا کرلیا کرو، شروع شروع میں مشکل لگے گا، مگر جب یہ عادت بن جائے گی تو چوبیس (۲۴) گھنٹے اللہ تعالیٰ کا استحضار رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی یاد رہے گی، اور جب اللہ تعالیٰ کا استحضار ہر آن اور ہر گھڑی رہے گا تو نافرمانی کیسے ہوگی؟

ان باتوں پر ہمیں عمل کرنا ہے، بھائی کروگے؟ (سب نے کہا ان شاء اللہ)، بھائی کروگے؟ (سب نے کہا ان شاء اللہ)، میرے بھائیو! سب عمل کرو تاکہ ربِّ کریم سے تعلّق پیدا ہو، اور اس کے بعد کرتے رہنا ہے تاکہ یہ تعلّق باقی رہے اور اس میں اضافہ ہوتا رہے۔

نافرمانی سے بچو

اب گناہوں سے بچنے کی تاکید پر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں، میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچاؤ، گناہوں سے مکمّل اجتناب کرو، یہ بات میں بار بار کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے مکمّل اجتناب کرو، گناہوں سے ہر حال میں بچو، کل بھی میں نے عرض کیا تھا کہ لفظِ 'گناہ' کی وجہ سے ہمیں دھوکہ لگتا ہے اور ہم اس معاملے میں بے توجّہی برتتے ہیں، لفظِ 'گناہ' کو بھول جاؤ اس لئے کہ یہ لفظ ہماری نظروں میں بہت ہلکا ہوگیا ہے، اپنے ذہنوں میں لفظِ 'گناہ' کی جگہ 'اللہ تعالیٰ کی نافرمانی' بٹھاؤ اور سوچو کہ میں مؤمن ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیسے کرسکتا ہوں؟ اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ کی نافرمانی؟ معاذ اللہ! الٰہی توبہ! یہ کیسے ممکن ہے؟ جس کریم ذات نے مجھے عدم سے وجود بخشا، جس نے آنکھیں دیں، کان دئے، زبان دی، دل دیا، دماغ دیا، سانس لینے کے لئے ہوا دی، اُس کی نافرمانی؟ ہائے افسوس! جس نے مجھے سب کچھ دیا اس کی نافرمانی؟

کوشش تو نہ چھوڑے

میرے بھائیو! پچھلے گناہوں سے توبہ کرلو اور آئندہ کے لئے پختہ ارادہ کرو کہ اب کوئی گناہ نہیں کریں گے، جان چلی جائے گی مگر گناہ نہیں کریں گے، ہاں، یہ عزم کرو! اس عزم کے بعد اگر نادانی سے گناہ ہوجائے تو فوراً توبہ کرلیں، مثال کے طور پر اِس وقت پکّا ارادہ کرلیا کہ آئندہ کبھی بھی گناہ نہیں کریں گے، الحمدللہ، اب گناہوں سے مکمّل پرہیز شروع ہوگیا، مگر ایک دن کسی کے یہاں چلے گئے، ماحول سے متاثّر

ہو کر نفس نے غلبہ کیا اور مغلوب ہو گئے اور نافرمانی سرزد ہو گئی، بہت افسوس ہوا، اپنی پچھلی توبہ اور اس گناہ سے بچنے کا پکّا ارادہ یاد آگیا، فوراً توبہ کرلو اور آئندہ نہ کرنے کا دوبارہ عزم کرو، توبہ کے لئے کل کا انتظار مت کرو، بس، یہی عمل زندگی بھر کرتے رہنا ہے، گناہوں کا پروگرام نہیں، مکمّل اجتناب ہو، لیکن اگر ہو جائے تو فوراً توبہ۔

نہ چت کرسکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کُشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبا لے کبھی تُو دبا لے

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

توبہ کی تاثیر

میرے بھائیو! لاکھ مرتبہ توبہ کرنی پڑے، کرو، مایوسی کو قریب بھی مت آنے دو، مایوسی شیطان کا بہت بڑا ہتھیار ہے، اللہ تعالیٰ نے توبہ کے لئے کوئی حد مقرّر نہیں کی ہے کہ اتنی مرتبہ تک قبول کروں گا، اس کے بعد نہیں، جب اس کریم آقا کی طرف سے رحمت کے دروازے ہر وقت کھلے ہوئے ہیں تو پھر بندے کو مایوس ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے توبہ کے اس مبارک عمل میں بڑی برکت

رکھی ہے، جو اسے کرتا رہتا ہے اسے اللہ کے فضل سے دیر سویر اپنی توبہ پر دوام نصیب ہو جاتا ہے۔

شیطان مایوسی پیدا کرتا ہے اور یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ کل توبہ کی تھی وہ آج ٹوٹ گئی ہے، اس سے پہلے درجنوں مرتبہ توبہ کر کے توڑ چکا ہے، اب آج کرے گا اور پھر کل توڑ دے گا، اس کا کیا فائدہ؟ اس طرح پٹّی پڑھا کر توبہ سے دور رکھ کر ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے، میرے بھائیو! توبہ کے بڑے فوائد ہیں، توبہ کرنے کی عادت رہے گی تو ایک طرف گناہ ہوگا، دوسری طرف توبہ ہوگی اور اس کے نتیجے میں گناہ معاف۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ[1]

گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

جو شخص توبہ نہیں کرتا، اس کے کئے ہوئے گناہ معاف نہیں ہوتے، اب ظاہر ہے کہ روحانی اعتبار سے اس کی بیماری بڑھتی جائے گی اور کسی دن یہ ایمان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ ہر عمل کی ایک تاثیر ہوتی ہے، توبہ کی تاثیر یہ ہے کہ جب کوئی اس کا اہتمام کرتا ہے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نفرت بیٹھ جاتی ہے، ظاہر ہے کہ شیطان کبھی نہیں چاہتا کہ ہمارے دلوں میں گناہوں کی نفرت بیٹھے اس لئے وہ مایوسی پیدا کر کے توبہ سے دور رکھتا ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجه، أبواب الزهد، باب ذكر التوبة، ح(۴۲۸۴)

ہم مایوس کیوں ہوں؟

میں اپنے نوجوان دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ ہمیں گناہوں میں مبتلا کرنے کے لئے شیطان کو بھی محنت کرنی پڑتی ہے، وہ انتھک محنت کر کے ہزاروں گناہ کرواتا ہے، کبھی کبھی پچاس (۵۰) سال اور ساٹھ (۶۰) سال تک وہ محنت کرتا ہے اور نافرمانی میں مبتلا رکھتا ہے، مگر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت بندے کی طرف متوجّہ ہوتی ہے، وہ صدقِ دل سے توبہ کرتا ہے اور اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی کائنات میں جب سے انسان کا وجود ہوا ہے، کروڑوں بندے ایسے ہیں جنہوں نے چند سیکنڈوں میں سچّی پکّی توبہ کر کے شیطان کی ساری محنت کو ضائع کر دیا ہے، مگر اس کے باوجود شیطان کبھی مایوس نہیں ہوا، وہ برابر اپنی محنت میں لگا ہوا ہے، اسے پتا ہے کہ میری سالہا سال کی محنت کے بعد اگر یہ شخص توبہ کرلے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی طرف فوراً متوجّہ ہوجائے گی اور میری ساری محنت رائیگاں جائے گی، مگر اس کے باوجود وہ ہمّت نہیں ہارتا، مایوس نہیں ہوتا، میرے بھائیو! جب شیطان سب کچھ کھونے کے احتمال کے باوجود، بلکہ بار بار کے تجربہ کے باوجود بھی مایوس نہیں ہوتا تو توبہ کر کے ہمیں تو سب کچھ پانا ہے، ہم کیوں مایوس ہوں؟

شیطان کا مکر وفریب

عرض یہ کر رہا تھا کہ تمام گناہوں سے ہمیں بچنا ہے، اسی وقت طے کرلو کہ اب کے بعد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بالکل نہیں ہوگی، اور اگر ہوگئی تو فوراً توبہ کرلیں گے، میرے بھائیو! ہم گناہ بالکل نہ کریں، اگر گناہ کرنے کا داعیہ پیدا ہو تو یہ سوچیں کہ

اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے، اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ گناہ سے حفاظت رہے گی، اور اگر گناہ ہوجائے تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، اس وقت یہ سوچو کہ اللہ تعالیٰ غفورٌ رّحیم ہے، اور فوراً اس کی بارگاہ میں جُھک کر توبہ کرلو۔

یاد رکھو! شیطان ہمیں گناہ پر آمادہ کرنے کے لئے ہمارے دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غفورٌ رّحیم ہے، اور جب ہم سے گناہ ہوجاتا ہے تو توبہ سے دور رکھنے کے لئے مایوسی پیدا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ رحیم وکریم ہونے کا خیال تک نہیں آنے دیتا، یہ اس کا مکر ہے اور دھوکہ ہے۔

مؤمن بندہ گناہ کا ارادہ نہیں رکھتا

میرے عزیزو! ایک بات سمجھ لیجئے! انبیاءِ کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی انسان معصوم نہیں، ہر ایک سے کسی نہ کسی درجے میں گناہ ہوجاتے ہیں، ہم بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں، مگر گناہ کا ارادہ بالکل نہیں ہونا چاہئے، مؤمن بندہ گناہ کا ارادہ نہیں کرتا، خالق کی نافرمانی کا پروگرام نہیں بناتا، بلکہ ہر وقت اسی عزم کو لے کر چلتا ہے اور اسی کوشش میں رہتا ہے کہ میں اپنے کریم آقا کی کبھی بھی نافرمانی نہیں کروں گا، تو نافرمانی کرنے کا پروگرام نہیں ہوتا، مگر شیطان کے بہکانے سے اور نفس کے ورغلانے سے نافرمانی ہوجاتی ہے، اگر ہوجائے تو فوراً توبہ کرلینی چاہئے اس لئے کہ حدیث میں ہے:

كُلُّ بَنِيْ آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ[1]

---

[1] سنن ابن ماجه، أبواب الزهد، باب ذكر التوبة، ح(۴۲۸۵)

ہر انسان گناہ میں مبتلا ہوسکتا ہے، اور گناہ کرنے والوں میں سے سب سے اچھے وہ ہیں جو توبہ کرکے اپنے خالق و مالک کی طرف رجوع کرکے اس سے صلح کرلیتے ہیں۔

ایک عمدہ مثال

اسے ایک مثال سے سمجھئے! ہم عید کے دن یا جمعہ کے دن صاف ستھرے کپڑے پہنتے ہیں تو ہمیں یقین کے درجے میں یہ علم ہوتا ہے کہ ایک دن یا دو دن یا تین دن میں یہ کپڑے میلے ہوجائیں گے، مگر اس یقین کے باوجود کہ کپڑا میلا ہونے والا ہے، کیا کوئی عقلمند ایسا ہوگا جو کپڑے کو بالقصد اور بالارادہ گندا کردے؟ کوئی ایسا ہوگا جو کپڑے پر ایک دھبّہ لگ جانے کی وجہ سے دوسرا اور تیسرا بھی لگادے؟ نہیں، ایسا کوئی نہیں ہوگا، بلکہ صابُن سے اس میل کو دھو کر کپڑے کو صاف کرلے گا، ٹھیک اسی طرح توبہ کرلینے کے بعد ہمیں بھی یہ خدشہ رہتا ہے، بلکہ بسا اوقات یقین ہوتا ہے کہ گناہ ہوجائے گا اس لئے کہ ہم انبیاء کی مقدّس جماعت میں شامل نہیں ہیں اور حدیث میں "کُلُّ بَنِيْ آدَمَ خَطَّاءٌ" وارد ہوا ہے، مگر اس یقین کے باوجود از خود گناہ کا پروگرام نہیں بنانا چاہیے اور دل کو گناہوں سے آلودہ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ بچانے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے، اگر شیطان اور نفس کے دھوکے میں آکر گناہ ہوجائے اور دل گناہ کی آلودگی سے گندا ہوجائے تو اب اسے مزید گندا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ توبہ اور استغفار کے صابُن سے دھوکر فوراً صاف کرلینا چاہیے، بھائیو! گناہوں سے بچو گے؟ (سب نے کہا ان شاء اللہ، جی ہاں)۔

عید کی خوشی کس کے لئے؟

میرے بھائیو! میرے عزیزو! عید خوشی کا دن ہے، مگر کس کے لئے؟ ان کے لئے جو گناہوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور گناہ ہوجانے پر فوراً سچّی توبہ کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں بھی خوشی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی:

﴿اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَجَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ﴾

(اٰل عمرٰن: ۱۳٦)

ان لوگوں کی جزا بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور عمل کرنے والوں کا اجر کتنا ہی اچھا ہے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں زندگی گزارتے ہیں، جو رمضان کے روزے نہیں رکھتے، دل میں کینہ اور حسد لے کر نمازِ عید کے لئے آتے ہیں، ان کے لئے عید کا دن بھی خوشی کا دن نہیں ہوتا۔

بے تکلّف دن میں جو کھاتے تھے ان کی عید کیا
چائے سگریٹ نوش فرماتے تھے ان کی عید کیا
بغض و کینہ دل میں لے کے مل گئے تو عید کیا
عید کے دن بھی دل سے نہ دل ملے تو عید کیا

عید کی خوشی تو ان کے لئے ہے جو رمضان میں اللہ تعالیٰ کو مناتے رہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہے، اللہ تعالیٰ کی دوستی کے طلب گار رہے اور پوری زندگی

اللہ تعالیٰ کا بن کر رہنے کا اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کرتے رہے۔

خلاصۂ کلام

میرے عزیزو! مذکورہ تمام باتوں کو اپنی زندگی میں لانے کی ہر ممکن کوشش کرو۔

۱) اللہ تعالیٰ کے احسانات کو سوچنے کا معمول بناؤ، اس کے لئے وقت مقرّر کرو، روزانہ کم از کم تین منٹ اس کام کے لئے نکالو۔

۲) چوبیس (۲۴) گھنٹے اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کی عادت ڈالو۔

ان دو چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کا تعلّق نصیب ہوگا۔

۳) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ہر حال میں بچو، چاہے جان چلی جائے۔

۴) اگر نافرمانی ہو جائے تو فوراً توبہ کرو، اگر کسی گناہ سے نجات نہیں مل رہی ہے، بار بار توبہ ٹوٹ رہی ہے تو اپنے شیخ کو اطّلاع کرو اور ان کی رہنمائی کی اتّباع کرو، توبہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوگا اور گناہوں سے ہمیشہ کے لئے نجات بھی ملے گی۔

الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

اب یہاں سے عزمِ مصمّم لے کر اُٹھو کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا بنانا ہے، آج سے زندگی کا یہی مقصد ہوگا، اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر عرض کرو:

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

﴿فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ﴾ (الذّٰریٰت:۵۰)

پھر تم اللہ کی طرف بھاگو۔

اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کو مانگو، جو متّقی ہیں وہ بھی مانگیں اور گنہگار ہیں وہ بھی مانگیں۔

شیطان کا ایک دھوکہ

شیطان گنہگار کو دھوکہ دیتا ہے اور یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تو گنہگار ہے، اللہ تعالیٰ تیری نہیں سنے گا۔ نہیں میرے بھائیو، وہ سب کی سنتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت، ہر جگہ، ہر ایک کی سنتا ہے، اس سے مانگنے کا حق سب کو ہے، وہ سب کے قریب ہے اور سب کی سنتا ہے۔

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ (البقرۃ: ۱۸۶)

(اے میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!) جب آپ سے میرے بندے میرے متعلّق دریافت کریں تو آپ بتلا دیجئے کہ میں قریب ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔

دیکھو! نماز اولیاء بھی پڑھتے ہیں اور گنہگار بھی، سب کو ہر رکعت میں مانگنے کا حکم ہوا کہ کہو:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ (الفاتحۃ: ۴)

ہم کو سیدھا راستہ بتلا دیجئے۔

معلوم ہوا کہ سب کو مانگنے کا حق ہے، اس لئے سب کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجّہ کریں اور اسی سے مانگیں، عزیزو! خود بھی دعا کرو اور بزرگوں سے، ماں باپ سے، دوست احباب سے بھی دعا کراؤ، اللہ تعالیٰ رحم وکرم کا معاملہ فرمائیں، مغفرت فرمائیں، انوار و برکات سے مالا مال فرمائیں اور اپنے مقرّبین میں شامل فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

اللہ تعالیٰ کے انعامات کا استحضار بہت اہم فریضہ ہے

بڑی غفلت کی بات ہے کہ ہم اللہ کو اور اس کے احسانات کو بھولے ہوئے ہیں، ہمارا اس کو ہمیشہ یاد کرنا اور احسان ماننا اور اس کا ذکر کرنا بہت اہم فریضہ ہے، اسی وجہ سے بعض بزرگوں نے یہ طریقہ مقرّر کیا ہے کہ روزانہ کسی وقت، بہتر ہے کہ عشاء کے بعد انسان پہلے اللہ کے دئے ہوئے تمام انعامات کو یاد کرے کہ اے اللہ! تو نے مجھے یہ دیا، یہ دیا، پھر اپنے تمام گناہوں کو یاد کرے اور اس پر اظہارِ شرمندگی کرے اور معافی مانگے۔

(ارشاداتِ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۳۶)

ماٰخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/موَلّف	ناشر
۱	سنن ابن ماجه	الإمام ابن ماجه القزويني	دار التأصيل، مصر
۲	كنز العمّال	العلاّمة علي المتقي الهندي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۳	الكامل في التاريخ	الإمام ابن الأثير الجزري	دار الكتب العلمية، بيروت
۴	إحياء علوم الدين	الإمام الغزالي	دار المنهاج، جدّة
۵	خطباتِ محمود	حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی	مکتبہ محمودیہ، میرٹھ
۶	اصلاحی خطبات	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی	میمن اسلامک پبلشرز، کراچی
۷	اصلاح کی سو باتیں	حضرت ڈاکٹر محمد صابر	ادارۃ المعارف، کراچی

محبتِ الٰہیہ میں ترقّی کا راستہ

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت کو حاصل کرنے کا سب سے آسان اور بہترین نسخہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکرادا کرو، جتنا اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکرادا کروگے، اس کی نعمتوں کا استحضار کروگے، اس کی نعمتوں کو سوچو گے اور اس کا دھیان کروگے، اتنی ہی محبت میں ترقّی ہوتی جائے گی۔

(اسلام اور ہماری زندگی:۲۵۸/۹)

مصطفیٰ مجتبیٰ، تیری مدح و ثنا
میرے بس میں نہیں، دسترس میں نہیں

دل کو ہمّت نہیں، لَب کو یارا نہیں
تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(حضرت شاہ نفیس صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ایک عظیم نعمت

تفصیلات

وعظ کا نام : محمد ﷺ : ایک عظیم نعمت

صاحبِ وعظ : حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

تاریخِ وعظ : صفر ۱۴۲۷ھ مطابق مارچ ۲۰۰۶ء

مقامِ وعظ : مسجدِ فاروق، ولسال، یوکے

فہرست

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : ایک عظیم نعمت ٦٩
مجھ سے ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہوگا ٧٠
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا ٧٢
سیرتِ طیبہ کا حق ادا کرنا بس سے باہر ٧٤
کامل و مکمّل ٧٥
کامل الخَلق اور کامل الخُلق ٧٧
قلبِ محمّدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٧٨
بہترین نمونہ ٧٩
سیرتُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شعر میں ٨٠
خدا سے تو کم اور سب سے اعلیٰ ٨١
رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٨٣
احسانِ عظیم ٨٤
نعمت کا حق ٨٥
سنّت کا مطلب ٨٥
محبوبِ الٰہی بننے کا طریقہ ٨٦
موجودہ مسائل کا حل ٨٧
مخلوق میں محبوب بننے کا طریقہ ٨٨
ہمارے اسلاف کا اتّباعِ سنّت کا جذبہ ٨٩

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور اتّباعِ سنّت ۸۹
حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا اتّباعِ سنّت ۹۰
آج طے کرلو.... .... ۹۰
ذلّت سے نکلنے کا واحد راستہ ۹۲
سیرتِ طیبہ کو عام کرو ۹۳
ماٰخذ و مراجع ۹۴

راحت اور سکون کی کنجی

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی چند روزہ اور ناقص زندگی میں بھی حقیقی راحت وسرور اور آرام وعیش تو صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیمات کی اتّباع ہی میں منحصر ہے، اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے کامل متّبعین کے لئے جس طرح آخرت کی دائمی زندگی میں فلاح وصلاح اور ہر طرح کی راحت کا وعدہ ہے، اسی طرح دنیا میں بھی حقیقی راحت و سکون صرف انہی کا حصّہ ہے، اور جنّت میں جانے سے پہلے دنیا میں ہی ایک طرح کی جنّت ان کو دے دی جاتی ہے کہ قناعت اور تقدیرِ الٰہی پر رضا کے سبب وہ کسی حال میں پریشان ومتشوّش نہیں ہوتے۔

(مقالاتِ مفتیٔ اعظم، ص:۹۷)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: ایک عظیم نعمت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُم حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.[۱]

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

اس وقت حضراتِ علماءِ کرام کثیر تعداد میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس مبارک جلسے میں تشریف لائے ہوئے ہیں، بہتر تو یہ تھا اور میری قلبی خواہش بھی یہی تھی (جس کا میں نے مولانا غلام محمد صاحب زید مجدہم کے سامنے اظہار بھی کیا) کہ استاذُنا و مُرشِدُنا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف مُتالا صاحب دامت برکاتہم کے ارشادات سے ہم سب مستفید ہوتے، تاکہ حضرت والا دامت برکاتہم کے مصفّٰی اور مجلّٰی قلب کی گہرائی سے نکلی ہوئی باتوں سے ہم سب ہی کو نفع پہنچتا، لیکن چارو ناچار مجھ طالبِ علم کو بدرجۂ مجبوری حضراتِ علماءِ کرام کے سامنے اپنا سبق سنانے کی نیت سے

---

[۱] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب حبّ الرسول من الإيمان، ح(۱۴)

بیٹھنا ہی پڑا، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی باتیں کہنے کی توفیق عطا فرمائیں جو میرے لئے بھی نافع ہوں اور حاضرین اور سامعین کے لئے بھی۔ (آمین)

مجھ سے ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہوگا

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا عنوان ایک ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں ہے، مجھ جیسا طالبِ علم جو علم میں قلیل ہے، جسے زبان پر قدرت نہیں، جسے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جیسی معرفت ہونی چاہیے وہ معرفت نہیں، وہ اس عنوان پر کیا عرض کرسکتا ہے؟

لفظ بے بس، زبان ہے معذور
مجھ سے ذکرِ رسول کیا ہوگا
نہ کنارہ ہو جس سمندر کا
وہ سمندر عبور کیا ہوگا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اقبال میں کس منہ سے کروں مدحِ محمد
منہ میرا بہت چھوٹا ہے اور بات بڑی ہے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ دانائے سُبل، ختمُ الرُّسل، مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ دانائے سُبل، یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے راستوں کو جاننے والے، ختمُ الرُّسل، یعنی تمام نبیوں اور تمام رسولوں کے بعد آنے والے آخری پیغمبر، مولائے کُل، یعنی سب کے آقا اور سردار، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ[1]

قیامت کے دن حمد کا پرچم میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان کے جتنے اُمّتی ہیں وہ سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، لیکن فخر کی کوئی بات نہیں ہے اس لئے کہ یہ میرے رب کا فضل ہے۔

وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ[2]

قیامت کے دن سب سے پہلے سفارش کرنے والا میں ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی سفارش قبول کی جائے گی، اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُحَرِّكُ حِلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللّٰهُ لِيْ[3]

جنّت کا دروازہ سب سے پہلے کھٹکھٹانے والا میں ہی ہوں گا جسے اللہ تعالیٰ میرے لئے کھولیں گے۔

إِنَّ الْجَنَّةَ حُرِّمَتْ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ كُلِّهِمْ حَتّٰى أَدْخُلَهَا

---

[1] سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب في فضل النبي صلّى اللّٰه عليه وسلّم، ح(۳۶۱۶)
[2] سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب في فضل النبي صلّى اللّٰه عليه وسلّم، ح(۳۶۱۶)
[3] سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب في فضل النبي صلّى اللّٰه عليه وسلّم، ح(۳۶۱۶)

وَحُرِّمَتْ عَلَى الْأُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا أُمَّتِيْ[1]

جنّت اس وقت تک تمام انبیاء پر حرام ہے جب تک میں داخل نہ ہو جاؤں، اور جنّت تمام اُمّتوں پر حرام ہے جب تک میری اُمّت داخل نہ ہو جائے۔

وہ دانائے سُبل، ختمِ الرُّسل، مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سَینا
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

غبارِ راہ، یعنی راستے کا جو غبار ہوتا ہے اس کی کمًّا و کیفاً کوئی حیثیت نہیں ہوتی، لیکن اس عظیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظرِ کیمیاء اثر نے اسے بھی سینا کی وادی جتنی وسعت عطا کر دی۔

کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

یہ نبی اتنے عظیم الشان اور رفیع المقام ہیں کہ جس کسی کو بھی ان کی نظر اور توجّہ حاصل ہو گئی وہ رفعتوں والا ہو گیا۔

دُرفشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مَسِیحا کر دیا
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

---

[1] کنز العمّال، ح(۳۱۹۵۳)

ابو بکر کو صدّیق، عمر کو فاروق، عثمان کو ذو النّورین، علی کو اسد اللہ، حمزہ کو سیّد الشہداء، ابنِ مسعود کو فقیہ الاُمّت، ابنِ عباس کو مفسّرِ قرآن، ابو ہریرہ کو محدّثِ اعظم، بلال کو مؤذّنِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ابو عبیدہ کو امین الاُمّت، حسن اور حسین کو جنّت کے جوانوں کے سردار اور فاطمہ کو جنّت کی عورتوں کی سردار بنا دیا، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

تیری فیّاضی نے ذرّوں کو بنایا آفتاب

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایک لاکھ سے زائد ہیں، ان میں سے ہر ایک کو اتنا اونچا بنا دیا کہ روحانیت کے آسمان میں ہر شخص آفتاب، مہتاب اور ستارہ نظر آتا ہے۔

أَصْحَابِيْ كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ[1]

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے جس کسی کو تم اپنے لئے معیار بنا کر اس کی اقتداء کرو گے، سیدھے جنّت میں چلے جاؤ گے۔

اسلام سے پہلے یہ حضرات معمولی تھے، ذرّات کے مانند جو بالکل چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں اور سورج کی شعاعوں کے بغیر نظر بھی نہیں آتے، مگر ان پر آمنہ کے لال جنابِ محمدٌ رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر پڑی تو یہ معمولی غیر معمولی ہو گئے اور یہ ذرّات آفتاب بن گئے، پورا عالَم ان سے جگمگا اُٹھا۔

تیری فیّاضی نے ذرّوں کو بنایا آفتاب
بن گئے اونٹوں کے چرواہے زمانے کے امام

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ، ح(۱۷٦۰)

جنہیں اونٹ چرانا نہیں آتا تھا وہ بڑے بڑے دانشمندوں پر حکومت کرنے والے بن گئے۔

وہ دانائے سُبل، ختمُ الرُّسل، مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سَینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سیرتِ طیبہ کا حق ادا کرنا بس سے باہر

اتنے عظیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کو کون بیان کر سکتا ہے؟ کسی کے بس میں نہیں ہے، ایک عربی شاعر نے کہا ہے:

أَرٰى كُلَّ مَدْحٍ فِي النَّبِيِّ مُقَصِّرًا
وَإِنْ بَالَغَ الْمُثْنِيْ عَلَيْهِ وأَكْثَرَا

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سلسلے کی ہر تعریف کو کم پاتا ہوں،
چاہے آپ کی تعریف کرنے والا مبالغہ ہی سے کام لے۔

کسی قصیدے سے، کسی نعت سے، سیرت پر لکھی جانے والی کسی کتاب سے، کسی بیان کرنے والے کے بیان سے، کسی خطیب کی خطابت سے جنابِ محمدٌ رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا جو حق تھا وہ آج تک ادا نہیں ہو سکا، کوئی تعریف کرنے والا چاہے مبالغہ کرے، exaggeration (مبالغہ) سے کام لے، مگر ہمارے محبوب

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اتنی اونچی ہے کہ وہ اس کا حق ادا کرنے سے قاصر ہی رہے گا۔

میرے بھائیو! میری تو کوئی حیثیت ہی نہیں، مگر بڑے بڑے مفکّرین اور بڑے بڑے علماء بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ پاک کو بیان کرنے کا حق ادا نہیں کر سکے، خود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زبانیں بھی قاصر رہتی تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ شمائل بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے تھے، اور اخیر میں جا کر آپ فرماتے ہیں:

يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ أَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ[1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو بیان کرنے والے کو یہی کہنا پڑے گا کہ میری آنکھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

کامل و مکمّل

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:

وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ
وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءًا مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(اے میرے آقا!) میری آنکھ نے آپ سے زیادہ حسین کوئی دیکھا ہی نہیں، اور کسی عورت نے آپ سے زیادہ جمیل کوئی جنا ہی

---

[1] سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب في صفة النبي صلّى الله عليه وسلّم، ح(۳۹۳۹)

نہیں، آپ ہر عیب سے اتنے پاک وصاف پیدا کیے گئے کہ گویا
آپ کی تخلیق آپ کی چاہت کے مطابق ہوئی۔

میری آنکھوں نے آج تک آپ سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا، اور میری آنکھوں کی کیا خصوصیت؟ آج تک کسی ماں نے آپ سے زیادہ خوبصورت کوئی بچّہ جنا ہی نہیں، اے میرے آقا! میں جب آپ کو سر سے پیر تک دیکھتا ہوں تو مجھے آپ کی ہر چیز بے عیب نظر آتی ہے، آپ کی آنکھیں بالکل perfect (کامل)، آپ کی ناک بالکل perfect (کامل)، آپ کے دانت بالکل perfect (کامل)، آپ کا پورا جسم اتنا کامل ومکمّل ہے کہ جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق پیدا کیا ہے، آپ بتلاتے گئے اور وہ بناتا گیا۔

یہ تو حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار تھے، اب حضرت جبریلِ امین علیہ السلام کا فیصلہ سنئے! انہوں نے کائنات کو دیکھا، انسانیت کے بہترین طبقے یعنی انبیاء علیہم السلام کو دیکھا، آدم علیہ السلام کو دیکھا، ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) انبیاء علیہم السلام کو دیکھا، اور اللہ تعالیٰ جب کسی کو قدرت عطا فرماتے ہیں تو وہ بہت ساری وہ چیزیں دیکھ لیتا ہے جو دوسرے نہیں دیکھ سکتے، وہ ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا، فَلَمْ أَجِدْ رَجُلًا أَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[1]

---

[1] المعجم الأوسط للطبراني، ح(٦٢٨٥)

میں نے زمین کے مشرق اور مغرب پر اچھی طرح نظر ڈالی، لیکن
محمد ﷺ سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت کے نتیجے میں میں نے روئے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو چھان مارا، ایک ایک چہرے کو دیکھا، انسانوں کو بھی، فرشتوں کو بھی اور جِنّات کو بھی، مگر میری آنکھوں نے محمد ﷺ سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔
اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات میں جب ان سے بڑھ کر کسی کو پیدا ہی نہیں کیا تو کیسے پاتے؟

کامل الخَلق اور کامل الخُلق

آپ ﷺ کامل الخَلق اور کامل الخُلق ہیں، آپ ﷺ کی خِلقت، آپ ﷺ کی بناوٹ، آپ ﷺ کا چہرہ، آپ ﷺ کا ہر عضو کامل اور مکمّل، آپ ﷺ کا جسم بھی کامل اور مکمّل، اور آپ ﷺ کے اخلاق بھی کامل اور مکمّل، آپ ﷺ کا نہ حسنِ صورت میں کوئی مقابلہ کرسکتا ہے نہ حسنِ سیرت میں۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضاء داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یوسف علیہ السلام کا حسن، عیسیٰ علیہ السلام کا دم کرنا، موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کا چمکنا، جو خوبیاں اور کمالات سب رکھتے ہیں آپ تنہا ان تمام کمالات کے جامع ہیں۔

یوسف علیہ السلام کا حسن اپنی جگہ، عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے معجزات اپنی جگہ، داود علیہ السلام کا لحن اپنی جگہ، سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت اپنی جگہ اور ابراہیم علیہ السلام کی خُلّت اپنی

جگہ، یہ اور ان کے علاوہ جتنے کمالات انبیاء علیہم السلام میں تقسیم کئے گئے تھے ان سب کمالات کا اللہ تعالیٰ نے گلدستہ بنایا اور اسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں دنیا میں بھیجا، قاسم العلوم والخیرات، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے کمالات میں سے دو چار کمالات عیسیٰ علیہ السلام میں نظر آئیں گے، دو چار ابراہیم علیہ السلام میں نظر آئیں گے، دو چار داود علیہ السلام میں نظر آئیں گے، دو چار آدم علیہ السلام میں نظر آئیں گے، اور تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات میں سے جس کمال کو آپ میں کوئی دیکھنا چاہے گا وہ آپ میں موجود ہوگا، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

میرے بھائیو! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت عظیم نبی ہیں، کامل الخَلق بھی اور کامل الخُلق بھی، خلقت کے اعتبار سے بھی کامل اور مکمّل اور اخلاق کے اعتبار سے بھی کامل اور مکمّل۔

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (القلم:۴)

اور بیشک آپ بڑے اونچے اخلاق والے ہیں۔

قلبِ محمّدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تمام اخلاق کا مرکز دل ہے، دل میں اگر سخاوت ہے تو جسم سخاوت کرے گا، دل میں سخاوت نہیں تو جسم سخاوت نہیں کر سکتا، دل میں اگر صبر ہے تو جسم صبر کا مظاہرہ

کرے گا، قلب میں صبر نہیں تو جسم صبر کا مظاہرہ نہیں کرسکتا، قلب اخلاق کا مرکز ہے، قلب میں اخلاق جس درجے کے ہوں گے اعمال اتنے ہی اعلیٰ ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی کائنات میں قلبِ محمّدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی قلب نہیں، اور اس میں جس اعلیٰ درجے کے اخلاق تھے اس درجے کے اخلاق اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا ہی نہیں کئے، تمام اخلاق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب میں موجود اور ان میں سے ہر ایک اعلیٰ درجے میں موجود، اب اندازہ لگاؤ کہ اس ذات کی سیرتِ طیبہ کتنی اعلیٰ درجے کی ہوگی۔

بہترین نمونہ

اسی لئے حق جلّ مجدُہ نے دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لئے محمدٌ رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے لئے اسوۂ حسنہ مقرّر کیا۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱)

بیشک تمہارے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہترین نمونہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاجر کے لئے، قائد کے لئے، باپ کے لئے، شوہر کے لئے، امام کے لئے، فاتح کے لئے، مظلوم کے لئے، سربراہِ مملکت کے لئے، غرض ہر ایک کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہترین نمونہ ہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں اور سیرتِ طیبہ میں قیامت تک آنے والے ہر انسان کے لئے رہنمائی موجود ہے، اسی لئے کسی شاعر نے کہا ہے:

قدم قدم پہ برکتیں نفس نفَس پہ رحمتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیعِ عاصیاں گزر گیا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ ﷺ کے قدم مبارک جہاں جہاں پڑے، اسی طرح آپ ﷺ کے وارث علماء آپ کی تعلیمات کو لے کر جہاں جہاں پہنچے، وہاں ہر ہر قدم پر برکتیں اور ہر ہر سانس پر رحمتیں نازل ہوئیں۔

قدم قدم پہ برکتیں نَفَس نَفَس پہ رحمتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیعِ عاصیاں گزر گیا
جہاں گزر نہیں ہوا وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا

ﷺ

ہر طرف تیرگی تھی نہ تھی روشنی
آپ آئے تو سب کو ملی روشنی
بزمِ عالم سے رخصت ہوئیں ظلمتیں
جب حِرا سے ہُوَیدا ہوئی روشنی

ﷺ

سیرتُ النبی ﷺ ایک شعر میں

اس وقت ہم سیرتُ النبی ﷺ کے جلسے میں شریک ہیں، ایک شاعر نے فقط ایک شعر میں سیرتُ النبی ﷺ کا عطر نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے، وہ کہتا ہے کہ اگر کوئی اللہ کے نبی ﷺ کی سیرت کو جاننا اور سمجھنا چاہتا ہے تو بہت ہی simple (آسان) ہے:

اسوۂ مصطفیٰ کی یہ تفسیر ہے
روشنی، روشنی، روشنی، روشنی

ﷺ

پیدائش سے لے کر انتقال تک روشنی ہی روشنی، بلکہ آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے اور پیدائش کے بعد سے آج تک پورے عالم میں جو بھلائی نظر آرہی ہے وہ آپ ہی کے فیض کی برکت ہے۔

اسد! فیوضِ درِ مصطفیٰ کا کیا کہنا
جسے جو بھی سعادت ملی جتنی ملی وہیں سے ملی

ﷺ

آپ ﷺ سے پہلے، آپ ﷺ کے زمانے میں اور آپ ﷺ کے بعد جو بھی سعادت کسی کو ملی وہ آپ ﷺ کی برکت سے ملی۔

خدا سے تو کم اور سب سے اعلیٰ

میرے بھائیو! آں حضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی بہت اعلیٰ، آپ ﷺ کے اخلاق بہت اعلیٰ، آپ ﷺ کا ظاہر بہت اعلیٰ، آپ ﷺ کا باطن بہت اعلیٰ، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اتنا اعلیٰ بنایا کہ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں خدا کے بعد آپ کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔

خدا سے تو کم اور سب سے اعلیٰ
دو عالم سے بالا ہمارے محمد

ﷺ

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں ایسا کوئی پیدا ہی نہیں ہوا جو آمنہ کے یتیم لال جناب محمدٌ رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقابلہ کر سکے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ[2]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔

وَأَشْجَعَ النَّاسِ[3]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ بہادر تھے۔

إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ أَنَا[4]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ تقوے والے اور سب سے زیادہ معرفت والے تھے۔

وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ[5]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ خشیت والے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ رحمت والے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے جتنی رحمت رکھی تھی اتنی کسی میں نہیں۔

---

[1] صحيح البخاري، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، ح(٦)

[2] صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب الشجاعة في الحرب والجبن، ح(٢٨٣٧)

[3] صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب الشجاعة في الحرب والجبن، ح(٢٨٣٧)

[4] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلّى الله عليه وسلّم أنا أعلمكم، ح(٢٠)

[5] صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح، ح(٥٠٦٣)

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانبیآء: ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سورۂ انبیاء کی اس آیت کو سورۂ فاتحہ کی سب سے پہلی آیت کے ساتھ دیکھئے!

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الفاتحۃ: ۱)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانبیآء: ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

ربّ العالمین نے آپ کو رحمۃٌ للعالمین بنا کر بھیجا ہے، اس میں اشارہ ہے کہ اے میرے بندو! جس جس ذرّہ کا میں رب ہوں، اسی اسی ذرّے کے لئے میں نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رحمت بنا کر بھیجا ہے، کیا ٹھکانہ ہوگا اس رحمت کا!

دیکھ کر اخلاق کو اور آپ کے الطاف کو
غیر بھی کہتے ہیں تم ہو رحمۃٌ للعالمیں
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

غیر اگر آج بھی سیرتِ طیبہ کو دیکھیں اور انصاف کی نظر سے دیکھیں، تعصّب کی نظر سے نہیں بلکہ خالیُ الذہن ہوکر، حق کی تلاش میں، تو بہت جلد اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ آمنہ کا یتیم لال صرف قریشیوں کے لئے نہیں، صرف مکّہ میں رہنے والوں کے لئے نہیں، صرف حجاز میں رہنے والوں کے لئے نہیں، صرف عربوں کے لئے

نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لئے، بلکہ پوری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

احسانِ عظیم

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس عظیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وابستگی عطا فرما کر کتنا بڑا احسان فرمایا! اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں، اگر وہ چاہتے تو کسی غیر مسلم کے گھر میں پیدا کرتے، اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ مؤمن کے گھر میں پیدا کیا اور ایمان سے سرفراز کیا، اگر چاہتے تو ہمیں مؤمن بناتے مگر آدم علیہ السلام کی اُمّت کا مؤمن بناتے، عیسیٰ علیہ السلام کی اُمّت کا مؤمن بناتے، کسی اور نبی کی اُمّت کا مؤمن بناتے، لیکن نہیں، بغیر استحقاق کے، ہمارے مانگے بغیر اللہ تعالیٰ نے ہمیں جنابِ محمدٌ رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہترین اُمّت کا فرد بنایا۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

تم لوگ بہترین اُمّت ہو جو لوگوں کے نفع کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے 'بہترین اُمّت' کا لقب ملا، یہ کتنی بڑی نعمت ہے، کتنی بڑی سعادت ہے!

کیوں نہ پائے تیری اُمّت خیرِ اُمّت کا خطاب
تو ہے جب خیرُ البشر، خیرُ الرّسل، خیرُ الانام
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بغیر استحقاق کے، بغیر ہماری کوشش کے، بغیر ہماری کسی درخواست کے اللہ تعالیٰ

نے محض اپنے لطف وکرم سے ہمیں جنابِ محمدٌ رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اُمّت کا ایک فرد بنایا، یہ بھی کتنی بڑی نعمت ہے! اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ۔

نعمت کا حق

عزیزو! جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کسی بندے پر کوئی نعمت نچھاور ہوتی ہے تو اس نعمت کا حق ہوتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ بندہ اس نعمت کا شکر ادا کرے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے وابستگی عطا فرمائی اور ان کی اُمّت میں شامل فرمایا، یہ بہت بڑی نعمت ہے، لہٰذا ہمیں اس نعمت پر شکر کر کے اس کا حق ادا کرنا چاہئے، اور شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اس نعمت کے جتنے تقاضے ہیں ان کو پورا کیا جائے، جنابِ محمدٌ رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے تعلّق کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کی زندگی کو پڑھیں، ان کی life (زندگی) کا مطالعہ کریں، ان کی تعلیمات کو سیکھیں اور اپنی زندگیوں کو ان سے آراستہ کریں، اگر ہم نے اس کام کو اپنا مقصد بنایا تو ان شاء اللہ دونوں جہان میں کامیابی حاصل ہوگی۔

سنّت کا مطلب

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیمات کو سیکھنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیمات میں زندگی گزارنے کا جو طریقہ ملتا ہے اس کو اختیار کرنا ہے، یہ کامیابی کا راستہ ہے، دیکھو! طریقہ کہہ رہا ہوں نہ کہ سنّت، اس لئے کہ ہماری بات چیت میں جب سنّت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو ہمارا ذہن صرف چند معروف سنّتوں کی طرف جاتا ہے، جیسے کھانے کی سنّتیں، سونے کی سنّتیں، پینے کی سنّتیں وغیرہ، سنّت کے معنی ہیں اللہ کے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ اور طریقے کا مطلب ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ وقت کی نمازیں پڑھتے تھے تو ہمیں بھی یہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے، اور مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے تو ہمیں بھی مسجد میں پڑھنی چاہئے، یہ ہے سنّت کا مفہوم کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا جو بھی عمل ہو، چاہے فرض ہو، واجب ہو، سنّت ہو یا مستحب، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں سے جتنے احکام ظاہری جسم سے تعلّق رکھنے والے ہیں وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے اور جو دل سے تعلّق رکھنے والے ہیں؛ مثال کے طور پر حسد مت کرو، کینہ مت رکھو، کسی سے بغض نہ رکھو، یہ باطن کے جتنے احکام ہیں وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے، اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوا ہے کہ تم اپنے ظاہر کو بھی میرے نبی جیسا بناؤ اور اپنے باطن کو بھی میرے نبی جیسا بناؤ۔

محبوبِ الٰہی بننے کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے محبوب ہیں کہ جو شخص بھی اپنا ظاہر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہر جیسا اور اپنا باطن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطن جیسا بنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی محبوب بنا لیتے ہیں۔

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾

(اٰل عمران: ۳۱)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو (اپنے اس دعوے میں سچائی دکھانے کے لئے) میری اتبّاع کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

میں پانچ وقت کی نمازیں اہتمام کے ساتھ جماعت سے پڑھتا ہوں، تم بھی پڑھو، میں زکوٰۃ ادا کرتا ہوں، تم بھی ادا کرو، میں حج کرتا ہوں، تم بھی کرو، میں روزے رکھتا ہوں، تم بھی رکھو، اسی طرح باقی تمام عبادات کا بھی اہتمام کرو، اور پھر عبادات میں بھی اور معاشرت، معاملات اور اخلاق میں بھی، وہ طریقہ اپناؤ جو میرا ہے، ہر چیز، خواہ ظاہر سے تعلّق رکھتی ہو یا باطن سے، اس میں میری نقل کرو، میری اتّباع کرو، میری چال چلو، جب تم اپنے تمام امور کو میرے طریقہ کے مطابق انجام دینے لگو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنا لے گا، سبحان اللہ! میرے بھائیو! آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کتنی اعلیٰ ہے کہ اس کے مطابق زندگی گزارنے والا بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم ہوا کہ اس نے ہمیں اس عظیم ہستی کی مبارک زندگی کے مطابق زندگی گزارنے کا حکم فرمایا تاکہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوجائیں، اور اس کے نتیجے میں ہر مخلوق کے محبوب ہوجائیں۔

موجودہ مسائل کا حل

اس وقت پوری دنیا میں جو مسائل ہیں ان کا آسان حل یہ ہے کہ ہم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر آجائیں، بلکہ یہی ایک حل ہے، میرے بھائیو! اس کے سوا دوسرا کوئی حل نہیں ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کو اپنی زندگی کے ہر شعبے میں لاؤ، عقائد بھی ان کے جیسے ہوں، عبادات بھی ان کے طریقے پر ہوں، اخلاقِ حسنہ بھی ویسے ہوں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے، معاشرت اور معاملات بھی بالکل ان کی تعلیمات کے مطابق ہوں، اگر ہماری زندگی میں سیرت طیبہ سو فیصد آگئ تو میرے بھائیو، ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو جائیں گے، اور جب ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب

ہو جائیں گے تو سب کے محبوب ہو جائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا نَادٰى جِبْرِيْلَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهٗ

جب اللہ کسی کو محبوب بنالیتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو ندا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس کو محبوب بنالے۔

حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے یہ ارشاد ہوتے ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نزدیک وہ محبوب ہو جاتا ہے، اب وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھی محبوب اور جبرئیل علیہ السلام کی نظر میں بھی محبوب، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ

بیشک اللہ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں، تم سب بھی اس سے محبت کرو۔

اعلان ہوتے ہی آسمان والوں کے نزدیک بھی وہ محبوب ہو جاتا ہے۔

ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِيْ الْأَرْضِ[1]

اس کے بعد زمین پر اسے مقبولیتِ عامّہ عطا کی جاتی ہے، اب ہر چیز اس سے محبت کرتی ہے۔

مخلوق میں محبوب بننے کا طریقہ

اگر ہماری یہ چاہت ہے کہ دنیا کے بسنے والے انسان ہمیں نفرت اور دشمنی کی نظر

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب المقة من الله، ح(٦٠٤٥)

سے نہ دیکھیں بلکہ محبت کی نظر سے دیکھیں تو میرے بھائیو، اس کا طریقہ یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جائیں، اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو گئے تو automatically (خود بخود) حضرت جبرئیل علیہ السلام کے محبوب، تمام فرشتوں کے محبوب، اور اس روئے زمین پر جتنی مخلوقات ہیں ان سب کے محبوب، ہر ایک کا محبوب بننے کا طریقہ یہی ہے کہ ہم پہلے اللہ تعالیٰ کے محبوب بنیں، اور اس کا طریقہ قرآن نے یہ بتلایا ہے کہ تم اپنی زندگی کو میرے نبی کی زندگی جیسی بنالو تو میں تمہیں محبوب بنالوں گا۔

ہمارے اسلاف کا اتّباعِ سنّت کا جذبہ

ہمارے اسلاف کو محبوبیتِ عامّہ و تامّہ حاصل تھی اس لئے کہ انہوں نے اپنی زندگیوں کو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سنّتوں سے آراستہ کیا تھا، وہ اتّباعِ سنّت میں حدِّ کمال کو پہنچے، ان کے حیرت انگیز واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتّباع سے کتنا لگاؤ تھا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور اتّباعِ سنّت

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند کی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے حضرت سے پوچھا کہ فلاں عمل میں سنّت طریقہ کیا ہے؟ یہ حضرات سنّت طریقے کے بارے میں بار بار پوچھتے تھے، یہ ان حضرات کا دلچسپ مشغلہ تھا، ان کی چاہت یہ ہوتی تھی کہ ہماری زندگی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی جیسی ہو جائے، تو حضرت سے پوچھا کہ اس عمل میں سنّت طریقہ کیا ہے؟ حضرت مولانا کو معلوم تھا کہ یہ صاحب حضرت

گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے ہیں، لہٰذا اُن ہی سے پوچھا کہ آپ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا عمل کیا دیکھا؟ عرض کیا کہ اس طرح دیکھا۔ حضرت نے فرمایا کہ بس، یہی سنّت ہے۔[۱] حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے بارے میں پورا اعتماد تھا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہر کام سنّت کے مطابق ہی ہوگا، کتابوں میں دیکھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا اتّباعِ سنّت

حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ، حضرت ڈاکٹر اسماعیل میمن صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ وفات سے چند روز پہلے کی بات ہے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ وضوء فرمارہے تھے، چونکہ بیماری میں شدّت آگئی تھی اس لئے خدّام پر کافی اثر تھا، وضوء کراتے ہوئے کلّی سے فراغت پر ناک میں پانی ڈالنا شروع کیا اور مسواک کرانا بھول گئے، مگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اتّباعِ سنّت میں گزرا تھا وہ مرض الوفات میں بھی اس سلسلے میں اتنے باہوش تھے کہ اپنے خدّام کو متوجّہ کیا کہ بھائی! مسواک کی سنّت رہ گئی ہے۔ میرے عزیزو! جو حضرات مستحبّات اور سنّتوں کا اس قدر اہتمام کرنے والے تھے انہوں نے فرائض اور واجبات کا کتنا اہتمام کیا ہوگا۔

آج طے کرلو.....

میرے بھائیو! ان حضرات کا اتّباعِ سنّت کا جذبہ دیکھئے کہ مرض الوفات میں بھی

---

[۱] اصلاحی تقریریں: ۷/ ۲۰۷

انہوں نے سنّتوں کا اہتمام نہیں چھوڑا اور ہم لوگ عافیت کی حالت میں بھی آسان آسان سنّتوں پر عمل نہیں کر سکتے، ہمیں چاہئے کہ ہم بھی ان حضرات کی طرح اپنے آپ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات سے کامل طور پر وابستہ کریں اس لئے کہ جنّت کا راستہ یہی ہے۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنّت کے راستے
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اگر جنّت کا ارادہ ہے تم تمام ہی کا
تو گلے میں طوق ڈال دو محمد کی غلامی کا
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

میرے بھائیو! بس آج یہ طے کرلو کہ زندگی جنابِ محمدؐ رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے کے مطابق گزرے گی، اگر زندگی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے کے مطابق گزری تو ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوجائیں گے، اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو گئے تو جبرئیل علیہ السلام کے محبوب، تمام فرشتوں کے محبوب اور تمام مخلوق کے محبوب، اور جب اللہ تعالیٰ پوری انسانیت کی نظر میں محبوب بنا دے گا تو پھر میرے بھائیو، ایک انقلاب پیدا ہوگا، دنیا کے لوگ جو اس وقت ہمیں نفرت اور عداوت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں وہ محبت کرنے پر مجبور ہوجائیں گے۔

ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، ان کی اصلاح کی فکر کی ضرورت ہے، جب اعمال اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے کے مطابق

ہوجائیں گے تو ایک خاص قسم کی برکت کا ظہور ہوگا جس سے دنیا اور آخرت کے مسائل حل ہوں گے، اس لئے اس وقت اس بات کی طرف توجّہ کرنے کی خوب ضرورت ہے، اگر ہم آج اس سیرتُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسے سے یہ جذبہ لے کر اُٹھیں کہ ہمیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو سیکھنا ہے اور ان پر عمل کرنا ہے، تمام فرائض، واجبات، سنن اور مستحبّات کو اپنی زندگیوں میں لانا ہے تو میرے بھائیو، کامیابی ہمارے قدموں کو چومے گی۔

ذلّت سے نکلنے کا واحد راستہ

میں اپنی بات کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر ختم کرتا ہوں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے تھے:

إِنَّا كُنَّا أَذَلَّ قَوْمٍ، فَأَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ، فَمَهْمَا نَطْلُبُ الْعِزَّةَ بِغَيْرِ مَا أَعَزَّنَا اللّٰهُ بِهٖ أَذَلَّنَا اللّٰهُ[1]

ہم بہت ذلیل لوگ تھے، ہمیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی تعلیمات کی برکت سے عزّت عطا فرمائی، جب تک ہم عزّت کو تلاش کرتے رہیں گے ان تعلیمات کو چھوڑ کر جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے عزّت دی ہے، اس وقت تک اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل ہی رکھے گا۔

ہم ذلیل تھے، اتنے ذلیل تھے کہ اس زمانے کی Superpowers (سُپر طاقتیں)، ایران اور رُوم بھی ہم پر حکومت کرنے کے لئے تیار نہیں تھیں، مگر اللہ تعالیٰ

---

[1] المستدرك للحاكم، كتاب الإيمان، ح(۲۰۸)

نے عزّت عطا فرمائی، کس چیز سے؟ اسلام سے، جنابِ محمدٌ رّسول اللہ ﷺ کے طریقے سے، جب تک ہم اس عزّت والے طریقے کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں میں عزّت تلاش کرتے رہیں گے، تب تک اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل ہی رکھے گا، میرے بھائیو! یہ بات ذہن میں اچھی طرح بٹھالو کہ ذلّت سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے؛ جنابِ محمدٌ رّسول اللہ ﷺ سے کامل وابستگی۔

سیرتِ طیبہ کو عام کرو

آج کل میں ہر جگہ ہر شخص کو ایک بات کی خاص تاکید کررہا ہوں کہ سیرتِ پاک کا خوب مطالعہ کیجئے! سیرتُ النبی ﷺ پر اچھی اچھی کتابیں معتبر علماءِ کرام کی لکھی ہوئی اردو میں، انگریزی میں، گجراتی میں ملتی ہیں، انہیں حاصل کریں، پڑھیں اور نبوی اخلاق کو اپنی زندگی میں لائیں، اور جب کبھی جہاں کہیں مسلمانوں میں یا غیر مسلموں میں اس بہترین سیرت کے تذکرے کا موقع ملے ضرور کریں، موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں، اللہ تعالیٰ مجھے، آپ کو اور پوری اُمّت کو عمل کی خوب توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

ماٰخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل، مصر
۲	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار التأصيل، مصر
۳	المستدرك للحاكم	الإمام الحاكم	دار التأصيل، مصر
۴	المعجم الأوسط	الإمام الطبراني	دار الحرمين، القاهرة
۵	كنز العمّال	العلّامة علي المتقي الهندي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۶	جامع بيان العلم وفضله	الإمام ابن عبد البر الأندلسي	دار ابن الجوزي، الدمام
۷	اصلاحی تقریریں	حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی	بیت العلوم، لاہور

تھکی ہے فکرِ رساں، مدح باقی ہے
اور قلم ہے آبلہ پا، مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا، مدح باقی ہے
اور ورق تمام ہوا، مدح باقی ہے
(حفیظ تائب)

قرآن: ایک عظیم الشان معجزہ

تفصیلات

وعظ کا نام	:	قرآن: ایک عظیم الشان معجزہ
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ مطابق مارچ ۲۰۰۹ء
مقامِ وعظ	:	اسلامک تربیۃ اکیڈمی، دیوزبری، یوکے

فہرست

قرآن: ایک عظیم الشان معجزہ ۹۹
ختمِ قرآن: ایک بابرکت موقع ۱۰۰
قرآن کی حفاظت کا وعدہ ۱۰۱
قرآن کا چیلنج (challenge) ۱۰۲
علّامہ طنطاوی اور غیر مسلم اسکالرز ۱۰۵
قرآنِ مجید کے کلامِ الٰہی ہونے کی دلیل ۱۰۶
غیر مسلموں کا اعتراف ۱۰۷
مامون رشید کا ایک واقعہ ۱۰۷
دعوت الی اللہ کا اثر کب ہوگا؟ ۱۰۸
حفظِ قرآن کا نہ ختم ہونے والا شوق ۱۱۰
قرآن کا ایک اور معجزانہ پہلو ۱۱۱
قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ اور قرآن سے شغف ۱۱۲
بچپن میں حفظِ قرآن ۱۱۳
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا حفظِ قرآن ۱۱۴
عورتوں کا حفظِ قرآن ۱۱۵
قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قرآنِ مجید سے لگاؤ ۱۱۵
قرآن کے حفّاظ بڑے خوش قسمت لوگ ہیں ۱۱۶
قرآن کے حقوق ۱۱۷

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور عظمتِ قرآن ۱۱۸
اہلِ علم کا احترام ۱۱۹
علماء سے بغض رکھنے والوں کی اولاد علم سے محروم ۱۲۰
ماٰخذ و مراجع ۱۲۳

مسلمان کی ہر بیماری کا علاج

مفتیٔ اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج جتنی مصیبتیں مسلمانوں پر نازل ہورہی ہیں، اصل بات یہی ہے کہ قرآن کو چھوڑنے سے آرہی ہیں، جب تک مسلمان نے قرآن کو پڑھا، اس کو سمجھا، اس پر عمل کیا، بس ترقّی کرتے چلے گئے، اخلاق ہو، سیاست ہو، معاش ہو، سارے کے سارے شعبے قرآن سے متعلّق ہیں، اور مسلمان کی ہر بیماری کا علاج قرآنِ پاک ہے۔

(مجالسِ مفتیٔ اعظم، ص: ۱۰۳)

قرآن: ایک عظیم الشان معجزہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ (الحجر:۹) صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

اس مجمع میں اربابِ علم وفضل تشریف فرما ہیں، اور میں ایک طالبِ علم ہوں اور ان حضرات سے علم وعمل میں بہت چھوٹا ہوں اس لئے طبیعت محجوب ہو رہی ہے اور ایک قسم کا بوجھ محسوس ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ بزرگوں سے سنی ہوئی اور ان کی کتابوں میں پڑھی ہوئی ایسی باتیں کہنے کی توفیق عطا فرمائیں جو میرے لئے بھی نافع ہوں، تمام حاضرین کے لئے بھی نافع ہوں اور سب کے لئے نجات کا ذریعہ ہوں۔ (آمین)

ختمِ قرآن: ایک بابرکت موقع

یہ تکمیلِ حفظِ قرآن کی مجلس ہے، اور جیسا کہ مجھ سے پہلے مولانا عبد الاوّل صاحب اور شیخ الحدیث مولانا محمد ایوب صاحب مدّظلّہم العالی نے بھی اس کی طرف متوجّہ فرمایا کہ یہ مجلس بڑی بابرکت مجلس ہے، حق تعالیٰ شانُہٗ کا ہم پر فضل واحسان ہوا کہ ہمیں اس میں شرکت کا موقع نصیب ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا جب قرآن ختم ہوتا تھا تو اپنے اہلِ خانہ کو جمع کرتے تھے اور دعا کرتے تھے۔[1] حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیث بھی روایت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَهٗ عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ وَشَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ[2]

ختمِ قرآن کے موقع پر دعا قبول ہوتی ہے اور ختم کرنے والے کو جنّت میں ایک درخت دیا جاتا ہے۔

حبیب بن ابی عَمرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص قرآن ختم کرتا ہے تو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر فرشتہ بوسہ دیتا ہے۔[3]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ خَتَمَ الْقُرْآنَ اَوَّلَ النَّهَارِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَمَنْ خَتَمَهٗ آخِرَ النَّهَارِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ

---

[1] سنن الدارمي، كتاب فضائل القرآن، باب في ختم القرآن، ح(۳۵۰۱)

[2] شعب الإيمان، باب تعظيم القرآن، ح(۲۰۸۶)

[3] شعب الإيمان، باب تعظيم القرآن، ح(۲۰۷۴)

حَتّٰی یُصْبِحَ[1]
جو شخص قرآن کو شروع دن میں ختم کرتا ہے تو فرشتے مغرب تک اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور جو شخص رات میں ختم کرتا ہے تو اس کے لئے فرشتے صبح تک دعا کرتے ہیں۔

لہٰذا یہ مجلس بڑی بابرکت ہے اور یہ حق تعالیٰ شانُہ کا فضل ہوا کہ انہوں نے ہمیں شرکت کا موقع نصیب فرمایا، اللہ تعالیٰ اسے ہم سب کے لئے مغفرت کا اور زندگی میں تبدیلی کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

قرآن کی حفاظت کا وعدہ

خطبے میں جس آیتِ کریمہ کی تلاوت کی سعادت نصیب ہوئی اس میں حق تعالیٰ شانُہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر:۹)
بیشک ہم ہی نے اس ذکر یعنی قرآنِ مجید کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ اور نگہبان ہیں۔

اس آیت میں دعویٰ بھی ہے اور دلیل بھی، ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ دعویٰ ہے کہ یہ قرآن ہمارا کلام ہے اور ہمارا نازل کردہ ہے، آگے ﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ اس کی دلیل ہے کہ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، جب سے یہ قرآن نازل ہوا ہے اس وقت سے لے کر قیامت کی صبح تک اس کے الفاظ اور اس کے معانی کی ہم حفاظت کریں گے، اس میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی فرق نہیں آئے گا۔

---

[1] حلية الأولياء: ۲۶/۵

﴿لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾

(حٰم السجدۃ: ۴۲)

جھوٹ اور باطل نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتا ہے نہ پیچھے کی طرف سے۔

مطلب یہ ہے کہ شیطان اور اس کے چیلے اس کتاب میں کسی قسم کا تصرّف نہیں کر سکتے، نہ الفاظ میں کمی بیشی کر سکتے ہیں نہ معانی میں تحریف، اللہ تعالیٰ کاتبوں سے اس کتاب کے رسم الخط کی حفاظت کروا رہے ہیں، حافظوں سے الفاظ کی حفاظت کروا رہے ہیں، قاریوں سے الفاظ کی صحیح ادائیگی کی حفاظت کروا رہے ہیں، اور علماء، مفسّرین، محدّثین اور فقہاء سے اس کے معانی کی حفاظت کروا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی نے قرآن کو اتارا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی حفاظت فرما رہے ہیں، آیت کا دوسرا حصّہ شروع میں کئے ہوئے دعوے کے لئے دلیل ہے۔

قرآن کا چیلنج (challenge)

دعویٰ یہ ہے کہ یہ قرآن ہمارا کلام ہے اور اسے ہم ہی نے نازل کیا ہے، اس دعوے پر قرآنِ مجید میں دو بڑی دلیلیں ہیں، پہلی دلیل اس کا اعجاز ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ اس کی فصاحت و بلاغت کو دیکھو، اس کی جامعیّت کو دیکھو، اگر تمہیں اس کے کلامِ الٰہی ہونے میں تھوڑا سا بھی شبہ ہے تو پھر ایسی دوسری کتاب تیار کر کے پیش کرو، اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آرہا ہے کہ یہ کتاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تصنیف کی ہے، اور یہ قرآن ان کے ذہن کی اختراع ہے تو مکّہ مکرّمہ میں اِس وقت بڑے فصیح اور بلیغ لوگ رہتے ہیں، ان سے کہو کہ وہ بھی ایسی کوئی

کتاب پیش کریں۔

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾

(بنی اسرائیل: ۸۸)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنّات اس کام کے لئے اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی دوسری کتاب تیار کر کے لائیں تو وہ ایسا نہیں کر سکیں گے، چاہے آپس میں ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ چیلنج دیا کہ اس کتاب کے کلامِ الٰہی ہونے میں تمہیں اگر تھوڑا سا بھی شک ہے تو تم اس جیسی کوئی دوسری کتاب تیار کر کے لے آؤ، اس کی جتنی سورتیں اب تک نازل ہوئی ہیں، اتنی تم بھی پیش کرو، اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کام کر سکتے ہیں تو تم کیوں نہیں کر سکتے؟ مگر اس چیلنج کے سامنے دنیا عاجز تھی، ایسی کتاب پیش کرنے کی کسی میں صلاحیت ہی نہیں تھی، کیسے کرتے؟ آخر یہ اللہ تعالیٰ کا کلام تھا، جب ان کا عجز ظاہر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے دوسرا حکم نازل فرمایا:

﴿قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (هود: ۱۳)

آپ فرما دیجئے کہ تم بھی اس قرآن کی سورتوں جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ اور اپنی مدد کے لئے جن جن غیرُ اللہ کو بلا سکو بلا لو اگر تم سچّے ہو۔

اس میں بھی بیچارے عاجز رہے تو حق تعالیٰ شانہٗ نے ایک اور حکم نازل فرمایا:

﴿قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (یونس:۳۸)

آپ فرما دیجئے کہ تم اس قرآن کی کسی سورت جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ اور اپنی مدد کے لئے جن جن غیرُ اللہ کو بلا سکو بلا لو اگر تم سچّے ہو۔

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ص وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

(البقرۃ: ۲۳)

اور اگر تم شک میں ہو اس کتاب کے بارے میں جو ہم نے ہمارے بندے پر اتاری تو تم اس کی ایک سورت جیسی سورت بنا لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بلا لو اگر تم سچّے ہو۔

اگر دس سورتیں نہیں لا سکتے تو کم از کم ایک سورت ہی سہی، سورۃ الکوثر جیسی ایک چھوٹی سی سورت ہی لے آؤ۔[1]

﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا﴾ (البقرۃ: ۲۴)

پھر اگر تم یہ کام نہ کر سکو اور قیامت تک ہرگز نہ کر سکو گے۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ تم ہرگز نہیں کر سکو گے، قیامت آجائے گی لیکن تم یہ کام انجام نہیں دے سکو گے، اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کے مقابلے کا کلام تیار کرنا مخلوق کے بس میں ہے ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب بات ارشاد فرمائی

---

[1] التفسیر الکبیر: ۱۰۸/۲

کہ تم یہ کام نہ اِس وقت میرے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں کرسکو گے نہ ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد قیامت تک کرسکو گے۔

اس چیلنج کے بعد چودہ سوتیس (۱۴۳۰) سال گزر گئے ہیں، اور ظاہر ہے کہ اس عرصے میں اسلام کے خلاف بے شمار سازشیں ہوئیں، اس لئے یقیناً اس چیلنج پر بھی غور کیا گیا ہوگا اور اس کام کے لئے لوگوں کو تیار کیا گیا ہوگا، لیکن آج تک دنیا عاجز ہے، قرآنِ مجید کی ایک سورت تو کیا، اس کی ایک آیت جیسی دوسری آیت بنانے سے بھی قاصر ہے، چودہ سوتیس (۱۴۳۰) سال سے یہ چیلنج ہے، اللہ اکبر! اِس وقت بھی غیر مسلموں میں عربی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے، عربی زبان کے بڑے بڑے اسکالرز (scholars) موجود ہیں، اور قرآن کا یہ چیلنج آج بھی باقی ہے، مگر کسی میں ہمّت نہیں ہے کہ اسے قبول کر کے قرآن کی کسی آیت کے برابر ایک آیت بھی پیش کر سکے، دنیا آج تک عاجز رہی اور ان شاء اللہ قیامت تک رہے گی، اس لئے کہ قرآن کا اعلان ہے ﴿وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا﴾ تم ہرگز نہیں کرسکو گے۔

علّامہ طنطاوی اور غیر مسلم اسکالرز

ایک مرتبہ علّامہ طنطاوی کی عربی علوم سے دلچسپی رکھنے والے چند غیر مسلم اسکالرز سے ملاقات ہوئی اور قرآنِ مجید کی فصاحت و بلاغت پر گفتگو ہوئی، وہ اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے کہ قرآن فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے معجزہ ہے، علّامہ طنطاوی نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ تو بہت آسان ہے، یہ ایک علمی مسئلہ ہے اور اس کا امتحان ابھی ہوسکتا ہے، میں ایک جملہ بولتا ہوں، آپ حضرات خوب غور کر کے اس کو فصیح و بلیغ عربی میں ادا کریں، وہ جملہ ہے ''جہنّم بے حد وسیع ہے''۔ ان

سب نے خوب غور وفکر کر کے مختلف عبارتیں پیش کیں، جب سب فارغ ہو گئے تو علّامہ نے فرمایا کہ اب سنو کہ قرآنِ مجید جہنّم کی وسعت کن الفاظ میں بیان کر رہا ہے:

﴿يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾

(قٓ:۳۰)

جس دن ہم جہنّم سے (جہنمیوں کو اس میں داخل کرنے کے بعد) کہیں گے کہ کیا تو بھر بھی گئی؟ وہ کہے گی کہ کیا اور کچھ بھی ہے؟

اس کو سن کر سب ششدر رہ گئے اور اعتراف کیا کہ قرآنِ مجید کی فصاحت و بلاغت اور اس کی جامعیّت کا کوئی شخص مقابلہ نہیں کر سکتا۔[۱]

قرآنِ مجید کے کلامِ الٰہی ہونے کی دلیل

تو قرآنِ مجید کے کلامِ الٰہی ہونے کی ایک دلیل اس کا اعجاز ہے کہ اس جیسا کلام تیار کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں، لیکن یہ دلیل صرف اہلِ علم سمجھ سکتے ہیں، عوامُ الناس کی سمجھ سے یہ بالاتر ہے اس لئے کہ انہیں معلوم نہیں کہ فصاحت کیا ہے اور بلاغت کیا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور دلیل ایسی بیان فرمائی جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور وہ یہ ہے:

﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر: ۹)

ہم ہی اس کے محافظ اور نگہبان ہیں۔

یہ قرآن ہمارا کلام ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں، اس میں کوئی شخص کمی یا اضافہ

---

[۱] دین وشریعت، ص:۸۵

نہیں کرسکتا، اس کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے، اگر یہ ہمارا کلام نہ ہوتا تو اب تک اس میں دوسری کتابوں کی طرح تبدیلی آچکی ہوتی، مگر چونکہ یہ ہمارا کلام ہے اس لئے ہم اس کی حفاظت کر رہے ہیں، اسی لئے اس میں اب تک ایک نقطے کا بھی فرق نہیں آیا، چودہ سو سال سے زیادہ مدّت گزر گئی، لیکن اس کے باوجود اس میں ایک زبر یا زیر کا فرق نہیں آیا۔

غیر مسلموں کا اعتراف

اور غیر مسلموں کو بھی اس کا اعتراف ہے، وہ اس بات میں تو کلام کرتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ اگر وہ اس بات کو تسلیم کرلیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو انہیں اسلام قبول کرنا پڑے گا، مگر اس بات کا انہیں بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس کے وجود میں آنے کے وقت سے لے کر آج تک اس میں ایک زیر یا زبر کا بھی فرق نہیں آیا ہے، اگر اتنی مدّت میں ایک شوشے کا بھی فرق نہیں آیا تو یقیناً اس کی حفاظت کوئی ایسی ذات کر رہی ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں، اور وہ اللہ احکمُ الحاکمین کے سوا اور کون ہوسکتا ہے؟

مامون رشید کا ایک واقعہ

مامون رشید کے زمانے کا ایک عجیب واقعہ یاد آگیا، علّامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ مامون کے دربار میں اربابِ علم و فضل کی ایک سالانہ مجلس منعقد ہوتی تھی جس میں مسلم، غیر مسلم سب کو حاضر ہونے کی اجازت تھی اور مختلف علمی عنوانات پر گفتگو ہوتی تھی، اسی قسم کی ایک مجلس میں ایک شخص داخل ہوا، صاف ستھرا، خوبصورت لباس،

خوشبو کی مہک، وہ سلیقے سے داخل ہوا اور سلیقے سے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا، جب گفتگو کی نوبت آئی تو اس نے بڑی فصاحت و بلاغت سے بات کی، مجلس برخواست ہونے پر مامون نے اسے اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ آپ یہودی ہیں؟ اس شخص نے کہا کہ ہاں۔ مامون نے اس کو اسلام کی دعوت دی، مگر وہ یہ کہہ کر چلا گیا کہ میں اپنے باپ دادا کے مذہب پر مطمئن ہوں۔

ایک سال کے بعد اس نے دوبارہ اسی پروگرام میں شرکت کی اور اس مرتبہ فقہ کے موضوع پر بڑی عالمانہ اور فاضلانہ گفتگو کی، مجلس کے بعد مامون نے اس سے کہا کہ تم تو وہی معلوم ہوتے ہو جو گزشتہ سال آئے تھے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ مامون نے کہا کہ تمہارا اسلام لانے کا قصّہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہاں سے جانے کے بعد میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ دنیا میں جو مختلف مذاہب ہیں ان کو پرکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

دعوت الی اللہ کا اثر کب ہوگا؟

دیکھو میرے بھائیو! دعوت الی اللہ کا اثر ہوتا ہے بشرطیکہ نیت اور طریقہ اچھا ہو، دعوت الی اللہ میں تین چیزوں کا درست ہونا بہت ضروری ہے؛ نیت، طریقہ اور بات، حضرت علّامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب حق بات حق طریقے سے اور حق نیت سے کہی جائے گی تو دل پر ضرور اثر کرے گی۔[1]

---

[1] تذکرے، ص: ۲۷۳

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾

(النحل: ۱۲۵)

آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعے بلائیے۔

تو مامون کی دعوت کا اس شخص کے دل پر اثر ہوا، اور اس کو خیال ہوا کہ دنیا میں جو مذاہب رائج ہیں ان کا امتحان لینا چاہیے، اس نے کہا کہ میں نے تورات کے تین بہت عمدہ نسخے تیار کئے، لیکن ہر ایک میں اپنی طرف سے کچھ کمی زیادتی کی اور حذف واضافہ کیا، پھر ان نسخوں کو لے کر میں synagogue (یہودیوں کی عبادت گاہ) میں گیا، وہاں لوگوں نے تینوں نسخے ہاتھوں ہاتھ خرید لئے، اس کے بعد میں نے انجیل کے تین نسخے اسی طرح کمی زیادتی کے ساتھ بہت عمدہ لکھ کر church (گرجا) میں بیچنا چاہا، وہاں بھی لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ خرید لئے، اس کے بعد قرآن کے تین نسخے کمی زیادتی کے ساتھ بہت عمدہ تیار کئے اور مسجد گیا، وہاں عجیب صورتِ حال دیکھی، جو بھی خریدنے کے لئے آتا وہ اس کی صحت کی تحقیق کرتا اور جب کمی زیادتی پاتا تو واپس کر دیتا، میں نے جب یہ دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ اگر کسی کتاب کے ماننے والے اس کی authenticity اور مستند ہونے کی تحقیق کئے بغیر اس کو قبول نہ کرتے ہوں تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ایک غیبی طاقت ہے جو اس کی حفاظت کر رہی ہے، اس حقیقت نے مجھے اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔[1]

---

[1] تفسیر القرطبي: ۱۲/ ۱۸۰

حفظِ قرآن کا نہ ختم ہونے والا شوق

عرض یہ کر رہا تھا کہ اس کتاب کی احکم الحاکمین خود حفاظت کر رہے ہیں، اور اس کام کے لئے ہر دور میں سینکڑوں بچّوں کے دلوں میں حفظِ قرآن کا شوق پیدا کرتے ہیں، میرے بھائیو! والدین اپنی اولاد کو حفظِ قرآن کی رغبت اس لئے دلاتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ اولاد کو حافظ بنانے پر انہیں بھی آخرت میں فائدے حاصل ہوں گے اور ان کی اولاد کو بھی بڑی فضیلتیں حاصل ہوں گی، لیکن دس بارہ سال کا بچّہ ان فوائد اور فضائل کو نہیں سمجھتا، آپ کسی جگہ حفظ کلاس میں چلے جائیں اور طلبہ کو ایک طرف سے پوچھنا شروع کریں کہ بیٹا! آپ حفظ کیوں کر رہے ہیں؟ اکثر بچّے حفظِ قرآن کی فضیلت نہیں بتلا سکیں گے، اس کے باوجود ہزاروں بچّے بڑے شوق سے قرآن یاد کرنے میں مشغول ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ بچّے مشقتیں جھیلتے ہیں، رات دن محنت میں گزارتے ہیں، کھیل کود کو قربان کرتے ہیں، جو اساتذہ محنتی اور فکرمند ہوتے ہیں وہ صبح فجر کے بعد بھی طلبہ کو بلاتے ہیں، اسکول کی چھٹیوں میں فارغ اوقات میں بھی پڑھاتے ہیں، ان سب کے باوجود یہ بچّے حفظ چھوڑنے کا نام نہیں لیتے، سوچو میرے بھائیو! اس نظام کے پیچھے کون سی طاقت کام کر رہی ہے؟ اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کے سوا اور کون ہے جو ان بچّوں کے دلوں میں حفظ کا نہ مٹنے والا شوق پیدا کر کے ان سے اپنے کلام کی حفاظت کروا رہا ہے؟

یہ بھی عجیب بات ہے کہ بہت سے اعمال ایسے ہیں جن کی بڑی بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، لیکن لوگ دوام کے ساتھ ان میں سے کسی پر عمل نہیں کر پاتے، اور یہ

حفظ کرنے والے بچّے تین چار سال تک اس کام میں برابر مشغول رہتے ہیں جب کہ ان کو اس عمل کی فضیلت تک معلوم نہیں ہوتی، ان کے دلوں میں یہ شوق کون پیدا کرتا ہے اور کون باقی رکھتا ہے؟

مسلمانو نہ گھبراؤ، خدا کی شان باقی ہے
ابھی اسلام زندہ ہے، ابھی قرآن باقی ہے

انگلینڈ (England) کے اس لادینیت اور عیش پرستی کے ماحول میں ہمارے بچّے جم کر پڑھ رہے ہیں اور قرآن کو یاد کر رہے ہیں، کسی بھی مدرسے میں چلے جاؤ، آپ کو یہ سننے کو نہیں ملے گا کہ ہمارے یہاں پہلے حفظ کی چھ کلاس تھیں اب پانچ ہو گئیں، بلکہ تقریباً ہر مکتب میں waiting list (داخلے کے منتظر طلبہ کی فہرست) ہوتی ہے، والدین شکایت کرتے ہیں کہ ہمارے بچّے کو کسی مدرسے میں حفظ کے لئے جگہ نہیں مل رہی ہے۔

قرآن کا ایک اور معجزانہ پہلو

اور پھر یہ بچّے ایک ایسی کتاب کو یاد کرتے ہیں جسے وہ سمجھتے نہیں، آپ کو پوری دنیا میں ایسی مثال نہیں ملے گی کہ طلبہ کوئی ایسی کتاب یاد کر رہے ہوں جس کو وہ سمجھ نہ رہے ہوں، کسی پنجابی بچّے کو گجراتی کا ایک مضمون دے دو اور کہو کہ اس کو سمجھے بغیر پڑھنا سیکھو، گجراتی alphabets (حروف) سیکھ کر گجراتی پڑھنا سیکھو اور سمجھے بغیر پڑھ کر سناؤ، وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا، کسی کو انگریزی کے حروفِ تہجّی سکھا دو اور کہو کہ سمجھے بغیر انگریزی پڑھنا سیکھو، وہ نہیں پڑھ سکے گا، یہ صرف کلامِ پاک کی خصوصیت

ہے کہ لاکھوں انسان بغیر سمجھے اسے پڑھ لیتے ہیں اور یاد کر لیتے ہیں، اور وہ بھی اتنا صحیح اور صاف ستھرا کہ پتا نہیں چلتا کہ پڑھنے والے عربی ہیں یا عجمی۔

قرآن کا یہ بھی معجزہ ہے کہ وہ پورا یاد ہو جاتا ہے اور مرتے دم تک یاد رہتا ہے، حفّاظ اَلْحَمْدُ سے لے کر وَالنَّاسِ تک پورا قرآن سنانے کی قدرت رکھتے ہیں، آج بھی درجنوں حفّاظ ایسے ملیں گے جو ایک مجلس میں پورا قرآن سنا دیں، اور جسے پورا قرآن یاد نہ ہو وہ حافظ ہی کیا ہوا۔

قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ اور قرآن سے شغف

حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، دس سال کی عمر میں قرآنِ کریم حفظ کر لینے کے بعد روزانہ تقریباً پورا قرآن اپنے استاذ کو سناتے تھے۔[۱] جوانی میں تہجد کی نماز میں تقریباً آٹھ پارے کی تلاوت کا معمول تھا۔[۲] طالبِ علمی کے زمانے میں آپ کا روزانہ پندرہ پاروں کی تلاوت کا معمول تھا۔[۳] آپ فرماتے تھے کہ جو شخص ایک مجلس میں اَلْحَمْدُ سے وَالنَّاسِ تک بغیر غلطی کے نہیں پڑھ سکتا اسے یہ حق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو حافظ کہلوائے۔ اگر کسی نے ان کے سامنے ذکر کر دیا کہ میں حافظ ہوں تو فوراً امتحان لینا شروع کر دیتے۔[۴]

---

[۱] تذکرۃ الشیخین، ص: ۲۰۲،۱۴۲، ۲۱۶

[۲] تذکرۃ الشیخین، ص: ۲۱۰

[۳] تذکرۃ الشیخین، ص: ۲۱۶

[۴] تذکرۃ الشیخین، ص: ۳۶۱

میں نے اپنے محبوب حضرت، حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ ایک مرتبہ قاری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے، عشاء کے بعد وضوء فرمایا اور کہنے لگے کہ میں دو رکعات تحیّۃ الوضوء پڑھ لیتا ہوں۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اقتداء کی نیت سے شریک ہو گئے، قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے آرام سے تحیّۃ الوضوء کی نماز ادا کی اور دس پارے کی تلاوت فرمائی۔

بچپن میں حفظِ قرآن

یہ بھی قرآن کا معجزہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچّوں کو بھی قرآن یاد ہو جاتا ہے اور بوڑھوں کو بھی، ایک عالم گزرے ہیں، ابن اللَّبّان رحمۃ اللہ علیہ، انہوں نے ایک سال میں قرآن حفظ کیا، اور ان کی اس وقت عمر پانچ سال تھی؛ چار سال کی عمر میں شروع کر کے پانچ سال کی عمر میں ختم کیا۔[1] بخاری شریف کے شارح، حافظ ابن حَجر العَسقَلانی رحمۃ اللہ علیہ نو سال کی عمر میں قرآن کے حافظ ہو گئے اور بارہ سال کی عمر میں انہوں نے مسجدِ حرام میں لوگوں کو تراویح پڑھائی۔[2] چشتی سلسلے کے ایک بزرگ، خواجہ حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ سات سال کی عمر میں ساتوں قراءتوں کے حافظ ہو چکے تھے۔[3] قراءتِ سبعہ پڑھنے میں کتنی محنت کرنی پڑتی ہے وہ آپ کسی قاری صاحب سے پوچھئے، لیکن وہ سات سال کی عمر میں حافظ ہو گئے اور وہ بھی ساتوں قراءتوں کے، علّامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ رنگون میں ایک چار سالہ لڑکی کو

---

[1] تاریخ بغداد: ۳۷۶/۱۱

[2] الجواهر والدرر في ترجمة شيخ الإسلام ابن حجر: ۱۲۱/۱

[3] تاریخِ مشائخِ چشت، ص: ۱۴۵

دیکھا جس کے بارے میں اس کے والد کا دعویٰ تھا کہ وہ مادرزاد حافظہ ہے، حفّاظ اس کے پاس آتے اور اس کا امتحان لیتے کہ بیٹی! فلاں جگہ سے پڑھو! وہ فر فر سناتی۔[۱]

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا حفظِ قرآن

قرآن حفظ کرنے کی مدّت عموماً تین سال ہے، مگر یہ بھی قرآن کا معجزہ ہے کہ اتنی ضخیم کتاب چند ہی دنوں میں یاد ہو جاتی ہے، مشہور محدّث، امام ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اسّی (۸۰) دن میں پورا قرآن حفظ کر لیا۔[۲] امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ تو اس سے بھی زیادہ عجیب ہے، جب وہ فقہ کا علم حاصل کرنے کے لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے، تو چونکہ داخلے کے لئے قرآن کا ازبر یاد ہونا ضروری تھا اس لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے قرآنِ مجید اچھی طرح یاد کرلو پھر علمِ فقہ کے لئے آنا۔ ان کے دل میں حصولِ علم کا شوق تھا اس لئے حفظِ قرآن میں مشغول ہو گئے، ایک ہی ہفتے میں اپنے والد کے ساتھ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اطّلاع دی کہ میں نے قرآنِ کریم حفظ کر لیا ہے اور اچھی طرح مستحضر بھی ہے۔[۳]

نہ ہو اسلام کیوں ممتاز دنیا بھر کے دینوں میں
وہاں مذہب کتابوں میں یہاں قرآن سینوں میں

---

[۱] تحفۂ حفّاظ، ص:۱۶۹

[۲] تذکرۃ الحفّاظ: ۱/۱۳۷

[۳] بلوغ الأماني، ص:۱۰

عورتوں کا حفظِ قرآن

مردوں کی طرح بے شمار عورتوں نے بھی قرآنِ پاک کی خدمت کی ہے، ہارون رشید کی بیوی، زبیدہ کی سو باندیاں تھیں، اور وہ سب قرآن کی حافظہ تھیں، محل میں کام کرتے ہوئے قرآنِ مجید کی تلاوت کرتی رہتی تھیں، جب کوئی نیا مہمان محل میں آتا تو اس کو ایسا محسوس ہوتا کہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہے۔[1]

قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قرآنِ مجید سے لگاؤ

میں نے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ قرآنِ مجید کے معجزہ ہونے کی ایک نشانی تھے۔[2] بچپن ہی سے قرآنِ مجید سے ایسی مناسبت تھی کے اپنے مستقبل کے استاذ، سید القراء قاری مُحیِی الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو تراویح میں لقمہ دیا کرتے تھے، قرآنِ مجید اتنا یاد تھا کہ قرآن کو آگے سے پڑھنے کی طرح پیچھے سے بھی پڑھ سکتے تھے، یعنی آخری آیت پہلے پڑھتے، پھر اس سے پہلے والی، پھر اس سے پہلے والی۔[3] اگر کوئی شخص ان سے سوال کرتا کہ قرآن میں حرفِ لام کتنی جگہ آیا ہے یا فلاں سورت میں کتنے رکوع ہیں یا فلاں آیت سے سورت کے اخیر تک کتنی آیتیں ہیں تو وہ فوراً بتلا دیتے۔[4] قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرآن کی آیات کے صرف آخری کلمات کو

---

[1] البدایة والنهایة: ۱۱/ ۵۷

[2] نقوشِ رفتگاں، ص: ۲۴۲

[3] تحفۂ حفّاظ، ص: ۱۷۰

[4] تحفۂ حفّاظ، ص: ۱۷۱

قرآن کے شروع سے اخیر تک روانی کے ساتھ پڑھ لیتے تھے، الْعٰلَمِیْنَ، الرَّحِیْمِ، الدِّیْنِ، نَسْتَعِیْنُ، قرآن کے اخیر تک۔[۱]

رمضانُ المبارک کی راتوں میں سحری تک آپ نماز میں روزانہ تقریباً دس پارے تجوید کے ساتھ پڑھتے، اس طرح تین دن میں قرآن ختم ہوتا، پورے رمضان میں دس قرآن دس قراءتوں میں ختم فرماتے۔[۲] قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت کم سوتے تھے اس لئے کبھی قرآن پڑھتے پڑھتے اونگھ آجاتی تھی، لیکن بیدار ہونے پر جس لفظ پر اونگھ آگئی تھی اسی سے شروع فرماتے، اس کے خلاف کبھی دیکھا نہیں گیا۔[۳]

میرے بھائیو! میں یہ عرض کررہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ میں جو دعویٰ پیش کیا اسے ﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ کی دلیل سے ثابت کیا، اللہ تعالیٰ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حفاظتِ قرآن کا جو انتظام چودہ سو سال سے پوری دنیا میں چل رہا ہے، ایسا انتظام مخلوق کے بس میں نہیں ہے، یہ انتظام میں ہی کررہا ہوں۔

قرآن کے حفّاظ بڑے خوش قسمت لوگ ہیں

یہ طلبہ جو آج حفظِ قرآن کی تکمیل کررہے ہیں، کتنے خوش قسمت ہیں! وہ لوگ جو قرآن حفظ کرنے کی سعادت سے محروم ہیں انہیں حسرت ہوتی ہے کہ کاش ہم بھی حافظِ قرآن ہوتے! اور حسرت کیوں نہ ہو جب کہ قرآن حق تعالیٰ شانُہٗ کا کلام ہے، وہ

---

[۱] تحفۂ حفّاظ، ص: ۲۴۴

[۲] تحفۂ حفّاظ، ص: ۲۴۴

[۳] تذکرۃ الشیخین، ص: ۴۷

سینہ کتنا مبارک ہے جو قرآنِ مجید کی چھ ہزار (۶۰۰۰) سے زیادہ آیتوں کا صندوق بن جاتا ہے، جی چاہتا ہے کہ ایسے سینے کو بوسہ دوں۔

قرآن کے حقوق

میرے بھائیو! قرآنِ مجید بڑی عظمتوں والا ہے، بڑی رفعتوں والا اور بڑی فضیلتوں والا ہے، ہمیں یہاں سے اُٹھنے سے پہلے قرآن کے حقوق کے سلسلے میں سوچنے کی ضرورت ہے، یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ قرآن سے متعلّق ہماری کیا ذمہ داری ہے؟ صرف جلسے میں شرکت کر کے بیانات سن کر چلے جانا، یہ کافی نہیں ہے، بلکہ ہمیں چاہئے کہ ہم قرآن کے حقوق کو ادا کرنے والے بن کر عملی طور پر اپنے آپ کو قرآنِ مجید سے وابستہ کریں۔

قرآنِ مجید کے ہم پر کئی حقوق ہیں، ان میں تین بڑے اہم ہیں: پہلا یہ ہے کہ قرآنِ مجید کو روزانہ اہتمام سے تجوید کے ساتھ، صحت کے ساتھ پڑھا جائے، آج یہ طے کرلو کہ روزانہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرنی ہے، ان شاء اللہ ایک پارے کی تلاوت کریں گے، اگر اس کی ہمّت نہیں ہے تو آدھے سے شروع کریں گے، اور اگر آدھا بھی نہیں تو کم از کم پاؤ تو ضرور پڑھیں گے اور بلا ناغہ اہتمام کریں گے، قرآن کی تلاوت کا بڑا نفع ہے، حکیم فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قرآنِ مجید معجونِ مرکّب ہے۔[۱] معجونِ مرکّب کیا ہوتا ہے؟ میں تمہیں انگریزی میں سمجھاتا ہوں، یوں سمجھو کہ اگر درود شریف ایک وٹامن (vitamin) ہے، استغفار دوسرا وٹامن، تسبیح تیسرا وٹامن وغیرہ، اگر یہ سارے الگ الگ وٹامن ہیں تو قرآنِ مجید ملٹی وٹامن

---

[۱] فیضِ ابرار: ۱/ ۸۹

(multivitamin) ہے، جو حضرات تجوید میں کمزور ہیں وہ اس کی تلاوت جاری رکھیں اور ساتھ ساتھ تجوید کی کلاس میں داخلہ لیں اور تجوید کے قواعد سیکھ کر صحت کے ساتھ قرآنِ مجید پڑھنے کی کوشش کریں۔

قرآنِ مجید کا دوسرا حق یہ ہے کہ اس کے پیغام کو سمجھا جائے، مساجد میں حضراتِ علماءِ کرام کے جو دروس ہوتے ہیں ان میں شرکت کریں تاکہ قرآنِ مجید کا پیغام سمجھ سکیں، اور تیسرا حق یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے، میرے بھائیو! قرآنِ مجید کی تجوید اور صحت کے ساتھ تلاوت کرو، علماءِ کرام کی صحبت میں بیٹھ کر قرآنِ مجید کے پیغام کو سمجھو اور ساتھ ساتھ اس پر عمل کرو، یہ ہیں قرآن کے بڑے بڑے تین حقوق، اس کے علاوہ بھی قرآن کی عظمت کے کئی تقاضے ہیں، اس کتاب کی جتنی عظمت اور محبت بڑھتی جائے گی اتنے ہی وہ تقاضے سمجھ میں آتے چلے جائیں گے۔

محبت تجھ کو آدابِ محبت خود سکھا دے گی

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور عظمتِ قرآن

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں بہت خصوصیات تھیں، ان میں سے ایک نمایاں خصوصیت قرآنِ مجید کی عظمت، محبت اور خدمت ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآنِ مجید کے ساتھ ایسا تعلّق عطا فرمایا تھا کہ عقل حیران ہے، وہ ایسی ایسی باتیں بیان فرماتے تھے کہ وہاں تک ہمارا ذہن بھی نہیں جاتا، فرماتے تھے کہ قرآنِ مجید کے جزدان کو کبھی کبھی دھونا چاہیے۔[۱] میرے بھائیو! مہینے بلکہ کئی سال گزر جاتے ہیں، لیکن اس کو دھویا نہیں جاتا، حالانکہ ہم اپنے کپڑوں کو دو تین دن پہن

---

[۱] معارف الابرار، ص: ۲۳

کر اتار دیتے ہیں اور صفائی کی فکر کرتے ہیں، حضرت تاکید فرماتے تھے کہ جزدان کو بھی اسی طرح دھونا چاہیئے۔

اور ادب اور احترام اتنا تھا کہ فرماتے تھے کہ جس پانی سے دھویا جائے اسے gutter (نالی) میں مت جانے دو، اس لئے کہ اس پانی کی نسبت قرآنِ مجید سے ہوگئی ہے، یہ شاہی کلام کے لباس کا پانی ہے اور پیاری چیز ہے۔ فرماتے تھے کہ جزدان کو اس طرح دھوؤ کہ پانی برتن میں محفوظ ہوجائے، اور پھر اس پانی کو دیواروں پر چھڑک دو یا کِیاری میں ڈال دو۔[1] ایسا کرنے سے وہاں کسی کے قدم پڑنے کا بھی اندیشہ نہیں رہے گا۔

محبت تجھ کو آدابِ محبت خود سکھا دے گی

اہلِ علم کا احترام

قرآنِ مجید کے ادب و احترام میں یہ بھی شامل ہے کہ جن کے سینوں میں قرآن یا قرآن کا علم ہے، چاہے وہ عالم ہوں، قاری ہوں یا حافظ ہوں، ان کے ساتھ بھی احترام کا معاملہ کیا جائے، آج کل اس سلسلے میں بڑی غفلت پائی جارہی ہے، بلکہ اب تو بہت سی مجلسوں کا موضوع ہی علماءِ کرام کی غیبت ہوتا ہے، توبہ، توبہ! میرے بھائیو! علماء کی غیبت سے اپنے آپ کو خوب بچاؤ! حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کا قول نقل فرمایا ہے کہ علماء کے گوشت سے پرہیز کرو اس لئے کہ وہ زہریلا ہوتا ہے۔[2] مطلب یہ ہے کہ علماء کی غیبت مت

---

[1] معارف الابرار، ص: ۲۳

[2] ملفوظاتِ فقیہ الاُمّت: ۲/ ۵۸

کرو اس لئے کہ علماء کی غیبت ان کا گوشت کھانا ہے، اور وہ چونکہ زہریلا ہوتا ہے اس لئے روحانی موت کا خطرہ ہے، اس گناہ کی وجہ سے ایمان تک سلب ہوسکتا ہے، عزیزو! اہلِ علم سے محبت رکھو، اگر محبت نہیں کرسکتے تو کم از کم ان کے بغض سے اپنے دلوں کو پاک رکھو۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أُطْلُبُوْا الْعِلْمَ، فَإِنْ عَجَزْتُمْ فَأَحِبُّوْا أَهْلَهُ، فَإِنْ لَمْ تُحِبُّوْهُمْ فَلاَ تُبْغِضُوْهُمْ[1]

طالبِ علم بن جاؤ، اور اگر نہیں تو اہلِ علم سے محبت کرو، اگر یہ بھی نہ کرسکو تو کم از کم ان سے نفرت مت کرو۔

علماء سے بغض رکھنے والوں کی اولاد علم سے محروم

علماء سے بغض رکھنے والے کے گھر میں علم نہیں آتا، اور جو علماء سے محبت رکھتا ہے، چاہے وہ جاہل ہو، دین سے دور ہو، اس کے گھر میں علم آتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی اولاد کو یا اولاد کی اولاد کو علم سے آراستہ کرتے ہیں، میں نے اپنی زندگی میں اسے خوب دیکھا، ۱۹۹۱ء سے اپنی مسجد کے منبر سے لیسٹر والوں سے کہہ رہا ہوں کہ اس حقیقت کو دیکھنے کے لئے تمہیں دور جانے کی ضرورت نہیں، ہمارے علاقے Highfields سے باہر بھی جانے کی ضرورت نہیں، اسی بستی میں دیکھ لیجئے! وہ لوگ جو دین دار سمجھے جاتے ہیں، ان کی شکل وصورت سے دین داری ظاہر ہوتی ہے، مگر وہ علماء کی غیبت کے عادی ہیں، ان کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان سے بغض رکھتے

---

[1] صفة الصفوة: ۱/ ۲۴۰

ہیں، ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود وہ اپنی اولاد کو علم کے راستے پر نہ ڈال سکے، میں آپ سے بھی کہتا ہوں کہ اپنی بستی پر نظر ڈالو! ایسے کئی افراد ہوں گے جن کی شکل سے دین داری ظاہر ہوتی ہے، لیکن علماء سے بغض رکھنے اور ان کی غیبت کرنے کی وجہ سے ان کی اولاد حصولِ علم میں کامیاب نہیں ہوسکی، اور یہ بھی دیکھا گیا کہ اگر ان میں سے کوئی شخص اپنے کسی بچّے کو عالم بنانے میں کامیاب ہو بھی گیا، تو علماء سے بغض کی وجہ سے وہ بچّہ کسی باطل فرقہ کا آلۂ کار بن گیا، کسی غلط کام میں لگ گیا یا دنیا دار ہی رہا، وہ اپنے والدین کے لئے صدقۂ جاریہ نہیں بن سکا۔

میرے بھائیو! اس بات کو کہنا میرے لئے بہت مشکل ہے اس لئے کہ گو میں ایک طالبِ علم ہوں مگر لوگ مجھے عالم سمجھتے ہیں، اس لئے کسی کو خیال آ سکتا ہے کہ یہ اپنے احترام کی بات کر رہا ہے، مگر اس کے باوجود میں یہ بات اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ اِس سے مجھے بہت دکھ ہوتا ہے، اور یہ اس لئے نہیں کہ اس سے علماء کا کوئی نقصان ہے، کسی کی غیبت سے یا مخالفت سے ان کا کیا نقصان ہوگا؟

مصلّٰی ہے ہمارا تختِ شاہی
کسی کی کیا کرے گی کم نگاہی

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾

(المجادلۃ:۱۱)

اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور (ایمان والوں میں خاص طور پر) ان لوگوں کے جن کو علم دیا گیا ہے درجے بلند کر دے گا۔

جن حضرات کی اللہ جلّ شانُہ نے تعریف بیان فرمائی ہو، جن کی تعریف میں اللہ

تعالیٰ کے سب سے افضل نبی، ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم رطبُ اللِّسان ہوں، ان حضرات کو کسی کی تعریف کی کیا ضرورت؟ اور کسی کی گستاخی یا غیبت سے ان کا کیا نقصان ہوگا؟ میرا دل تو اُن لوگوں کے لئے بے چین ہے جو علماء کی غیبت کرکے اپنے ایمان کو، اپنے دین کو اور اپنی آخرت کو خطرے میں ڈالتے ہیں۔

میرے بھائیو! اب ختم کرتا ہوں، قرآن بڑی عظمت والی کتاب ہے؛ اسے پڑھو، سمجھو اور اس پر عمل کرو، اور اہلِ قرآن سے، اہلِ علم سے محبت رکھو اور ان کے ساتھ احترام کے ساتھ پیش آؤ! اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

مسلمانوں کا بہترین راہنما

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآنِ مجید اخلاقی، معاشرتی، تمدّنی، اقتصادی، سیاسی، غرض ہر شعبۂ حیات میں بہترین راہنما ہے، لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کو اس کی تعلیم دیں تاکہ اس کی برکت سے ہم دنیا میں عزّت اور آرام سے زندگی بسر کرسکیں اور آخرت میں عذابِ الٰہی سے نجات پائیں۔

(خطباتِ لاہوری: ۲/ ۹۷)

ماخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	ناشر
۱	شعب الإيمان	الإمام البيهقي	دار الكتب العلمية، بيروت
۲	سنن الدرامي	الإمام الدارمي	دار التأصيل، مصر
۳	حلية الأولياء	الحافظ أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر، بيروت
۴	التفسير الكبير	الإمام فخر الدين الرازي	دار الكتب العلمية، بيروت
۵	تفسير القرطبي	الإمام القرطبي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۶	البداية والنهاية	الإمام ابن كثير	دار ابن كثير، بيروت
۷	تاريخ بغداد	الخطيب البغدادي	دار الغرب الإسلامي، تونس
۸	صفة الصفوة	الإمام ابن الجوزي	دار الحديث، القاهرة
۹	بلوغ الأماني	الشيخ محمد زاهد الكوثري	دار الفتح، القاهرة
۱۰	الجواهر والدرر في ترجمة شيخ الإسلام ابن حجر	الحافظ السخاوي	دار ابن حزم، بيروت
۱۱	تاریخِ مشائخِ چشت	حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی	کتب خانہ اشاعۃ العلوم، سہارنپور
۱۲	تحفۂ حفّاظ	باہتمام الحاج ناصر خان	فرید بک ڈپو، دہلی
۱۳	تذکرے	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی	بیت العلوم، لاہور
۱۴	تذکرۃ الشیخین	حافظ محمد اسحٰق ملتانی	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۱۵	فیضِ ابرار	حضرت مولانا ابرار احمد دھولیوی	ادارہ فیضِ ابرار، گجرات
۱۶	معارف الابرار	حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی	انجمن احیاء السنۃ، لاہور
۱۷	ملفوظاتِ فقیہ الاُمّت	حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی	مکتبہ محمودیہ، میرٹھ
۱۸	دین وشریعت	حضرت مولانا محمد منظور نعمانی	مکتبہ مدنیہ، لاہور
۱۹	نقوشِ رفتگاں	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی	ادارۃ المعارف، کراچی

انسان کی سب سے اہم پونجی

حافظ ابنِ رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ذیل طبقات الحنابلۃ'' میں علّامہ ابوالوفاء علی بن عقیل بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ علماء اور عقلاء سب اس بات پر متّفق ہیں کہ انسان کی سب سے اہم پونجی جس کو بچا بچا کر استعمال کرنا چاہئے وقت ہے، لمحاتِ زندگی فراہم کرنے والا وقت درحقیقت بڑی غنیمت ہے، اس لئے اس کو بچا بچا کر رکھنا چاہئے کہ انسان کے ذمّے کام بہت ہیں جب کہ وقت اُچک کر بہت جلد غائب ہونے والی چیز ہے۔

(ذیل طبقات الحنابلۃ: ۳۳۲/۱)

متاعِ وقت کی قدر

تفصیلات

وعظ کا نام : متاعِ وقت کی قدر

صاحبِ وعظ : حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

تاریخِ وعظ : ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ مطابق جون ۲۰۰۲ء

مقامِ وعظ : مسجد النور، لیسٹر، یو کے

فہرست

متاعِ وقت کی قدر ۱۲۹
ایک مہتم بالشان ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲۹
امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ۱۳۰
امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی پسندیدہ احادیث ۱۳۱
امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا حسنِ انتخاب ۱۳۳
لایعنی کسے کہتے ہیں؟ ۱۳۴
لایعنی میں مشغولی: قیمتی لمحات کی بربادی ۱۳۵
دنیاداروں کی نظر میں وقت کی قیمت ۱۳۵
مسلمانوں کا افسوس ناک حال ۱۳۶
فٹ بال اور کرکٹ کی کمنٹری کے پیچھے زندگی کا قیمتی سرمایہ ۱۳۷
مفید کام میں وقت کا خرچ ۱۳۸
حضرت داود طائی رحمۃ اللہ علیہ اور وقت کی قدر ۱۳۸
حضرت جُرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے وقت کی حفاظت کی خاطر چالیس برس روٹی نہیں کھائی .. ۱۳۹
شیخ سُلَیم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا وقت کی قدر کرنا ۱۳۹
حضرت خَضِر علیہ السلام اور ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ۱۴۰
زندگی نہیں تو کچھ نہیں ۱۴۱
وقت کی قدر احادیث کی روشنی میں ۱۴۱
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماں سے زیادہ مہربان ۱۴۳

غیر مسلموں کی نظر میں وقت کی قیمت ۱۴۴
حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور وقت کی قدر ۱۴۵
حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سہانپوری رحمۃ اللہ علیہ کا نظامُ الاوقات کا اہتمام ۱۴۶
حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں وقت کی قدر ۱۴۶
لغویات کا دینی اور روحانی نقصان ۱۴۸
وقت کی قدر کرنے والے خوش قسمت لوگ ۱۴۹
امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد ۱۵۱
جنّتی کو بھی وقت کی ناقدری پر افسوس ہوگا ۱۵۲
ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم.... .... ۱۵۳
اب موت ہی کا انتظار ہے ۱۵۴
وقت کی حفاظت کی تدابیر ۱۵۵
۱) نظامُ الاوقات (timetable) ۱۵۵
۲) فضول باتوں سے بچنا ۱۵۶
اللہ تعالیٰ کی نافرمانی: وقت کا بدترین مصرف ۱۵۷
۳) غیر ضروری مجلسیں ۱۵۸
۴) زبان کی حفاظت ۱۵۸
۵) محاسبہ ۱۵۸
ہر دم اللہ اللہ کر.... .... ۱۵۹
ماٰخذ و مراجع ۱۶۰

متاعِ وقت کی قدر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

ایک مہتم بالشان ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ حضرات کی خدمت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات میں سے ایک نہایت ہی جامع ارشاد کو پڑھنے کا شرف حاصل ہوا:

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ[1]

آدمی کے اسلام کی اچھائی میں سے اس کا بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دینا ہے۔

ذخیرۂ احادیث میں اس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا اونچا مقام ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

---

[1] سنن الترمذي، أبواب الزهد، ح(۲۳۱۷)

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ جن کا نامِ نامی سلیمان بن اَشْعث السِّجِسْتانی ہے، مشہور محدّث گزرے ہیں، حدیث کی مشہور ترین کتابوں میں اُن کی تالیف کردہ کتاب ابوداود شریف بھی شامل ہے، یہ بڑے جلیل القدر محدّث ہیں، محدّث موسیٰ بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خُلِقَ أَبُوْ دَاوُدَ فِي الدُّنْيَا لِلْحَدِيْثِ وَفِي الْآخِرَةِ لِلْجَنَّةِ[1]

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش دنیا میں حدیث کی خدمت کے لئے، اور آخرت میں جنّت میں داخلے کے لئے ہوئی ہے۔

محدّث محمد بن اسحاق صَغانی رحمۃ اللہ علیہ اور محدّث ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی سنن پہنچی تو اسے دیکھ کر انہوں نے فرمایا:

أُلِيْنَ لِأَبِيْ دَاوُدَ الْحَدِيْثُ كَمَا أُلِيْنَ لِدَاوُدَ الْحَدِيْدُ[2]

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے فنِّ حدیث کو ایسا آسان کر دیا ہے جیسا کہ حضرت داود علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔

سہل بن عبداللہ تُستَری رحمۃ اللہ علیہ اکابرِ اولیاء میں سے گزرے ہیں، انہیں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بھی نصیب ہوئی ہے، ایک مرتبہ آپ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور فرمانے لگے:

لِيْ إِلَيْكَ حَاجَةٌ

میں آپ کی خدمت میں ایک ضرورت لے کر حاضر ہوا ہوں۔

---

[1] تہذیب التہذیب: ۲/ ۸۴

[2] تہذیب التہذیب: ۲/ ۸۴

امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ارشاد فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ میری ضرورت کو پورا کرنے کا وعدہ فرمائیں تب بتلاؤں۔ امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر میرے بس میں ہوگا تو ضرور کروں گا۔ تو انہوں نے فرمایا:

أَخْرِجْ إِلَيَّ لِسَانَكَ الَّذِيْ تُحَدِّثُ بِهٖ أَحَادِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أُقَبِّلَهٗ

آپ اپنی وہ مبارک زبان نکالیں جس سے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان فرماتے ہیں تاکہ میں اس کو چوموں۔

اس پر امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان نکالی اور انہوں نے اس کا بوسہ لیا۔[1]

یہ ہے امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ کا مقام۔

امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ کی پسندیدہ احادیث

ان پر اللہ تعالیٰ نے خاص فضل فرمایا، اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو محفوظ کرنے کے لئے محنت کی توفیق نصیب فرمائی، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانچ لاکھ (٥٠٠٠٠٠) حدیثیں جمع کیں جن میں سے چار ہزار آٹھ سو (٤٨٠٠) کا انتخاب اپنی سنن کے لئے کیا، آگے فرماتے ہیں:

وَيَكْفِي الْإِنْسَانَ لِدِيْنِهٖ مِنْ ذٰلِكَ أَرْبَعَةُ أَحَادِيْثَ

انسان کو اس پورے ذخیرے میں سے دین دار بننے کے لئے چار حدیثیں کافی ہیں۔

---

[1] سير أعلام النبلاء: ٢١٣/١٣

وہ چار حدیثیں یہ ہیں:

۱)إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

۲)مِنْ حُسْنِ إِسْلاَمِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ

آدمی کے اسلام کی اچھائی میں سے اس کا چھوڑ دینا ہے بے فائدہ کاموں کو۔

۳)لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِنًا حَتّٰى يَرْضٰى لِأَخِيْهِ مَا يَرْضَاهُ لِنَفْسِهٖ

آدمی اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۴)إِنَّ الْحَلاَلَ بَيِّنٌ وَالْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ...(الحديث)

بیشک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں۔[1]

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان چار حدیثوں پر عمل کرلے گا تو وہ دین دار ہوجائے گا۔ اگر غور کیا جائے تو ان چار حدیثوں میں پورے دین کا خلاصہ ہے، شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلی حدیث عبادت کی درستگی کے لئے اور دوسری حدیث زندگی کی قیمتی ساعات کی حفاظت کے لئے

---

[1] جامع الأصول في أحاديث الرسول:۱/۱۸٦

کافی ہے، تیسری حدیث حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے اور چوتھی حدیث مشتبہ امور سے بچ کر تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے بنیاد ہے۔[1]

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا حسنِ انتخاب

سراجُ الائمّہ، امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب سے کون واقف نہیں؟ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے حمّاد رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ میں نے پانچ لاکھ (۵۰۰۰۰۰) احادیث کے ذخیرے میں سے پانچ حدیثوں کو منتخب کیا ہے جو انسان کے لئے کافی ہیں۔ چار تو وہی اوپر والی احادیث ہیں اور پانچویں یہ ہے:

> اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ
>
> سچّا پکّا مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔[2]

یہ حدیث بھی نہایت جامع اور مہتم بالشان ہے، پورے عالَم میں امن وسکون کی فضا برقرار رکھنے کے لئے ضمانت ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے انتخاب کو سامنے رکھ کر ہی اپنا انتخاب کیا ہوگا اس لئے کہ وہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے باون (۵۲) سال بعد پیدا ہوئے، اور وہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فضل وکمال اور ان کے امام ہونے کے معترف تھے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

---

[1] بستان المحدّثین، ص: ۸۱

[2] أوجز المسالك: ۱۶/ ۶۵، ۶۶

رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا حَنِيْفَةَ كَانَ إِمَامًا[1]

اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رحم فرمائیں، وہ واقعی امام تھے۔

اس تمہید سے آپ حضرات کو مذکورہ احادیث کی اہمیت معلوم ہوگئی ہوگی، ابھی ابھی خطبے میں جس حدیث کو پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، وہ انہی حدیثوں میں سے ایک ہے، اور آج اسی کو بنیاد بنا کر کچھ باتیں عرض کرنے کی کوشش کی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لایعنی کسے کہتے ہیں؟

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ[2]

آدمی کے اسلام کی اچھائیوں اور خوبیوں میں سے اس کا لایعنی کو چھوڑ دینا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کے اچھا مسلمان ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ لایعنی میں مبتلا نہیں ہوتا، اب سوال یہ ہے کہ لایعنی کسے کہتے ہیں؟ لایعنی فضول اور لغو کام کو کہتے ہیں، اور فضول اور لغو ہر وہ کام ہے جس میں نہ دنیا کا فائدہ ہو نہ آخرت کا، اب امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کے انتخابات وارشادات کا مطلب یہ ہوا کہ آدمی کے دین دار بننے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہر اس بات کو بولنے سے اور ہر اس کام کو کرنے سے رُک جائے جس کا نہ دنیا میں کوئی نفع ہو نہ آخرت

---

[1] الإنتقاء، ص: ۱۰۳

[2] سنن الترمذي، أبواب الزهد، ح(۲۴۷۲)

میں، تو لایعنی ہر اس عمل کو کہتے ہیں جس کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہے نہ آخرت میں۔

لایعنی میں مشغولی: قیمتی لمحات کی بربادی

اب ظاہر ہے کہ جو شخص ایسے عمل میں مشغول ہوگا جس کا دنیا اور آخرت کسی میں فائدہ نہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زندگی کے قیمتی لمحات کو ضائع کر رہا ہے، اور جو شخص اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو ضائع کر رہا ہو وہ کتنے خسارے میں رہے گا، اس لئے کہ یہ ایسی دولت ہے جو ضائع ہونے کے بعد دوبارہ حاصل نہیں ہوسکتی۔

دنیاداروں کی نظر میں وقت کی قیمت

دیکھو میرے بھائیو! دنیا میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے، تاجر کا مقصد تجارت، حکمران کا مقصد حکومت، دنیادار کا مقصد دنیا، اور ایک مسلمان کا بحیثیت مسلمان سب سے اہم مقصد آخرت ہے، اب آپ کسی بھی شخص کو دیکھ لیجئے، وہ اپنے متعین مقصد میں مشغولی کے وقت کسی ایسے کام کی طرف بالکل توجّہ نہیں کرتا جس سے اس کے مقصد میں خلل پیدا ہوسکتا ہو، وہ اپنے مقصد میں کامیابی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا اور ایک لمحے کے لئے بھی وہ اپنے مقصد سے غافل نہیں رہتا، اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے، ایک تاجر اپنی تجارت کے اوقات میں کسی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند نہیں کرتا، اس لئے کہ اُسے اپنا نقصان نظر آتا ہے جسے وہ کسی بھی قیمت پر گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں، یہ دنیادار لوگ اپنے مقصد کی حد تک کتنے عقلمند اور ہوشیار ہیں کہ وہ ہر وقت اپنے مقصد کو سامنے رکھ کر اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں اور محنت میں صَرف کرتے ہیں، اس کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد میں ترقّی کی معراج کو پہنچ گئے۔

مسلمانوں کا افسوس ناک حال

اور اس کے برعکس مسلمانوں کا حال بہت ہی عجیب ہے، بحیثیت ایک مسلمان کے اس کی زندگی کا کیا مقصد ہے وہ بیچارہ اسی سے بے خبر ہے، زندگی کے سینکڑوں قیمتی لمحات ضائع ہو رہے ہیں، حالانکہ ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سیکنڈ اسے آخرت اور اس کے حساب کے قریب کرتا چلا جا رہا ہے، مگر یہ غفلت کی نیند سو رہا ہے، لایعنی اور فضولیات میں اپنا وقت برباد کر رہا ہے، قرآن کی اس آیت کا مصداق بنا ہوا ہے:

﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ (الانبیآء:۱)

نزدیک آ گیا لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، اعراض کر رہے ہیں۔

میرے بھائیو! افسوس ہے کہ آج ہم اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیمتی تعلیمات سے بہت دور ہو گئے، دین ہمارے نزدیک چند رسمی کاموں کا نام ہو کر رہ گیا ہے۔

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور
جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

آج ہم تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے خبر، اور اگر کسی کو کچھ واقفیت ہے تو عمل سے بیزار، اسی بے پرواہی کی وجہ سے ہم خسارے میں ہیں اور ذلّت کی زندگیاں گزار رہے ہیں، ہماری ترجیحات بدل گئیں، ہمیں لغویات میں مشغولی مرغوب ہے

جس کی وجہ سے ہمارے اوقات لغو اور فضول کاموں میں ضائع ہو رہے ہیں، آج مسلمان اپنی زندگی کے سینکڑوں قیمتی لمحات ایسے کاموں میں صرف کر رہا ہے جن میں نہ آخرت کا نفع ہے نہ دنیا کا، فضول قصّے کہانیاں، سیاسی امور پر بحث، اخبار بینی، کسی کا بے فائدہ ذکر وغیرہ بے شمار کام ہیں جن میں اوقات برباد ہو رہے ہیں۔

فٹ بال اور کرکٹ کی کمنٹری کے پیچھے زندگی کا قیمتی سرمایہ

فٹ بال (football)، کرکٹ (cricket) وغیرہ کھیلوں کا بھی خوب رواج ہے، لوگوں کا جنون دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، کمنٹری (commentary) سننے میں اوران کھیلوں پر تبصرہ کرنے میں زندگی کے بے شمار قیمتی لمحات خرچ کئے جاتے ہیں، ایک عقلمند انسان اس قسم کے بے فائدہ کاموں کے پیچھے اپنی زندگی کے قیمتی اوقات کو کیسے برباد کرسکتا ہے؟ میرے بھائیو! خون کے آنسو رونے کا مقام ہے کہ مسلمان جو پوری دنیا کو جینے کا سلیقہ سکھانے کے لئے آیا تھا وہ اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ فٹ بال، کرکٹ اور ہاکی (hockey) کی کمنٹری کے پیچھے خرچ کر رہا ہے، زندگی کے سینکڑوں گھنٹے ٹی وی (T.V) پر گزر رہے ہیں اور ریڈیو (radio) پر کمنٹری سننے میں صَرف ہو رہے ہیں، میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ مشغلہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت میں ڈالنے والا نہیں ہے؟ کیا اس میں مشغولی کے وقت کسی لمحہ اللہ تعالیٰ کی یاد بھی آتی ہے؟

افسوس صد افسوس! نماز کی جماعت، بلکہ نماز ہی چھوٹ جاتی ہے، اگر مسجد میں جا کر نماز پڑھ بھی لی، تو مسجد میں بیٹھے بیٹھے، بلکہ نماز کے دوران بھی اسی کا خیال، جمعہ

کے وقت اگر کوئی میچ (match) کھیلا جا رہا ہے تو نمازِ جمعہ میں شرکت ہمارے لئے بوجھ بن جاتی ہے، نہ خطبہ سننے کا اہتمام نہ سنّتوں کا اہتمام، کیا ہمارا مذہب نماز، اللہ تعالیٰ کی یاد اور حقوق کی ادائیگی سے غافل کرنے والی مشغولی کی اجازت دیتا ہے؟ میرے بھائیو! زندگی کی وہ گھڑیاں کس کام کی جو دنیا اور آخرت میں نفع نہ لاسکیں، یاد رکھو! وقت کو ضائع کرنا زندگی کو ضائع کرنا ہے، اور وقت کو کارآمد بنانا زندگی کو کارآمد بنانا ہے۔

مفید کام میں وقت کا خرچ

جو شخص اپنے وقت کی قدر کرتا ہے اور اس کو کسی مفید کام میں خرچ کرتا ہے وہ دنیا اور آخرت کے عظیم منافع حاصل کر لیتا ہے، کچھ لمحات اگر تلاوتِ کلامِ پاک میں گزار لے تو نیکیوں کا انبار لگ جائے، چند گھڑیاں اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزر جائیں تو بے حساب ثواب حاصل ہو جائے، ایک مرتبہ 'اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ' کہنے پر اتنا اجر ملتا ہے کہ میزان بھر جاتا ہے، 'سُبْحَانَ اللّٰہِ' اور 'اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ' کا ثواب آسمان اور زمین کے درمیان کی جگہ کو بھر دیتا ہے۔[1] جو شخص بھی وقت کی قدر دانی کرتا ہے وہ ترقّی کی منزلیں طے کرتا چلا جاتا ہے۔

حضرت داود طائی رحمۃ اللہ علیہ اور وقت کی قدر

ہمارے اسلاف کے یہاں وقت کی کتنی قدر تھی اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حضرت داود طائی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک بہت بڑے ولی ہیں، ان کی عادت یہ تھی کہ جب

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، ح(۲۲۳)

بھی کھانے کی تیاری کرتے تو جلدی جلدی روٹی کے ٹکڑے کر کے پانی میں ڈال دیتے اور اپنے کام میں لگ جاتے، پھر جب وہ نرم ہو جاتے تو تناول فرمالیتے، کسی نے پوچھا کہ آپ دوسروں کی طرح روٹی کو سالن کے ساتھ نہیں کھاتے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے سالن کے ساتھ روٹی کھانے کا اور پانی میں ٹکڑے کر کے یوں ہی بھگو کر تناول کرنے کا حساب لگایا تو مجھے پچاس آیتوں کی تلاوت کا نفع معلوم ہوا۔[1] اُس وقت سے انہوں نے یہ معمول بنالیا تا کہ پچاس آیتوں کی تلاوت کرنے کا نفع اور فائدہ حاصل کرسکیں۔

حضرت جُرجانی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے وقت کی حفاظت کی خاطر چالیس (۴۰) برس روٹی نہیں کھائی

حضرت سَرِی رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جُرجانی رحمۃ اللّٰہ علیہ کو دیکھا کہ ستّو پھانک رہے ہیں، میں نے پوچھا کہ خشک ہی پھانک رہے ہیں؟ کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور ستّو پھانکنے کا حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اس میں آدمی ستّر (۷۰) مرتبہ 'سُبْحَانَ اللّٰہِ' کہہ سکتا ہے، اس لئے میں نے چالیس (۴۰) برس سے روٹی کھانی چھوڑ دی، ستّو ہی پھانک لیتا ہوں۔[2]

شیخ سُلَیم رازی رحمۃ اللّٰہ علیہ کا وقت کی قدر کرنا

پانچویں صدی کے ایک بزرگ اور عالم، شیخ سُلَیم رازی رحمۃ اللّٰہ علیہ کا قلم جب لکھتے

---

[1] حلية الأولياء: ۷/۳۵۰

[2] إحياء علوم الدين: ۵/۳۱۰

لکھتے گھس جاتا اور قلم کو درست کرنے کی ضرورت پیش آتی تو وہ درست کرتے کرتے ذکر میں مشغول ہوجاتے تاکہ یہ وقت صرف ایک ہی کام میں نہ گزر جائے۔[۱]

ظاہر ہے کہ قلم درست کرنا بھی عبادت ہی ہے اس لئے کہ وہ علم ہی کے لئے تھا، مگر وقت کی قدر و قیمت کا انہیں اتنا احساس تھا کہ وہ ایک ہی وقت میں دو کام کرکے اسے خوب قیمتی بنا رہے تھے۔

حضرت خَضِر علیہ السلام اور ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات

اور یہ احساس بھی اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے جو ہر کسی کو نہیں ملتا، یہ اسے ملتا ہے جسے آخرت کی فکر اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی مٹھاس حاصل ہوجاتی ہے، پھر اس کے پاس دوسرے کاموں کے لئے فرصت نہیں رہتی، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور بزرگ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ بیان فرمایا ہے، حضرت خَضِر علیہ السلام حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آئے، سلام ومصافحہ کے بعد حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ پھر ذکر اللہ میں مشغول ہوگئے، حضرت خَضِر علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ تو بڑے بے فکر ہیں، فرمایا کہ بھائی! تم تو بڑے بے فکر ہو، لوگ تو برسوں میرے ملنے کی تمنّا میں رہتے ہیں لیکن ملنا نصیب نہیں ہوتا، تم سے میں خود ملنے آیا، لیکن تم نے میری طرف توجّہ بھی نہیں کی؟ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ سے ملنے کی تمنّا وہ کرے جسے خدا سے ملنے سے فرصت ہو۔[۲] میرے بھائیو! ہم لوگ فرصت ہی فرصت میں ہیں اس لئے کہ وقت کی قدر

---

[۱] تبیین کذب المفتري، ص: ۲۰۲

[۲] ملفوظاتِ حکیم الاُمّت: ۱۷/ ۱۶۴

نہیں، کاش کہ ہمیں وقت کی قیمت معلوم ہو جاتی!

زندگی نہیں تو کچھ نہیں

میرے بھائیو! یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تمام نعمتوں میں سب سے قیمتی نعمت ایمان ہے، مگر ایک حیثیت سے وقت ایمان سے بھی زیادہ اہم ہے، اس لئے کہ وقت نہ ہوتا تو زندگی نہ ہوتی، اور زندگی نہ ہوتی تو ہمارا وجود نہ ہوتا، اور بغیر وجود کے ہم ایمان کی سعادت سے سرفراز نہ ہو سکتے، میرے عزیزو! زندگی کی نعمت کے بغیر نہ ہم ایمان کی دولت حاصل کر سکتے، نہ نماز پڑھ سکتے، نہ روزہ رکھ سکتے، نہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کر سکتے، نہ مقامِ ولایت حاصل کر سکتے، نہ جنّت میں جا سکتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکتے، یہ وقت کا کرشمہ ہے کہ ہمیں دنیا اور آخرت کی بے شمار نعمتوں سے فائدہ اُٹھانے کا موقع ملا ہے، اگر وقت کے وہ لمحات نہ ہوتے جن سے زندگی بنتی ہے تو ہم ان تمام نعمتوں سے کیسے فائدہ اُٹھاتے؟ پتا چلا کہ وقت بہت ہی قیمتی سرمایہ ہے، اور جو شخص لایعنی میں مشغول ہو کر اس سرمائے کو برباد کرتا ہے وہ اپنے عمل سے یہ اعلان کر رہا ہے کہ میری نظر میں سب سے زیادہ بے قیمت چیز وقت ہے۔

وقت کی قدر احادیث کی روشنی میں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ایسے سینکڑوں ارشادات ملتے ہیں جو زندگی کے لمحات کو ضائع کرنے کے بجائے قیمتی بنانے کی طرف متوجّہ کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں:

خِيَارُكُمْ أَطْوَلُكُمْ أَعْمَارًا وَأَحْسَنُكُمْ أَعْمَالاً[1]

تم میں سے بہترین لوگ لمبی لمبی عمر والے اور اچھے اچھے اعمال والے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

اِغتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ[2]

پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جانو؛ بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے صحت کو، فقر سے پہلے خوش حالی کو، مشاغل سے پہلے فارغ وقت کو اور موت سے پہلے زندگی کو۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ، اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ[3]

دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت لوگ خسارے میں رہتے ہیں، وہ ہیں صحت اور فراغت۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] مسند أحمد، مسند أبي هريرة، ح(۷۲۱۲)

[2] المستدرك للحاكم، كتاب الرقاق، ح(۷۸۵۸)

[3] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب لا عيش إلّا عيش الآخرة، ح(۶۴۱۲)

مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ[1]

وہ شخص جس کی عمر طویل ہو اور اعمال اچھے ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص عمرِ طویل پائے اور وہ اپنی عمر کے ایک ایک لمحے کو اچھے کاموں میں صرف کرے، ایسا شخص لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔

ان تمام ارشادات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں وقت کی قدر کرنے کی کتنی تاکید فرمارہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشأ مبارک یہ ہے کہ ہم اپنی عمرِ عزیز کے ایک لمحے کو بھی بے فائدہ کاموں میں خرچ نہ کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماں سے زیادہ مہربان

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم پر ماں سے زیادہ مہربان اور باپ سے زیادہ شفیق ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں وہ ساری باتیں بتلادیں جو ہمیں جنّت کے قریب کرنے والی ہیں تاکہ ہم انہیں اختیار کریں، اور وہ تمام باتیں بھی بتلادیں جو جہنّم میں لے جانے والی ہیں تاکہ ہم ان سے دور رہیں، ارشاد فرماتے ہیں:

أَيُّهَا النَّاسُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ النَّارِ إِلَّا قَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهٖ، وَلَيْسَ شَيْءٌ يُقَرِّبُكُمْ مِنَ النَّارِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ الجَنَّةِ إِلَّا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ[2]

اے لوگو! میں نے تمہیں ہر اس چیز کا حکم کیا ہے جو تمہیں جنّت کے قریب اور جہنّم سے دور کرے، اور ہر اس چیز سے روکا ہے جو تمہیں جہنّم کے قریب اور جنّت سے دور کرے۔

---

[1] سنن الترمذي، أبواب الزهد، باب ما جاء في طول عمر المؤمن، ح(۲۴۸۴)

[2] مصنّف ابن أبي شيبة، كتاب الزهد، ح(۳۵۴۷۳)

ہمارے پیارے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا کتنا بڑا احسان ہے کہ دوزخ کے عذاب سے حفاظت اور جنّت کی ابدی سعادت کے حصول کا صاف شفاف راستہ اپنی تعلیمات کے ذریعے متعین کر دیا، اب ہم میں سے ہر شخص کو ہر کام سے پہلے یہ سوچنا چاہئے کہ میرا یہ کام میرے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیمات کے مطابق ہے یا نہیں؟ میری آخرت کے لئے مفید ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو دنیا کے لئے مفید ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو یہ لایعنی ہے، لغو ہے اور فضول ہے، اور بحیثیتِ مسلمان میرے لئے اس میں مشغول ہونا کسی طرح مناسب نہیں، اس لئے کہ زندگی کے قیمتی لمحات کو ایسے کام میں ضائع کرنا جو بے فائدہ ہو نقصانِ عظیم ہے، ایک شخص ایک لاکھ پاؤنڈ خرچ کر کے بے قیمت پتھر خریدتا ہے جس کا نقصان کوئی نہیں، اس کے باوجود ہر عقلمند انسان اسے عظیم نقصان قرار دے گا اس لئے کہ پیسے ایسی چیز پر خرچ کئے جو بے قیمت تھی، اسی طرح اگر کوئی زندگی کے قیمتی لمحات کسی ایسے مباح لایعنی کام میں خرچ کرتا ہے جو نقصان دہ نہیں، مگر تب بھی ہر عقلمند اسے نقصانِ عظیم کہے گا اس لئے کہ متاعِ وقت ایسے کام میں خرچ ہوا جو نہ دنیا میں نفع لا سکا نہ آخرت میں۔

غیر مسلموں کی نظر میں وقت کی قیمت

دوسری قوموں کو دیکھیں کہ وہ اپنے وقت کی کتنی قدر کرتی ہیں، اور وقت کی قدر کر کے انہوں نے کتنی ترقّی کی، ان کے یہاں بڑے بڑے ماہرین ٹائم مینجمنٹ کورسز (time management courses) تیار کرتے ہیں، اور ان کے ذریعے وقت کے صحیح استعمال کا طریقہ سکھاتے ہیں، ان کورسز میں اسکول، کالج اور یونیورسیٹی کے ٹیچرز (teachers) اور لیکچرار (lecturers) اور بڑی بڑی

کمپنی کے ڈائریکٹر (directors) پیسے دے کر داخلہ لیتے ہیں اور وقت کے بہترین استعمال کے طریقے سیکھتے ہیں، ہمارے اکابر چونکہ اپنے مشائخ کی صحبت کی برکت سے وقت کی قدر جانتے تھے اس لئے انہوں نے کسی کورس میں داخلہ لئے بغیر وقت کی ایسی قدر کی کہ دنیا میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے،صوفیاءِ کرام کے یہاں ایک اصطلاح ہے نظامُ الاوقات، اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ زندگی کے کسی لمحے کو ضائع نہ کیا جائے اور ہر لمحے کو بہتر سے بہتر کام میں خرچ کیا جائے، مشائخ کی خدمت میں رہ کر، تربیت پا کر ہمارے ان اکابر نے اتنا کام کیا کہ بعد میں آنے والے حیران ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور وقت کی قدر

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت کی نظر میں وقت کی بڑی قدر تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے وقت کی اہمیت کو آپ کی فطرت میں پیوست کر دیا تھا، ایک ایک لمحے کو صحیح جگہ پر خرچ کرنے کا اہتمام فرماتے تھے، ہر وقت نظر گھڑی پر رہتی تھی اور ہر کام نظامُ الاوقات کے تحت کرتے تھے۔[۱] یہ اس شخص کی شہادت ہے جس نے اپنی آنکھوں سے حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا مشاہدہ کیا تھا، وقت کی اسی اہمیت کی برکت سے حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ رشد و ہدایت کا ایک بہت بڑا اور قیمتی ذخیرہ اُمّت کے لئے چھوڑ کر گئے۔

---

[۱] متاعِ وقت اور کاروانِ علم، ص:۹۵

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سہانپوری رحمۃ اللہ علیہ کا نظامُ الاوقات کا اہتمام

آپ کا یہ واقعہ بھی بہت مشہور ہے اور اس سے آپ کی زندگی میں نظامُ الاوقات کا کس قدر اہتمام تھا اُس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ایک مرتبہ آپ کے استاذ، حضرت شیخُ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ، (جنہیں آپ انتہائی عقیدت سے شیخُ العالم فرمایا کرتے تھے)، آپ کے یہاں مہمان ہوئے، آپ حضرت کی خدمت میں تھے کہ تصنیف کا وقت آ گیا، استاذِ مکرّم کی خدمت میں با ادب عرض کیا کہ حضرت، میرا اس وقت کچھ لکھنے کا معمول ہے، اگر اجازت ہوتو اپنا معمول پورا کرلوں؟ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت مرحمت فرمادی، استاذِ مکرّم کی تشریف آوری کی وجہ سے گو اس روز آپ کا دل لکھنے میں نہ لگا، لیکن پھر بھی ناغہ نہ ہونے دیا، تھوڑا سا لکھ کر حاضرِ خدمت ہو گئے۔[۱] حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حالات جو کچھ بھی ہوں، حضرت کے نظامُ الاوقات اور معمولات کی پابندی میں کوئی تغیر نہیں دیکھا۔[۲]

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں وقت کی قدر

قُطُبُ الاقطاب شیخُ الحدیث، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقت کی قدر کتنی تھی اور اپنے کام میں کتنے انہماک کے ساتھ مشغول رہتے تھے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت دن میں صرف ایک مرتبہ

---

[۱] اشرف السوانح: ۱/ ۳۰، ۳۱

[۲] تذکرۃ الخلیل، ص: ۶۳

دوپہر کو کھانا کھاتے تھے، اس کے باوجود بسا اوقات کھانا بھول جاتے تھے، عصر کے وقت جب تقریباً تیس (۳۰) گھنٹے کھانے کے بغیر گزر جاتے تھے اور کمزوری محسوس ہوتی تھی اس وقت احساس ہوتا تھا کہ کھانا باقی ہے۔[۱] اسی انہماک کی وجہ سے آپ پر بزرگوں کی خاص توجّہ رہی۔

آپ اپنی 'آپ بیتی' میں تھانہ بھون کا ایک قصّہ بیان فرماتے ہیں کہ 'بَذْلُ الْمَجْهُوْد' کی طباعت کے سلسلے میں آپ کا تھانہ بھون جانے کا سلسلہ رہا، ظہر کے وقت آپ کو Proofs (مسوّدات) مل جاتے تھے جن پر نظرِ ثانی کر کے شام تک میں واپس کرنا ہوتا تھا، اس لئے آپ مسجد کے ایک حصّے میں بیٹھ کر عصر تک ان مسوّدات کو بڑی توجّہ سے دیکھتے رہتے تھے، لیکن چونکہ یہی وقت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کی عمومی مجلس کا تھا اس لئے آپ کو مجلس میں شریک نہ ہونے کا قلق بھی بہت زیادہ رہتا تھا، ایک مرتبہ آپ نے حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنے اس قلق کو ظاہر فرماتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت، لوگ دور دور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور یہ ناکارہ یہاں رہ کر بھی حاضری سے محروم ہے۔ حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ فکر نہ کیجئے، آپ اگرچہ میری مجلس میں نہیں ہوتے، مگر میں آپ ہی کی مجلس میں رہتا ہوں اور بار بار آپ کو دیکھتا ہوں اور رشک کرتا ہوں کہ کام تو یوں ہوتا ہے۔[۲] اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

---

[۱] آپ بیتی: ۱/ ۱۳۱

[۲] آپ بیتی: ۱/ ۳۱۴

لغویات کا دینی اور روحانی نقصان

وقت بڑی قدر کی چیز ہے، دین دنیا کی اصل دولت یہی ہے، جو اس کی قدر کرے گا وہ دنیا و آخرت دونوں کا فائدہ حاصل کرے گا، اور جو اسے برباد کرے گا وہ دین و دنیا دونوں کا نقصان کرے گا۔ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لغویات سے عبادت کا نور جاتا رہتا ہے۔[1] امام ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور حضرت سَرِی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے اور صحبت یافتہ مرید، شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عَلاَمَةُ إِعْرَاضِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يُشْغِلَهٗ بِمَا لَا يَعْنِيْهِ[2]

اگر کوئی بندہ لایعنی میں مشغول ہوتا ہے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اعراض فرما رہے ہیں۔

کتنی خطرناک بات ہے! اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں۔(آمین)

حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بقسم کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اپنے فضول کاموں میں غور کرے تو اس کو معلوم ہوگا کہ لغو اور فضول کاموں کی وجہ سے وہ ضرور گناہ تک پہنچے گا، مثال کے طور پر مجھے یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ بعض دفعہ کوئی شخص اگر بلاضرورت پوچھتا ہے کہ آپ فلاں جگہ کب جائیں گے؟ اس سوال سے مجھ پر گرانی ہوتی ہے، اور مسلمان کے قلب پر گرانی ڈالنا خود معصیت ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ کوئی لغو اور فضول کام ایسا نہیں جس کی سرحد معصیت سے نہ ملی

---

[1] سوانح و تعلیمات حضرت عارفی، ص: ۴۷۷

[2] صفة الصفوة: ۱/ ۵۱۹، المستطرف، ص: ۱۵۶، ۱۵۷

ہو، پس لغو اور فضول ابتداءً تو مباح ہے، مگر انتہاءً معصیت ہے۔[۱]

وقت کی قدر کرنے والے خوش قسمت لوگ

میرے بھائیو! جن حضرات نے وقت کی قدر کی اور اپنے آپ کو لغویات سے بچایا، انہوں نے اپنی آخرت کے لئے بھی بہت کچھ کیا اور پیچھے اُمّت کے لئے بھی بہت کچھ چھوڑا، ان کے زندہ وجاوید کارناموں کو دیکھ کر اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ انہوں نے کس کمالِ احتیاط کے ساتھ وقت کا استعمال کیا ہوگا۔

- یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ بڑے محدّث گزرے ہیں، انہوں نے اپنی زندگی میں اپنے ہاتھوں سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دس لاکھ (۱۰۰۰۰۰۰) حدیثیں لکھیں۔[۲]
- علّامہ ابن جریر الطّبری رحمۃ اللہ علیہ سے کون واقف نہیں ہے؟ ان کے قلم سے دینی علوم کے تین لاکھ اٹھاون ہزار (۳۵۸۰۰۰) صفحات تحریر میں آئے۔[۳]
- مسلم شریف کے شارح اور ریاض الصالحین کے مؤلّف علّامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف پینتالیس (۴۵) سال کی عمر پائی، لیکن ان کی تصنیفات کا جب حساب لگایا گیا تو روزانہ چار کاپیاں لکھنے کا حساب نکلا۔[۴]
- تفسیر روح المعانی کے مصنّف علّامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پورے دن

---

[۱] دوائے دل، ص:۵۰

[۲] تھذیب الکمال: ۵۴۸/۳۱

[۳] قیمة الزمن عند العلماء، ص:۷۸

[۴] قیمة الزمن عند العلماء، ص:۱۳۰

میں چوبیس (۲۴) اسباق پڑھاتے تھے اور تفسیر وافتاء میں مشغولیت کے زمانے میں تیرہ (۱۳) اسباق پڑھاتے۔[۱] اور رات کو جب فراغت ہوتی تو تفسیر لکھتے اور دوسرے دن لکھنے کے لئے کاتبوں کے حوالے کرتے، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ رات کو اتنا لکھ لیتے کہ کئی کاتب مل کر دس (۱۰) گھنٹے میں اسے پورا کر پاتے۔[۲]

• علّامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کے غسل کے لئے پانی گرم کرنے کے لئے صرف وہ بُرادہ اور چورا استعمال کیا گیا جو احادیث لکھنے کے لئے قلم تراشنے میں جمع ہوا تھا، پانی گرم ہونے کے بعد اس میں سے بچ بھی گیا تھا۔[۳] اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صرف اور صرف احادیث کے لکھنے میں اتنا بُرادہ جمع ہوا تو باقی علوم کے ساتھ کتنا ہوا ہوگا!

• مشہور محدّث ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے 'تاریخِ دمشق' لکھی جو اسّی (۸۰) جلدوں پر مشتمل ہے۔[۴] ان کی علمی مصروفیت کے باوجود عبادت کا بھی پورا پورا اہتمام تھا، غیرِ رمضان میں ہر ہفتہ ایک قرآنِ مجید ختم فرماتے تھے اور رمضان میں یومیہ ایک قرآن۔[۵]

یہ ہمارے اسلاف کے کارنامے ہیں، انہوں نے زندگی کے قیمتی لمحات کی قدر

---

[۱] المسك الأذفر: ۱/۱۳۵

[۲] الآلوسي مفسّرا، ص: ۱۵۹

[۳] وفيات الأعيان: ۳/۱۴۱

[۴] تذكرة الحفاظ: ۴/۸۶

[۵] تذكرة الحفاظ: ۴/۸۷

کی جس کی برکت سے انہوں نے اُمّت کے لئے وہ ذخیرہ چھوڑا جس سے اُمّت قیامت تک فائدہ اُٹھاتی رہے گی اور ان کے میزانِ عمل میں ان شاء اللہ اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔

میرے بھائیو! تاریخ کا مطالعہ کیجئے! آپ کو معلوم ہو گا کہ دنیا میں جتنے کامیاب لوگ گزرے ہیں ان کی ترقّی کا اہم راز وقت کی قدر اور اس کا صحیح استعمال ہے، ان حضرات کی نظر میں وقت کتنا قیمتی تھا اس کا اندازہ نحو وعَروض کے امام، خلیل بن احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے، فرماتے تھے:

أَثْقَلُ السَّاعَاتِ عَلَيَّ سَاعَةٌ آكُلُ فِيْهَا[1]

مجھ پر وہ گھڑیاں سب سے زیادہ بوجھل ہوتی ہیں جن میں کھانا کھاتا ہوں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد

مفسّرِ کبیر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اُمّت کو دوسو (۲۰۰) کتابوں کا ذخیرہ دینے کے باوجود فرماتے تھے:

وَاللّٰهِ إِنَّنِيْ أَتَأَسَّفُ فِي الْفَوَاتِ عَنِ الْإِشْتِغَالِ بِالْعِلْمِ فِيْ وَقْتِ الْأَكْلِ فَإِنَّ الْوَقْتَ وَالزَّمَانَ عَزِيْزٌ[2]

خدا کی قسم! کھانا کھاتے وقت علم میں اشتغال کی محرومی سے مجھے بہت افسوس ہوتا ہے اس لئے کہ وقت اور زمانہ بڑا عزیز سرمایہ ہے۔

---

[1] الجامع في الحث على حفظ العلم: ۴۷

[2] قيمة الزمن عند العلماء، ص: ۱۱۶

میرے بھائیو! ایک جماعت ان حضراتِ اسلاف کی ہے جنہیں ایک ایک لمحے کی قدر کرنے کے باوجود بھی افسوس دامن گیر رہتا تھا، اور ایک گروہ ہمارا ہے کہ وقت کو ضائع کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے اور زندگی کو فضول کاموں میں برباد کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے، اس کے باوجود افسوس تو کیا ہوتا، ہمیں احساس تک نہیں۔

جنّتی کو بھی وقت کی ناقدری پر افسوس ہوگا

یاد رکھو! جب جنّتی جنّت میں داخل ہوکر تمام نعمتیں حاصل کرلیں گے، اس کے بعد بھی انہیں ضائع کئے ہوئے وقت پر حسرت رہے گی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَيْسَ يَتَحَسَّرُ أَهْلُ الْجَنَّةِ إِلَّا عَلٰى سَاعَةٍ مَرَّتْ بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوْا اللّٰهَ فِيْهَا[1]

جنّت میں جانے کے بعد اہلِ جنّت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق اور افسوس نہیں ہوگا بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر گزری ہوگی۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بزرگوں کی صحبت سے مفید باتیں حاصل کیں، ان میں سے ایک بات یہ تھی:

اَلْوَقْتُ سَيْفٌ، فَإِنْ لَمْ تَقْطَعْهُ قَطَعَكَ[2]

---

[1] شعب الإيمان، باب في محبة الله، ح(۵۱۲)

[2] قيمة الزمن عند العلماء، ص: ۴۵

وقت ایک تلوار ہے، آپ اس کو کسی نیک کام میں کاٹیں ورنہ وہ تو آپ کو کاٹ ہی ڈالے گا۔

یعنی حسرتوں میں مشغول کر کے آپ کو کاٹ ڈالے گا۔

مشہور تابعی، عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے بات کرنا چاہا تو انہوں نے فرمایا سورج کی گردش تھوڑی دیر کے لئے روک دو تو میں تم سے بات کروں۔[۱]

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم....

میرے عزیزو! وقت گزر رہا ہے، یہ سیّال سرمایہ ہے، اسے روک کر رکھنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم
چُپکے چُپکے، رفتہ رفتہ، دم بدم

گزرنے والا ایک ایک لمحہ ہماری زندگی کو گھٹا رہا ہے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے مُنادِی
گردُوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹادی

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِبْنَ آدَمَ إِنَّمَا أَنْتَ أَيَّامٌ فَكُلَّمَا ذَهَبَ يَوْمٌ ذَهَبَ بَعْضُكَ[۲]

اے انسان! تو ایام ہی تو ہے، جب بھی ایک دن ختم ہو جائے تو تیرا ایک حصّہ ختم ہو جاتا ہے۔

---

[۱] التبصرة لابن الجوزي: ۳۱۵/۲

[۲] شعب الإيمان، كتاب الزهد، ح(۱۰۶۶۳)، حلية الأولياء: ۱۴۸/۲

جو دن گزر گیا وہ واپس نہیں آتا، ہر روز طلوعِ آفتاب کے وقت دن یہ اعلان کرتا ہے:

مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَعْمَلَ فِيْ خَيْرٍ فَلْيَعْمَلْهُ فَإِنِّيْ غَيْرُ مُكَرَّرٍ عَلَيْكُمْ أَبَدًا[1]

جو شخص بھلائی کرنے کی قدرت رکھتا ہے تو کرلے اس لئے کہ میں کبھی بھی دوبارہ لوٹ کر آنے والا نہیں ہوں۔

اب موت ہی کا انتظار ہے

میرے بھائیو! ذرا سوچو تو سہی، ہماری زندگی کا بچپن گزر گیا ہے، بہت سوں کی تو جوانی بھی گزر گئی اور کئی ایک بڑھاپے کی منزل کو پہنچ چکے ہیں، اب موت ہی کا انتظار ہے۔

﴿اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ﴾ (نوح: ۴)

اللہ تعالیٰ کا مقرّر کیا ہوا وقت جب آپہنچے گا تو ٹلے گا نہیں۔

عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا
جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا
بڑھاپے نے پھر آکے کیا کیا ستایا

---

[1] شعب الإيمان، كتاب الصيام، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، ح(۳۸۴۰)

اجل تیرا کر دے گی بالکل صفایا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

وقت کی حفاظت کی تدابیر

میرے بھائیو! میرے عزیزو! اس مرحلۂ موت سے پہلے زندگی کی قدر کر لینی چاہیئے، آؤ، ہم سب مل کر یہ تہیّہ کریں کہ ان شاء اللہ، آج کے بعد ہم اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کریں گے اور ہر لمحے کو صرف مفید کاموں میں خرچ کرنے کا اہتمام کریں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کے ارادوں کو قبول فرمائیں اور خوب برکت نصیب فرمائیں۔ (آمین)

اب اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بزرگوں کی تعلیمات کی روشنی میں چند مجرّب اور مفید ہدایات بیان کی جارہی ہیں، توجّہ اور دھیان سے سن کر اپنے ذہن میں محفوظ کر لیجئے اور ان پر عمل کیجئے۔

۱) نظامُ الاوقات (timetable)

پہلی بات نظامُ الاوقات ہے، ہمارے اکابر نے نظامُ الاوقات کا بہت اہتمام فرمایا ہے، اس سے وقت ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے، اس لئے پورے دن کا ایک پروگرام ٹائم ٹیبل (timetable) کی شکل میں بناؤ اور اس پر سختی سے عمل کرو، جس کام کے لئے جو وقت متعین کر دیا اس وقت میں اسی کام کو کرو، اور کسی بھی کام کو اپنے مقرّرہ وقت سے مؤخّر ہرگز نہ کرو۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

إِيَّاكَ وَالتَّسْوِيْفَ [1]

تسویف (procrastination) سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

مطلب یہ ہے کہ اپنے ضروری اور مفید کاموں کو انجام دینے میں 'آج کل' کرنے سے بچو، کسی بھی کام کو کل پر یا آئندہ پر مت ٹالو اس لئے کہ 'کل' محض ایک دھوکہ اور بہلاوا ہے، یہ انسان کی بے پروائیوں اور ناکامیوں کا سب سے بڑا ذمّہ دار ہے، اس لئے ہر کام کو اس کے مقرّرہ وقت پر پورا کرنے کا اہتمام کرو، یہ بات بھی عرض کر دوں کہ جب بھی دو کام یا کئی کام سامنے آجائیں تو ان میں سے جو سب سے زیادہ ضروری اور انجام کے اعتبار سے سب سے زیادہ مفید ہو اس کو ترجیح دو۔

۲) فضول باتوں سے بچنا

دوسری بات لایعنی اور فضول باتوں سے بچنا، ہم لوگ اپنے وقت کو کسی مباح غیر مفید کام میں خرچ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کام مباح ہے لہٰذا کوئی نقصان کی بات نہیں، یہ سوچ بہت غلط ہے، یہ بھی بہت بڑا نقصان ہوا کیونکہ ایک بہت ہی قیمتی سرمایہ ایسے کام میں ضائع ہوا جس کا کوئی نفع نہیں، ہماری عام عادت یہ ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے سوچتے ہیں کہ یہ کام دنیا میں یا آخرت میں نقصان دہ تو نہیں ہے؟ اگر نہیں تو کرنے میں کوئی حرج نہیں، چاہے وہ مفید بھی نہ ہو، سوچنے کا یہ طریقہ غلط ہے، کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے یہ سوچنا چاہئے کہ جو کام میں کرنے جارہا ہوں

---

[1] آداب الحسن البصري، ص: ۱۲۱

یہ دنیا اور آخرت میں نفع بخش ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مجھے اس کام سے دور رہنا چاہئے، اس لئے کہ اگرچہ یہ فی نفسہٖ مُضر نہیں، لیکن زندگی کے اتنے حصّے کو ایسے کام میں صَرف کرنا جو دنیا یا آخرت میں نفع بخش نہ ہو، یہ بھی ایک نقصان ہی ہے، ایک شخص اپنا روپیہ ایسے کام میں کبھی خرچ نہیں کرے گا جس میں فائدہ نہ ہو، روپیہ خرچ کرتے وقت وہ یہ نہیں سوچتا کہ اس میں کوئی نقصان ہے یا نہیں؟ بلکہ ہمیشہ یہ سوچتا ہے کہ اس میں کوئی فائدہ ہے یا نہیں؟ اگر فائدہ نہیں تو کبھی خرچ نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی: وقت کا بدترین مصرف

اس سے ایک بہت اہم بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ جب ایسے کام میں اپنے وقت کو خرچ کرنے سے بچنے کا اہتمام کرنا ہے جو مفید نہ ہو، تو ایسے کام میں اپنے وقت کو خرچ کرنے کی کیسے گنجائش ہوگی جو دنیا میں یا آخرت میں نقصان دہ ہے؟ آج انٹرنیٹ، social media اور فحش لٹریچر (literature) کے ذریعے لوگوں کی آخرت بھی برباد ہو رہی ہے اور دنیوی زندگی بھی تباہ ہو رہی ہے۔

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کے کام دونوں جہان میں نقصان پہنچانے والے ہیں، اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچاؤ، وقت کو برباد کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بدتر کوئی کام نہیں ہے، گناہ وقت کا بدترین مصرف ہے، اس سے دونوں جہان میں تباہی ہی تباہی ہے، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں۔ (آمین)

۳) غیر ضروری مجلسیں

ایسی مجلسوں سے اپنے آپ کو خوب بچانا چاہئے جو غیر ضروری ہیں، لوگوں سے جتنا اختلاط بڑھے گا اتنا ہی وقت فضول باتوں میں خرچ ہوگا، آج کل ہم محفلوں میں صرف فضول اور لایعنی میں مبتلا نہیں رہتے، بلکہ غیبت اور بہتان جیسے بڑے بڑے گناہوں کے مرتکب ہو جاتے ہیں، شادی بیاہ، تعزیت اور عیادت کے مواقع پر دیر تک مجلسیں رہتی ہیں اور غیر مفید، بلکہ مُضر بحثوں میں وقت صَرف کیا جاتا ہے، اس لئے غیر ضروری مجلسوں سے اور اختلاط سے خوب پرہیز کرو۔

۴) زبان کی حفاظت

زبان کی خوب حفاظت کرو، بغیر ضرورت کے مت بولو، اس اصول کو مضبوطی سے پکڑے رکھو کہ 'تول پھر بول'، اگر بولنے کی نوبت آہی جائے تو اپنی زبان پر قابو رکھو، گفتگو میں اختصار سے کام لو، سب سے زیادہ لایعنی میں مبتلا ہونے والی چیز زبان ہے، اختلاط سے پرہیز اور ذکر میں مشغول رہنے سے اس کی حفاظت رہتی ہے۔

۵) محاسبہ

روزانہ ایک وقت مقرّر کر کے چوبیس (۲۴) گھنٹوں کا محاسبہ کر لیا کرو تاکہ معلوم ہوتا رہے کہ وقت کہاں گزر رہا ہے، کیا کھویا جا رہا ہے اور کیا پایا جا رہا ہے، اگر اچھے کاموں میں گزر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور مزید توفیق کا سوال کرو، اور اگر غلط کاموں میں خرچ ہوا ہے تو توبہ کرو اور آئندہ اس سے بچنے کا پورا عزم کرو، ان شاء اللہ تعالیٰ ان تدابیر کو اختیار کرنے سے وقت ضائع ہونے سے بچے گا۔

ہر دم اللہ اللہ کر.....

اخیر میں پھر یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ وقت کو ضائع مت کرو! گپ شپ والی مجلسوں سے پرہیز کرو! زندگی کے لمحات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں، اس کی رضا میں، جنّت کے حصول میں، تبلیغِ دین اور اشاعتِ علم میں، ذکر میں، تلاوت میں، سیرت اور دینی کتب کے مطالعہ میں اور خدمتِ خلق میں خرچ کرو! کسی بھی لمحے کو گناہ میں، فضول گوئی میں، لغو کام میں ضائع مت کرو!

ہر دم اللہ اللہ کر
نور سے اپنا سینہ بھر
جیئے تو اس کا ہوکر جی
مرے تو اس کا ہوکر مر

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں اور وقت کی قدر کرنے والا بنائیں۔
(آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

مآخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل،مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل،مصر
۳	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسىٰ الترمذي	دار التأصيل،مصر
۴	مسند أحمد	الإمام أحمد بن حنبل	مؤسسة الرسالة،بيروت
۵	المستدرك للحاكم	الإمام الحاكم	دار التأصيل،مصر
۶	شعب الإيمان	الإمام البيهقي	دار الكتب العلمية،بيروت
۷	مصنّف ابن أبي شيبة	الإمام أبو بكر بن أبي شيبة	دار قرطبة،بيروت
۸	حلية الأولياء	الحافظ أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر،بيروت
۹	أوجز المسالك	الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي	دار القلم،دمشق
۱۰	تهذيب التهذيب	الحافظ ابن حجر العسقلاني	مؤسسة الرسالة،بيروت
۱۱	سير أعلام النبلاء	الإمام الذهبي	مؤسسة الرسالة،بيروت
۱۲	تهذيب الكمال	الحافظ المزّي	مؤسسة الرسالة،بيروت
۱۳	تذكرة الحفّاظ	الإمام الذهبي	دار إحياء التراث العربي، بيروت
۱۴	الإنتقاء	الإمام ابن عبد البر الأندلسي	مكتبة الإمام البخاري،قطر
۱۵	بستان المحدّثين	المحدّث عبد العزيز الدهلوي	دار الغرب الإسلامي،تونس
۱۶	التبصرة لابن الجوزي	الإمام ابن الجوزي	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۷	صفة الصفوة	الإمام ابن الجوزي	دار الحديث،القاهرة
۱۸	تبيين كذب المفتري	الحافظ ابن عساكر	المكتبة الأزهرية للتراث، القاهرة

١٩	وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان	القاضي أحمد بن محمد ابن خلكان	دار صادر،بيروت
٢٠	الحثّ على طلب العلم والإجتهاد في جمعه	الإمام أبو هلال العسكري	مكتبة ابن تيمية،القاهرة
٢١	المستطرف في كلّ فنّ المستظرف	شهاب الدين أحمد بن محمد الأبشيهي	دار الكتب العلمية،بيروت
٢٢	آداب الحسن البصري	الإمام ابن الجوزي	دار النوادر،بيروت
٢٣	قيمة الزمن عند العلماء	الشيخ عبد الفتّاح أبو غدّة	دار البشائر الإسلامية، بيروت
٢٤	المسك الأذفر	العلّامة محمود شكري الآلوسي	الدار العربية للموسوعات، بيروت
٢٥	الآلوسي مفسّرا	محسن عبد الحميد	مكتبة المعارف،بغداد
٢٦	تذکرۃ الخلیل	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی	مکتبۃ الشیخ،کراچی
٢٧	اشرف السوانح	حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ،ملتان
٢٨	آپ بیتی	حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی	مکتبہ عمر فاروق،کراچی
٢٩	سوانح وتعلیمات حضرت عارفی	سیّد ریاض الدین	ادارۃ المعارف،کراچی
٣٠	ملفوظاتِ حکیم الاُمّت	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ،ملتان
٣١	دوائے دل	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ،ملتان
٣٢	متاعِ وقت اور کاروانِ علم	مولانا ابن الحسن عباسی	مکتبہ عمر فاروق،کراچی

بے ادبی کی سنگینی

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
کہ جو شخص ادب کے معاملے میں غفلت برتے گا،
اس کو سنتوں سے محرومی کی سزا دی جائے گی، اور جو
شخص سنتوں کے معاملے میں غفلت برتے گا، اس کو
فرائض سے محرومی کی سزا دی جائے گی، اور جو شخص
فرائض کے معاملے میں غفلت برتے گا، اس کو
معرفتِ خداوندی سے محرومی کی سزا دی جائے گی۔

(شعب الإیمان، ح۳۰۱۷)

حسنِ ادب اور حسنِ معاشرت

تفصیلات

وعظ کا نام	:	حسنِ ادب اور حسنِ معاشرت
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	رمضانُ المبارک ۱۴۲۵ھ مطابق نومبر ۲۰۰۴ء
مقامِ	:	مسجد النور، لیسٹر، یو کے

فہرست

حسنِ ادب اور حسنِ معاشرت ۱۶۷
با ادب بانصیب، بے ادب بے نصیب ۱۶۷
علم اور معلومات میں فرق ۱۶۸
حقیقی خوبصورتی علم وادب کی خوبصورتی ہے ۱۶۹
حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ادب کا غلبہ ۱۷۰
معلّم کا ادب ۱۷۱
حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور مرشد کا ادب ۱۷۲
شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ کا ادب ۱۷۲
والدِ استاذ کا ادب ۱۷۳
ادب کا عجیب واقعہ ۱۷۳
بڑوں کا ادب ۱۷۴
ادب کے سلسلے میں بزرگوں کے اقوال ۱۷۵
ادب نام ہے راحت رسانی کا ۱۷۷
صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی موقع شناسی ۱۷۷
بزرگانِ دین سے فائدہ حاصل کرنے کا طریقہ ۱۷۸
آدابُ المُعاشرت ۱۷۹
تکریم کے نام سے تکلیف ۱۸۰

نمازِ باجماعت کی اہمیت ۱۸۱
ایسے شخص کے لئے مسجد میں آنا جائز نہیں ۱۸۲
حجرِ اسود کو بوسہ ۱۸۲
بلند آواز سے تلاوت کرنا ۱۸۳
ایذاءِ مسلم کی اور مثالیں ۱۸۴
آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آدابُ المعاشرت کا اہتمام ۱۸۴
تہجّد کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُٹھنے کا انداز ۱۸۵
آدابُ المعاشرت سیکھئے ۱۸۵
آپ بیتی ۱۸٦
ایک سبق آموز لطیفہ ۱۸۷
ٹیلیفون پر لمبی بات کرنا ۱۸۸
تعلیماتِ نبوی، سبحان اللہ! ۱۸۸
ماٰخذ و مراجع ۱۹۰

حسنِ ادب اور حسنِ معاشرت

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ يُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ[1]

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب

ایک مؤمن کی زندگی میں ادب کا ہونا بہت ضروری ہے، بغیر ادب کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، مشہور مقولہ ہے:

با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب

ادب والا نصیبے والا ہوتا ہے، جو ادب والی زندگی گزارتا ہے اسے بارگاہِ خداوندی سے ضرور حصّہ ملتا ہے اور جو بے ادب ہوتا ہے وہ محروم رہتا ہے، اسے کچھ نہیں ملتا، مثال کے طور پر ایک طالبِ علم حصولِ علم کے لئے محنت کرتا ہے، لیکن استاذ

---

[1] سنن الترمذي،أبواب البرّ والصّلة،باب ما جاء في أدب الولد،ح(٢٠٦٦)

کے ساتھ، کتابوں کے ساتھ اور علم کے دوسرے وسائل کے ساتھ بے ادبی کا معاملہ کرتا ہے تو اسے علم حاصل نہیں ہوگا۔

مَنْ لَا أَدَبَ لَهُ لَا عِلْمَ لَهُ

جو بے ادب ہوگا وہ علم سے محروم رہے گا۔

علم اور معلومات میں فرق

یہاں اوّل نمبر سے کامیاب ہونے والا کوئی طالبِ علم جو ادب کا اہتمام نہیں کرتا، یہ کہہ سکتا ہے کہ ادب کے سلسلے میں میری کوتاہی کے باوجود میں ہمیشہ اوّل نمبر سے پاس ہوتا ہوں، کون کہتا ہے کہ بے ادب کو علم نصیب نہیں ہوتا؟ یہ ایک غلط فہمی ہے جو علم کی حقیقت سے بے خبری کی وجہ سے پیش آرہی ہے، ایسے طالبِ علم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر غور کرنا چاہئے، آپ فرماتے ہیں کہ علم نقوش کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ ایک نور ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔[1]

یہ نقوش یعنی letters (حروف) اور words (الفاظ) علم نہیں بلکہ معلومات ہیں، آپ نے ان الفاظ سے جان لیا کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے، یہ جائز ہے، یہ ناجائز ہے، یہ علم نہیں ہے، علم تو ایک نور ہے جو قلب کی گہرائیوں میں اُتر جاتا ہے اور پھر اس کی شعائیں وہاں سے نکل کر پورے جسم میں پھیل کر جسم کے ہر عضو کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق چلنے پر مجبور کر دیتی ہیں، یہ ہے حقیقی علم، اگر آپ کو یہ معلوم ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، مگر آپ نماز کی پابندی نہیں کرتے، تو آپ کو نماز کا علم حاصل نہیں، ہاں، جو شخص نماز کی فرضیت کے علم

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ: ۱/۶۰۸

کے بعد نماز کی پابندی بھی کرتا ہے اسے نماز کا علم حاصل ہے۔

حقیقی خوبصورتی علم وادب کی خوبصورتی ہے

عرض یہ کر رہا تھا کہ مؤمن کی زندگی میں ادب کا ہونا نہایت ہی اہم اور ضروری ہے اس لئے کہ اس کے بغیر نہ کچھ حاصل ہوگا اور نہ ترقّی ہوگی، بلکہ انسان میں اگر ادب نہ ہوتو وہ انسان کی شکل میں حیوان ہے۔

ادب ہی سے انسان انسان ہے
ادب جو نہ سیکھے وہ حیوان ہے

ادب سے انسانیت آتی ہے اور اس میں ترقّی ہوتی ہے، جو شخص علم وادب سے اپنے آپ کو آراستہ کر لیتا ہے وہ لوگوں کی نظروں میں بھلا معلوم ہوتا ہے، اس کے برعکس جس شخص میں ادب نہیں وہ نفرت کا سبب بنتا ہے، اس سے لوگ محبت نہیں کرتے، ایسا شخص حقیقت میں مفلس اور یتیم کہلانے کے قابل ہے، ایک عربی شاعر نے بڑے پتے کی بات کہی ہے:

لَيْسَ الْجَمَالُ بِأَثْوَابٍ تُزَيِّنُنَا
إِنَّ الْجَمَالَ جَمَالُ الْعِلْمِ وَالْأَدَبِ
وَلَيْسَ الْيَتِيْمُ الَّذِيْ قَدْ مَاتَ وَالِدُهٗ
إِنَّ الْيَتِيْمَ يَتِيْمُ الْعِلْمِ وَالْأَدَبِ

حقیقی اور کامل خوبصورتی ہمیں زینت بخشنے والے کپڑوں سے
حاصل نہیں ہوتی، بلکہ حقیقی خوبصورتی علم وادب کی خوبصورتی

ہے، اور حقیقی یتیم وہ بچّہ نہیں جس کے والد کا انتقال ہو گیا
ہے، بلکہ حقیقی یتیم وہ بچّہ ہے جو علم وادب سے محروم رہ گیا ہو۔

ایک ایسے شخص سے جو علم وادب سے آراستہ نہ ہو اور اخلاق سے کورا ہو کسی کو محبت نہیں ہو سکتی، چاہے وہ کتنے ہی اچھے کپڑوں میں ملبوس ہو کر آئے، اس کے برعکس وہ نادار و مفلس جو علم وادب سے آراستہ ہے اور اخلاقِ فاضلہ کا مجسّمہ ہے، وہ چونکہ حقیقی جمال سے آراستہ ہے اس لئے وہ قابلِ احترام بھی ہوگا اور ہر دل عزیز بھی، مثال کے طور پر ایک شخص بدصورت ہے، موٹے ہونٹوں والا، چپٹی ناک والا، غیر معتدل قد والا، ظاہر ہے کہ اوّل وہلے میں طبیعت اس کی طرف مائل نہیں ہوگی، لیکن تھوڑی ہی دیر میں اس کے ادب اور اس کے اخلاق کو دیکھ کر اور اس کی پُر حکمت باتوں کو سن کر ہر شخص اس کا گرویدہ ہو جائے گا، اور اس کے برعکس دوسرا شخص نہایت خوبصورت ہے اور بہترین لباس میں ملبوس، ظاہر ہے کہ اوّل وہلے میں اس کی طرف میلان ہوگا، لیکن برتنے پر اس کی بداخلاقی ظاہر ہوگی جس کی وجہ سے دل بہت جلد مکدّر ہو جائے گا۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ادب کا غلبہ

عرض یہ کر رہا تھا کہ ادب کی بڑی اہمیت ہے اور بڑوں نے اس کا بہت اہتمام کیا ہے، اسلاف کے ایسے ایسے واقعات ہیں کہ عقل حیران ہو جاتی ہے، انہوں نے ادب کا اس قدر اہتمام کیا کہ پتا چلتا تھا کہ ادب ان کی زندگیوں کا ایک بہت ہی اہم جزو ہے، حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے ایک مسترشد حضرت مولانا ایوب کھولوڈیا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا کہ حضرت پر

اللہ کے ادب کا اتنا غلبہ تھا کہ احرام اور غسل جیسی شدید مجبوری کے علاوہ سر سے ٹوپی نہیں اُتارتے تھے، رات کو سوتے تھے تو ٹوپی پہن کر سوتے تھے، فرماتے تھے کہ مجھے سر ننگا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے۔ اتنا ادب اور اتنی حیا ضروری نہیں ہے، لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر حیا اور ادب کا غلبہ تھا اور آپ مجبور تھے، اس سے ہمیں عبرت ہونی چاہئے اور ادب کی جو ضروری مقدار ہے کم از کم اس کا تو اہتمام کرنا چاہئے۔

معلّم کا ادب

امام ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر شاگرد ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے بہت محبت تھی، ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

وَدِدْتُ أَنِّيْ حَسَوْتُهُ الْعِلْمَ[1]

کاش کہ میں ربیع کو علم پلا سکتا۔

امام ربیع رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کتنا ادب کرتے تھے اس کا اندازہ ان کے عمل سے ہوتا ہے، آپ فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ مَا اجْتَرَأْتُ أَنْ أَشْرَبَ الْمَاءَ وَالشَّافِعِيُّ يَنْظُرُ إِلَيَّ هَيْبَةً لَهُ[2]

خدا کی قسم! غایتِ ادب و احترام کی وجہ سے مجھے کبھی یہ ہمّت نہیں

---

[1] سير أعلام النبلاء: ۳۰۰/۱۲

[2] مختصر تاريخ دمشق: ۴۰۱/۲۱

ہوئی کہ میں اس حال میں پانی پیوں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میری طرف دیکھ رہے ہوں۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور مرشد کا ادب

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعُ الکمالات تھے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو شیخ العالَم فرمایا کرتے تھے۔[۱] دار العلوم دیوبند کے صدرُ المُدَرِّسین اور شیخ الحدیث تھے، اتنے بڑے آدمی تھے، لیکن اس کے باوجود دل میں اپنے شیخ کا ادب اور احترام کتنا تھا؟ اللہ اکبر! آپ مرید تھے قُطُبِ ربّانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے، ہر جمعرات کو دیوبند سے گنگوہ اپنے شیخ و مرشد کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور جمعہ تک قیام فرماتے تھے، برسہا برس یہ معمول رہا، سردی ہو یا گرمی، یہ معمول چھوٹتا نہ تھا، گنگوہ دیوبند سے تیس (۳۰) میل کے فاصلے پر ہے، ادب کا یہ حال تھا کہ دیوبند سے گنگوہ تک سوار ہو کر نہیں جاتے تھے، بلکہ پیدل جاتے تھے۔[۲]

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ کا ادب

اپنے مرشد کی طرح اپنے استاذ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بہت زیادہ محبت تھی اور دل میں ان کا اعلیٰ درجے کا احترام تھا، اسی وجہ سے ان کی بھی بے مثال خدمت کی، ایک مرتبہ آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر میں تھے اور حضرت استاذ شدید بیمار ہو گئے، تمام رفقاء کو مایوسی ہو گئی، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے رات اور

---

[۱] ملفوظاتِ حکیم الاُمّت: ۵/ ۳۰۰

[۲] دار العلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص: ۶۹

دن کو ایک کر دیا اور خوب خدمت کی، پوری پوری رات بیدار رہے اور اپنے سے زیادہ اپنے استاذ کی راحت اور سکون کی فکر کرتے رہے۔[۱]

والدِ استاذ کا ادب

استاذ تو استاذ، والدِ استاذ کا دل میں اس قدر احترام تھا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد سے مرض الوفات میں چار پائی پر دست ہو گئے، حاضرین ایک دوسرے کی طرف ابھی دیکھ رہے تھے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً نجاست سمیٹنی شروع کر دی اور اپنی ہتھیلیوں میں لے لے کر کئی بار باہر پھینکنے گئے، اتّفاق سے اس وقت حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پہنچ گئے اور یہ صورتِ حال دیکھ کر اتنے خوش ہوئے کہ وہیں کھڑے کھڑے دعا میں مشغول ہو گئے، مخلص استاذ کی اپنے محبوب شاگرد کے لئے دل سے نکلی ہوئی دعا نے اثر دکھلایا اور اللہ تعالیٰ نے محمود حسن کو شیخ الہند بنا دیا۔[۲]

ادب کا عجیب واقعہ

ادب کے سلسلے میں ایک اور قصّہ یاد آ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک عورت تھی، اسے کوڑھ کی بیماری تھی، جب وہ حرم شریف میں آتی تو بدبو پھیلتی اور لوگوں کو تکلیف پہنچتی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اے اللہ کی بندی! (حرم شریف میں آ کر) لوگوں کو تکلیف مت پہنچایا کرو، اگر تم گھر میں بیٹھی رہتی تو بہتر ہوتا۔[۳] مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نیت کو خوب جانتا ہے، تمہیں گھر میں

---

[۱] سوانح علماءِ دیوبند: ۲/۴۴۱

[۲] دار العلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص: ۷۳

[۳] موطأ إمام مالك، كتاب الحج، باب جامع الحج، ح(۱۲۷۵)

بیٹھے بیٹھے سارا اجروثواب ملتا رہے گا۔

اس عورت نے حرم شریف میں آنا بند کر دیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو کسی نے جا کر اطّلاع دی اور کہا کہ اب تو حرم میں آنے میں کوئی رُکاوٹ نہیں ہے، اس لئے کہ جنہوں نے تمہیں منع کیا تھا ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس عورت نے جواب میں کہا کہ میں ایسی نہیں ہوں کہ عمر رضی اللہ عنہ زندہ ہوں تو ان کی بات مانوں اور انتقال کر جائیں تو نہ مانوں۔[1] مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ محترم شخص تھے، اس لئے ان کی بات ہر حال میں مانی جائے گی، زندہ ہوں تب بھی اور وفات کے بعد بھی، میرے عزیزو! اس عورت کا ادب تو دیکھئے! کیا ٹھکانہ ہے اس ادب کا! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

بڑوں کا ادب

بھائیو! ہر مؤمن کو با ادب بن کر رہنا چاہیے، ہر قابلِ احترام چیز کی دل میں عظمت اور محبت ہونی چاہئے اور اس کا کماحقّہٗ ادب بھی ہونا چاہئے، دل میں عظمت اور محبت ہوگی تو ادب ضرور ہوگا۔

محبت تجھ کو آدابِ محبت خود سکھا دے گی

علماء، اساتذہ، مشائخ، ماں باپ، خاندان کے بڑے، بستی کے بڑے، ان سب کا حسبِ مراتب دل میں احترام بھی ہو اور ادب بھی، آج کل ہماری طرف سے اس باب میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے، مثال کے طور پر ماں باپ ہی کو لے لیجئے، ان کے احسانات بے شمار ہیں، وہ ہمارے لئے کیا کچھ نہیں کرتے؟ ہمیں

---

[1] موطأ إمام مالك، كتاب الحج، باب جامع الحج، ح(۱۲۷۵)

جوانی کی کِرن دکھانے کی خاطر وہ اپنی جوانی قربان کر دیتے ہیں، سوچنے کی ضرورت ہے کہ ان کا کتنا ادب ہونا چاہئے اور کتنا ہو رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت عطا فرمائیں۔ (آمین)

جو ہمارے بڑے ہیں؛ ماں باپ، اساتذہ، مشائخ وغیرہ، ان کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کے ساتھ ادب کے ساتھ پیش آئیں، کسی بھی کام میں ہم ان پر سبقت نہ کریں، ان سے آگے نہ چلیں، ان سے پہلے کھانا شروع نہ کریں وغیرہ وغیرہ، یہ سب چیزیں ادب میں داخل ہیں، ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہے ہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو الدرداء! کیا تم ایسے آدمی کے آگے چل رہے ہو جو دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے؟ دنیا میں آفتاب کا طلوع اور غروب ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء علیہم السلام کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔[1] معلوم ہوا کہ چھوٹوں کو اپنے بڑوں کے ساتھ آداب کی پوری رعایت کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔

ادب کے سلسلے میں بزرگوں کے اقوال

میرے عزیزو! اپنے دلوں میں قابلِ احترام لوگ اور قابلِ احترام چیزوں کی عظمت پیدا کرنا اور پھر ان کا ادب کرنا نہایت ضروری ہے، شعائرِ اسلام کا ادب، قرآن کا ادب، دینی کتابوں کا ادب، مسجد کا ادب، کھانے کی چیزوں کا ادب، صاحبِ علم کا ادب، استاذ کا ادب، والدین کا ادب، بڑوں کا ادب وغیرہ وغیرہ، میرے بھائیو! اسلاف کی نظر میں ادب کی بڑی اہمیت تھی۔

---

[1] حلیة الأولیاء: ۳/ ۳۲۵

• حکیم الاسلام قاری طیّب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دین کے لئے ادب ایک بنیادی چیز ہے، جتنا ادب بڑھتا چلا جائے گا اتنا ہی دین مضبوط ہوتا جائے گا، اور جتنی بے ادبی بڑھتی جائے گی دین اتنا ہی کمزور ہوتا چلا جائے گا۔[1]

• حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بے ادب خالق و مخلوق دونوں کا معتوب و مغضوب ہوتا ہے۔[2]

• حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم علمِ کثیر کے اتنے محتاج نہیں جتنے کہ ہم ادبِ قلیل کے محتاج ہیں۔[3]

• امام قَرافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تھوڑا سا ادب زیادہ عمل سے بہتر ہے۔[4]

• ایک بزرگ کا ارشاد ہے:

اِجْعَلْ عَمَلَكَ مِلْحًا وَأَدَبَكَ دَقِيْقًا[5]

اپنے عمل کو نمک بناؤ اور ادب کو آٹا۔

مطلب یہ ہے کہ عمل کے مقابلے میں ادب اتنا بڑھ جائے جتنا آٹا نمک کے مقابلے میں ہوتا ہے، اس لئے کہ ادب سے معمور تھوڑا سا نیک عمل اس زیادہ عمل سے بہتر ہے جس میں ادب کی کمی ہو۔

---

[1] خطباتِ حکیم الاسلام: ۱۶۵/۳

[2] کامیاب طالبِ علم، ص: ۷۵

[3] مدارج السالکین: ۲۳۴۰/۳

[4] الفروق: ۴۱۷/۴

[5] الفروق: ۴۱۷/۴

میرے عزیزو! ادب کا خوب اہتمام کرو، اس کے بغیر ترقّی ممکن نہیں، راہِ طریقت میں بھی ادب بہت ضروری ہے،جس نے اس راہ میں جو کچھ پایا ادب ہی سے پایا۔

أَدِّبُوْا النَّفْسَ أَيُّهَا الأَحْبَابُ
طُرُقُ الْعِشْقِ كُلُّهَا آدَابُ

اے دوستو! اپنے آپ کو مؤدّب بناؤ، اس لئے کہ
عشق کے سارے طرق آداب ہی آداب ہیں۔

ادب نام ہے راحت رسانی کا

اپنے بڑوں کا ادب کرنے میں ایک نہایت اہم بات یاد رکھنی چاہئے کہ ادب نام ہے راحت پہنچانے کا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے بزرگ، اپنے شیخ، اپنے استاذ، اپنے والد، اپنی ماں، اپنے کسی بھی بڑے کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں جس سے ان کو راحت پہنچے اور تکلیف نہ ہو، ادب اسی کا نام ہے۔[1] مثال کے طور پر کسی بزرگ کو مجلس میں آنے پر اہلِ مجلس کے کھڑے ہونے سے تکلیف ہوتی ہو تو اس صورت میں نہ اُٹھنا ہی ادب ہے۔

صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی موقع شناسی

سیرتِ طیبہ میں ہمیں اس سلسلے کا ایک عجیب واقعہ ملتا ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ تشریف لے جا رہے تھے، مدینہ منوّرہ کی ایک بڑی جماعت تھی جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا نہیں تھا،

---

[1] آداب المعاشرت، ص:۳۸۶

جب آپ ﷺ طویل سفر کر کے پہنچے تو مدینہ منوّرہ کے حضرات جوق در جوق بغرضِ زیارت و ملاقات حاضر ہوئے، مگر وہ یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ دونوں حضرات میں سے اللہ کے نبی ﷺ کون ہیں؟ صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ عمر میں بڑے معلوم ہوتے تھے اس لئے لوگوں نے انہیں نبی ﷺ سمجھ کر مصافحہ کرنا شروع کر دیا، صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا موقع شناسی میں کمال دیکھئے کہ آپ خندہ پیشانی کے ساتھ مصافحہ کرتے رہے اور کوئی عذر پیش نہیں کیا، آپ جانتے تھے کہ محبوب آقا ﷺ ایک طویل سفر کی وجہ سے تھکے ہوئے ہیں اور اس وقت آپ ﷺ کو راحت اسی میں ہے کہ آپ ﷺ کو مصافحہ کی زحمت سے بچایا جائے، اس وقت ادب یہی تھا۔[1]

بزرگانِ دین سے فائدہ حاصل کرنے کا طریقہ

ادب اسی کا نام ہے کہ جس کا ادب کرنا منظور ہے اسے تکلیف نہ ہو، بعض عقیدت مند ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں صرف حصولِ برکت کی فکر رہتی ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے کسی کو کتنی بھی تکلیف پہنچے اس سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا، حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے آپ کے شیخ حضرت ڈاکٹر عبد الحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ کئی بار سنا، فرماتے تھے کہ چاہنے والوں کی دو قسمیں ہیں، اہلِ محبت اور اہلِ عقیدت، اہلِ محبت تو ہماری چاہت کی پوری رعایت کرتے ہیں، مگر اہلِ عقیدت کا معاملہ اور ہی ہے، ان پر تو اپنی چاہت کی تکمیل ہی کی فکر سوار رہتی ہے، مگر فائدے میں اہلِ محبت رہتے ہیں اس لئے کہ وہ اپنے مخدوم کے دل میں اتر جاتے ہیں۔

---

[1] البدایة والنهایة: ۳/۴۵۱

میرے عزیزو! اپنے بڑوں کو تکلیف مت پہنچاؤ! ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے مخدوم کو ہماری طرف سے ذرّہ برابر تکلیف نہ پہنچے، ہماری اس سلسلے میں ہر ممکن کوشش رہنی چاہئے، ہم لوگ اکابر اور بزرگانِ دین کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر ان کی راحت کا خیال نہیں کرتے، انہیں یہاں سے وہاں اور اِدھر سے اُدھر گھسیٹا جاتا ہے، ان کی منشا معلوم نہیں کی جاتی، یہ ظلم ہے، خصوصاً جب کہ وہ بیمار بھی ہوں یا پیرانہ سالی سے گزر رہے ہوں، ان کے حالات اور مزاج کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ان کی راحت کا انتظام کرنا چاہئے، انہیں ایک جگہ بٹھا کر خود ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے اور استفادہ کرنا چاہئے، ان حضراتِ اکابر کے آرام کا خیال رکھنے والوں کو وہ باطنی فوائد حاصل ہوں گے جو صرف ظاہری اور دنیوی برکات کے حصول کے لئے انہیں گھسیٹ گھسیٹ کر لے جانے والوں کو نہیں ہوں گے۔

آدابُ المُعاشرت

یہاں پر آدابُ المعاشرت کے سلسلے میں بھی کچھ باتیں عرض کردوں، دین کے پانچ شعبے ہیں؛ عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق، معاشرت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے برتاؤ سے کسی کو بیجا تکلیف نہ پہنچے، ہمیں معاشرت کے آداب سیکھنے چاہئے تاکہ ہم سے کسی کو ادنیٰ درجے کی بھی تکلیف نہ ہو، معاشرتی زندگی میں ہمارا ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ؛ سلام، مصافحہ، عیادت، ضیافت، ملنا جلنا وغیرہ تمام امور میں شریعتِ مطہّرہ نے ہمارے لئے ایسے اصول مقرّر کئے ہیں جن پر عمل کرنے سے سب کو تکلیف سے نجات ملے گی اور راحت حاصل ہوگی۔

مہمان ہی کی مثال لے لیجئے، ہمارے یہاں ایک شخص آتا ہے، ظاہر ہے کہ مہمان نوازی کے کچھ آداب ہیں، بعض لوگ مہمان سے پوچھتے ہیں کہ Would you like a cup of tea? (آپ چائے پسند فرمائیں گے؟) اس سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ What would you like? (آپ کیا پسند فرمائیں گے؟) اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری خواہش اور چاہت تو یہی ہے کہ آپ کچھ نہ کچھ ضرور لیں، سوال کا مقصد تو آپ کی مرضی معلوم کرنا ہے تاکہ کوئی چیز آپ کی طبیعت کے خلاف نہ آئے، اب اگر آپ مہمان سے پوچھیں اور وہ انکار کرے تو دوسری اور تیسری مرتبہ بھی پوچھ لینا چاہئے تاکہ دل میں یہ کھٹک نہ رہے کہ شاید شرما شرمی میں انکار کر رہے ہیں، مگر ان کے تین مرتبہ انکار کرنے کے بعد بھی اگر اصرار کر کے انہیں کھلایا پلایا تو یہ آدابُ المعاشرت کے خلاف ہوگا، اس لئے کہ مہمان کو اس سے تکلیف ہوگی۔

تکریم کے نام سے تکلیف

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب ارشاد ہے، فرماتے ہیں کہ کسی کو تکریم کے نام سے تکلیف مت پہنچاؤ۔[1] مطلب یہ ہے کہ ہم تو یہ سمجھ رہے ہوں کہ ہم اکرام کر رہے ہیں، حالانکہ بیچارے مہمان کو تکلیف ہو رہی ہے اور وہ پریشان ہو رہا ہے، کھلانے پلانے کی ہماری چاہت کے ساتھ ان کی چاہت کا بھی تو خیال رکھنا چاہئے، ممکن ہے انہوں نے کھانا کھالیا ہو، کسی جگہ وعدہ ہو،

---

[1] خطباتِ حکیم الاُمّت: ۲/ ۳۲۷

بھوک نہ ہو، آگے کہیں پہنچنا ہو وغیرہ، دو تین مرتبہ درخواست کر کے آپ انہیں آزاد چھوڑ دیجئے، اس سے راحت بھی پہنچتی ہے اور محبت بھی بڑھتی ہے، اپنی چاہت قربان کر کے کسی کو راحت پہنچانے میں جو دنیوی اور اُخروی نفع ہے وہ کسی کو تکلیف پہنچا کر اپنی چاہت پوری کرنے میں نہیں ہے، اس کا اہتمام نہایت ضروری ہے اس لئے کہ کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا شریعت میں ناجائز اور حرام ہے۔

نمازِ باجماعت کی اہمیت

عزیزو! آدابُ المعاشرت کو سیکھ کر عمل کا اہتمام کرنا چاہئے اس لئے کہ کسی کو تکلیف پہنچانا شریعت میں ناجائز اور حرام ہے، دیکھو میرے عزیزو! جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا کتنا اہم ہے؟ بعض فقہاء نے جماعت سے نماز پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے اور دوسرے فقہاء نے سنّتِ مؤکّدہ قرار دیا ہے۔[1] دونوں صورتوں میں بغیر عذر کے جماعت چھوڑنے والا گنہگار ہوگا۔[2] حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ارشادات سے بھی اور اپنے عمل سے بھی اس کی تاکید فرمائی ہے، مرض الوفات میں جب آپ کے لئے چلنا دشوار تھا، اس وقت بھی آپ دو آدمیوں کے سہارے جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لائے۔[3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کی تاکید کتنی زیادہ ہے۔

---

[1] ردّ المحتار: ۲/ ۳۴۰

[2] ردّ المحتار: ۲/ ۳۴۱

[3] صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب الرجل يأتمّ بالإمام ويأتمّ الناس بالمأموم، ح(۷۱۳)

ایسے شخص کے لئے مسجد میں آنا جائز نہیں

لیکن اس تاکید کے باوجود فقہاء کا اس پر اتّفاق ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف پہنچ رہی ہو، مثال کے طور پر ایسی بیماری میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے بدبو آتی ہو اور لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہو، تو ایسے شخص کو نماز کے لئے مسجد میں نہیں جانا چاہیئے، اور صرف یہ نہیں کہ جماعت چھوڑنے کی اجازت ہے، بلکہ جماعت سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر جماعت میں شرکت کے لئے مسجد میں آئے گا تو گنہگار ہوگا، اس لئے کہ اس کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف ہوگی، اور ہمارا دین دوسروں کو ناحق تکلیف دینے کی اجازت نہیں دیتا۔[۱] اب دیکھئے کہ ایک آدمی کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے جیسی اہم عبادت سے صرف اس لئے روک دیا گیا کہ لوگوں کو تکلیف ہوگی۔

حجرِ اسود کو بوسہ

حجرِ اسود کی فضیلت اور اہمیت کو کون نہیں جانتا؟ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جو شخص حجرِ اسود کو چھوتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔[۲] بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ یہ پتّھر جنّت سے آیا ہوا ہے۔[۳] حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بھی حجرِ اسود کو بوسہ دیا ہے۔[۴] اب جس چیز کو اللہ کے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بوسہ دیا ہو

---

[۱] ردّ المحتار: ۲/۵۲۵

[۲] مصنّف عبد الرزاق، كتاب المناسك، باب الطواف واستلام الحجر وفضله، ح(۹۰۵۲)

[۳] سنن الترمذي، باب ما جاء في فضل الحجر الأسود والركن والمقام، ح(۸۸۷)

[۴] صحيح البخاري، كتاب الحج، باب تقبيل الحجر، ح(۱۶۲۴)

اسے بوسہ دینے کی تمنّا کس کو نہیں ہوگی؟ شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا کہ ہم جب حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہیں تو حجرِ اسود پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جو بوسہ ہے اس کو بوسہ دیتے ہیں:

تیرے بوسے کو ہم دیتے ہیں بوسہ حجرِ اسود پر
وگر نہ کام کیا تھا ہم مسلمانوں کو پتّھر سے

تو ایک طرف حجرِ اسود کا یہ مقام، لیکن دوسری طرف یہ حکم ہو رہا ہے کہ حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے لئے اگر کسی مسلمان کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو پھر اس وقت حجرِ اسود کو بوسہ دینا جائز نہیں ہے، بلکہ گناہ ہے۔[1]

بلند آواز سے تلاوت کرنا

قرآنِ کریم کی تلاوت ایک بہت اونچا عمل ہے، ہر حرف پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔[2] آہستہ آواز کے مقابلے میں بلند آواز سے تلاوت کرنا افضل ہے، اور اس پر اجر و ثواب زیادہ ملتا ہے۔[3] لیکن اگر تمہارے جہراً تلاوت کرنے سے کسی مُصلّی کی نماز میں یا کسی کی نیند یا آرام میں خلل آ رہا ہو تو پھر ایسی صورت میں بلند آواز سے تلاوت کرنا جائز نہیں۔[4]

---

[1] ردّ المحتار: ۲/ ۵۷۷

[2] سنن الترمذي، باب ما جاء من قرأ حرفا من القرآن ما له من الأجر، ح(۳۱۳۱)

[3] ردّ المحتار: ۲/ ۵۲۴، ۵۲۵

[4] ردّ المحتار: ۲/ ۵۲۵

ایذاءِ مسلم کی اور مثالیں

بھائیو! ایسے درجنوں مواقع ہیں جن میں احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے ہم ایذاءِ مسلم کے مرتکب ہوتے ہیں، ایک شخص ابھی نماز سے فارغ ہوا ہے اور اپنے معمولات میں مشغول ہے، ایسی صورت میں اس سے مصافحہ کرنا، گفتگو کرنا تکلیف دہ ہے، اگر آپ کو جلدی ہے تو بغیر مصافحہ کے تشریف لے جائیں، کسی اور کو تکلیف کیوں پہنچاتے ہو؟ اسی طرح سنّت اور نوافل کی ادائیگی کے بیچ میں مصافحہ اور ملاقات بھی تکلیف دہ ہے، ایک مشغول آدمی کا انتظار ایسے انداز سے کرنا کہ وہ تشویش میں پڑ جائے ایذاء کا باعث اور پریشانی کا سبب ہے، گھر میں استعمال کی مشترک چیز ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ رکھ دی، اب کسی اور کو ضرورت پڑ گئی، اس بیچارے کو تکلیف ہو رہی ہے، اسی طرح بیت الخلاء کو گندا چھوڑ کے نکل آئے، ہوائی جہاز میں یا گھر میں sink (بیسن) کو صاف کئے بغیر نکل آئے، بعد میں جانے والے کو تکلیف پہنچی، یہ سب چیزیں آدابُ المعاشرت کے خلاف ہیں، اس قسم کی سینکڑوں باتیں ہیں جن کی طرف توجّہ کی ضرورت ہے، ہمیں ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہئے جس سے کسی کو ادنیٰ تکلیف پہنچے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آدابُ المعاشرت کا اہتمام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آدابُ المعاشرت کا خود بھی بہت اہتمام فرماتے تھے، رات میں کسی مشغولی کی وجہ سے گھر آنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کبھی تاخیر ہو جاتی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اصحابِ صُفّہ کے پاس سے گزرتے تھے تو سلام کرتے ہوئے آواز اتنی

بلند کرتے تھے کہ جاگنے والا سن لیتا تھا اور سونے والے کو تکلیف نہیں ہوتی تھی۔[1]
جاگنے والے اور سونے والے، دونوں کی کس طرح رعایت فرماتے تھے؟ اگر سلام نہ کرتے تو جاگنے والے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلام سے محروم رہتے، اور اگر زیادہ بلند آواز سے سلام کرتے تو سونے والے بیدار ہو جاتے اور انہیں تکلیف پہنچتی۔

تہجّد کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُٹھنے کا انداز

تہجّد کے لئے اُٹھنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احتیاط دیکھئے، ذرّہ برابر کسی کو تکلیف دینا گوارا نہیں تھا، اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ تہجّد کے لئے اُٹھتے تو سارے کام اس طرح انجام دیتے کہ ہماری نیند میں خلل نہیں ہوتا تھا، آہستہ سے اُٹھتے اور آہستہ سے دروازہ کھولتے اس خیال سے کہ ہمیں تکلیف نہ پہنچے۔[2] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل مبارک میں ہر شخص کی کتنی رعایت تھی؟ کاش کہ ہم ان تعلیمات کی قدر کرتے اور ان مبارک طریقوں کو اپناتے۔

آدابُ المعاشرت سیکھئے

اللہ تعالیٰ حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کو جزائے خیر عطا فرمائیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ ''آدابُ المعاشرت'' کے نام سے مرتّب فرمایا ہے، اس میں حضرت نے معاشرت کے بیشتر آداب جمع کر دئے ہیں، یہ رسالہ ہر مسلمان کے گھر میں رہنا چاہئے اور ہر شخص کو اسے اپنے مطالعے میں رکھنا چاہئے، اسی طرح ''بہشتی زیور'' کا

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الأطعمة، باب إكرام الضيف وفضل إيثاره، ح(۲۱۱۳)

[2] إحياء علوم الدين: ۶/ ۱۶۸

دسواں حصّہ اور رسالہ ''تعلیمِ الدّین'' بھی پڑھنا چاہئے، اگر گھر میں اور مسجد میں روزانہ اجتماعی شکل میں ایک یا چند آداب پڑھ کر سنانے کا معمول بنا لیا جائے تو بہت زیادہ نفع کی توقّع ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آپ بیتی

میرے عزیزو! آدابُ المعاشرت کے اہتمام سے ہر ایک کو راحت پہنچتی ہے، بندہ ایک مرتبہ مغرب اور عشاء کے درمیان مطاف میں حضرت اقدس مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی دامت برکاتہم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے اُٹھنے کی ضرورت پیش آئی، اجازت لیتے ہوئے میں نے عرض کیا کہ حضرت، آپ تو ان شاء اللہ عشاء تک یہیں تشریف فرما ہوں گے؟ حضرت نے فرمایا کہ ارادہ تو یہی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ فارغ ہو کر ان شاء اللہ حاضرِ خدمت ہو رہا ہوں۔ شاید حضرت کو یہ خیال آیا ہو گا کہ اس کی واپسی تک میں اگر مجھے کسی ضرورت سے اُٹھنا پڑا تو یہ مجھے تلاش کرتا پھرے گا اور اسے تکلیف ہو گی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے وہ نہ آسکے تو مجھے تشویش رہے گی کہ معلوم نہیں کیا ہوا، اور اسے بھی تشویش سے دوچار ہونا پڑے گا کہ مفتی صاحب متفکّر ہوں گے، شاید اسی وجہ سے جب میں جانے لگا تو فرمایا کہ ارادہ تو میرا یہی ہے، لیکن میں بھی آزاد اور آپ بھی آزاد، اگر میں تمہاری واپسی سے پہلے اٹھ جاؤں تو میں آزاد، اور تم کسی وجہ سے نہ آسکو تو تم بھی آزاد۔ اُس وقت تو مجھے اِس بات کی طرف کوئی خاص توجّہ نہیں ہوئی، لیکن جب قیام گاہ پر پہنچا اور وہاں کچھ مہمانوں کو منتظر پایا جو عشاء کی اذان تک بیٹھے رہے تب حضرت کے ارشاد کی قدر ہوئی، دل ہی دل میں سوچتا رہا کہ حضرت کے ارشاد سے جانبین کو کتنی راحت نصیب ہوئی۔

میرے بھائیو! آدابُ المعاشرت میں بڑی راحت ہے اس لئے آدابُ المعاشرت کا خوب خیال رکھو، کسی سے وعدہ ہے اور وقت طے ہوا ہے، اب ٹریفک (traffic) یا اور کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہورہی ہے تو انہیں اطّلاع کردو تاکہ انہیں انتظار کی کلفت نہ ہو۔

ایک سبق آموز لطیفہ

آدابُ المعاشرت کے ضمن میں ایک اور چیز بھی عرض کردوں، جب ہم کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاتے ہیں تو اُٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے، اب وہ بیمار پتا نہیں کتنی تکلیف برداشت کرکے ہمارے ساتھ بیٹھا رہتا ہے، مشکوٰۃ شریف کی شرح، مرقاۃ میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے، ایک صاحب بیمار ہو گئے، لوگ عیادت کرنے کے لئے آنے لگے، ایک شخص عیادت کے لئے آیا اور ایسا بیٹھا کہ اُٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، لوگ آتے جاتے رہے مگر وہ شخص بیٹھا رہا، بیمار نے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ عیادت کرنے والوں کی کثرت نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے، اشارہ اس بیٹھنے والے شخص کی طرف تھا، وہ اللہ کا بندہ نہیں سمجھا اور کہنے لگا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں دروازہ بند کردوں؟ بیمار نے جواب دیا کہ ہاں بھائی، ضرور بند کردو، مگر اندر سے نہیں، باہر سے۔[1] اب بیمار کو بیماری کی تکلیف تو ہو ہی رہی ہے اور اس پر مزید تکلیف بیمار پرسی کرنے والے کی طرف سے، ہاں اگر کسی کو یقین ہو کہ میرے زیادہ بیٹھے رہنے سے بیمار کو فرحت ہوگی تو مضائقہ نہیں، اس لئے کہ وہ ایذاء کا سبب نہیں، بلکہ راحت کا سبب ہے۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح: ۴/ ۵۴

کسی کے گھر جاتے ہوئے اس کی مشغولی اور ضرورت کا خیال رکھنا چاہئے، ملاقات کے لئے چلے جاتے ہیں، اب خود فارغ ہیں تو سمجھتے ہیں کہ سب ہی فارغ ہوں گے، اب گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں اور سامنے والے کی ضرورت یا مشغولی کا خیال نہیں کرتے، ٹھیک ہے، چلے گئے، اجازت مل گئی، اب مختصر ملاقات کر کے اُٹھ جاؤ، اگر طویل ملاقات کی ضرورت ہے تو پہلے سے وقت طے کر کے جاؤ۔

ٹیلیفون پر لمبی بات کرنا

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معارف القرآن میں لکھا ہے کہ ٹیلیفون پر اگر کسی سے لمبی بات کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو پہلے اجازت لے لو، ان سے پوچھ لو کہ مجھے ذرا لمبی بات کرنی ہے، اگر آپ اِس وقت فارغ ہوں تو ابھی بات کر لوں ورنہ کوئی مناسب وقت بتا دیں، اُس وقت بات کرلوں گا۔[1] اب آپ ایسے وقت میں فون کر رہے ہیں کہ وہ کسی کام میں مشغول ہیں، ہوسکتا ہے کہ مہمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہوں یا بیمار ہوں، آپ دیر تک بات کریں گے تو کتنی کلفت ہوگی؟

تعلیماتِ نبوی، سبحان اللہ!

میرے بھائیو! کتنی خوشی ہوتی ہے اسلامی تعلیمات کو دیکھ کر، سبحان اللہ! ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے کیسے آداب سکھائے ہیں، اگر یہ آداب ہماری زندگیوں میں آجاتے اور غیر مسلم ان کو دیکھ سکتے تو ضرور متأثّر ہوتے، ہر ایک ادب میں تمام پہلوؤں کا کس طرح خیال رکھا گیا ہے، سبحان اللہ! اسلام کے بارے میں پتا نہیں کیا

---

[1] معارف القرآن: ۶/ ۳۹۴

کیا پروپیگنڈا (propaganda) ہوتے رہتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے تمام مخلوق کی راحت رسانی کا جتنا خیال رکھا ہے اتنا کسی نے نہیں رکھا۔

میرے عزیزو! اسی پر بس کرتا ہوں، ہمیں آج یہاں سے اس عزم کو لے کر اُٹھنا چاہیئے کہ اب حسنِ ادب اور حسنِ معاشرت دونوں کا پورا اہتمام ہوگا، اس سلسلے میں ضروری کتابوں کا مطالعہ کریں، حضراتِ علماء اور مشائخ کی صحبت اختیار کریں اور اپنے آپ کو با ادب بنانے کی پوری کوشش کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی خوب توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

دین کا دار و مدار آداب پر ہے

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیّب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دین کا دار و مدار تأدّبات اور آداب پر ہے، یہ شریعت کا مستقل باب ہے، جہاں احکام ہیں وہاں اس کے ساتھ کچھ آداب ہیں، ادبیات پر اگر آدمی قادر نہ ہو تو وہ اصل احکام میں بھی کورا اور محروم رہ جاتا ہے، اس لئے آداب کی ضرورت ہے۔

(خطباتِ حکیم الاسلام: ۱۷۵/۳)

ماٰخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل، مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل، مصر
۳	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار التأصيل، مصر
۴	موطأ إمام مالك	الإمام مالك	دار الغرب الإسلامي، تونس
۵	حلية الأولياء	الحافظ أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر، بيروت
۶	مصنّف عبد الرزّاق	الإمام عبد الرزّاق الصنعاني	دار التأصيل، مصر
۷	جامع بيان العلم وفضله	الإمام ابن عبد البر الأندلسي	دار ابن الجوزي، الدمّام
۸	مرقاة المفاتيح	ملّا علي القاري	دار الكتب العلمية، بيروت
۹	ردّ المحتار	ابن عابدين الشامي	دار المعرفة، بيروت
۱۰	الفروق	الإمام القرافي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۱۱	سير أعلام النبلاء	الإمام الذهبي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۱۲	البداية والنهاية	الإمام ابن كثير	دار ابن كثير، دمشق
۱۳	مختصر تاريخ دمشق	الإمام محمد بن مكرم جمال الدين ابن منظور	دار الفكر، بيروت
۱۴	مدارج السالكين	الإمام ابن القيّم الجوزية	دار الصميعي، رياض
۱۵	معارف القرآن	حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی	ادارۃ المعارف، کراچی
۱۶	سوانح علماء دیوبند	ڈاکٹر نواز دیوبندی	نواز پبلکیشنز، دیوبند
۱۷	دار العلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات	حضرت قاری محمد طیب قاسمی	دار الکتاب، دیوبند

۱۸	خطباتِ حکیم الاسلام	حضرت قاری محمد طیب قاسمی	دارالاشاعت، کراچی
۱۹	ملفوظاتِ حکیم الاُمّت	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۲۰	کامیابِ طالبِ علم	حضرت مولانا روح اللہ نقشبندی	مکتبہ دارالہدیٰ، کراچی
۲۱	آداب المعاشرت	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ اسلامیات، لاہور

ادب کی حقیقت

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ایک مجلس میں پوچھا کہ بتاؤ، ادب کسے کہتے ہیں؟ حاضرین خاموش رہے، آپ نے بار بار پوچھا، پھر خود ہی فرمایا کہ کیا بڑوں کے سامنے گردن جُھکانے کا نام ادب ہے؟ کسی نے کہا کہ ہاں۔ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں، یہ ادب نہیں۔ پھر فرمایا کہ کیا بڑوں کے سامنے آہستہ بولنے کا نام ادب ہے؟ کسی نے ہاں کہا، تو فرمایا کہ یہ بھی ادب نہیں۔ کسی نے کہا کہ بڑوں کا ادب یہ ہے کہ جب وہ چلیں تو ان کے پیچھے پیچھے چلیں۔ فرمایا کہ یہ بھی نہیں، ان میں سے کوئی بات بھی ادب کی تعریف نہیں۔ پھر خود ہی فرمایا کہ دوسروں کا ادب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا عمل کرو جس سے دوسروں کو ادنیٰ تکلیف یا ناگواری نہ ہو، اور اگر تکلیف پہنچا دی تو یہ بے ادبی ہے۔

(اصلاحی تقریریں: ۳/ ۷۳)

پچھلی قوموں کی لاپرواہی کا بُرا انجام

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنّوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ماضی کی ہلاک شدہ قوموں کی عبرت ناک تباہی کی داستانیں پڑھنے سے جو بنیادی بات آدمی محسوس کرتا ہے، وہ یہی ہے کہ ان کے دل ودماغ نشۂ غفلت سے اس قدر ماؤف ہوچکے تھے کہ ان پر عذاب آتا مگر انہیں یہ احساس بھی نہ ہوتا کہ یہ حق تعالیٰ کا عذاب ہے، بس یوں ہی اسباب کی طرف منسوب کرکے اپنی جگہ مطمئن ہوجاتے، اور اگر کہیں اسباب کا کوئی سرا نہ ملتا تو ان حوادث کو بَخت واتفاق کا کرشمہ قرار دے دیا، غفلت، لاپرواہی اور سنگ دلی کی یہی وہ خطرناک سرحد تھی جس سے گزرنے کے بعد ان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

(ماہنامہ بیّنات ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ، ص: ۱۳)

حادثات سے
بچانے والے اعمال

تفصیلات

وعظ کا نام	:	حادثات سے بچانے والے اعمال
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ذوالقعدۃ ۱۴۲۵ھ مطابق جنوری ۲۰۰۵ء
مقامِ وعظ	:	اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

فہرست

حادثات سے بچانے والے اعمال ۱۹۷
دنیا حوادث کی جگہ ہے ۱۹۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور افلاطون ۱۹۸
اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پکڑ کا سبب ہے ۱۹۸
قوموں کی ہلاکت ۲۰۰
ترکِ گناہ: حوادث سے بچنے کے لئے اصل تدبیر ۲۰۱
بچاؤ کی دوسری چیز: استغفار ۲۰۲
اللہ تعالیٰ کے مقرّب بندوں کا عجیب حال ۲۰۳
اللہ تعالیٰ کے خصوصی بندوں کی صفات ۲۰۴
وقوفِ عرفات کے بعد استغفار ۲۰۵
آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور استغفار ۲۰۶
استغفار کی برکت ۲۰۷
نجات کے لئے تیسری چیز: دعا ۲۰۸
حفاظت کے لئے چوتھی چیز: صدقہ وخیرات ۲۱۰
خیرات کہاں خرچ ہو سکتی ہیں؟ ۲۱۰
صدقہ اور دعا کا ایک جیسا اثر ۲۱۱
خیرات بڑے کام کی چیز ہے ۲۱۲
حوادث کی چیزیں ۲۱۳
حدیث کا عجیب مضمون ۲۱۴
اللہ تعالیٰ کے لئے مال خرچ کرنے کے بڑے فوائد ہیں ۲۱۵

خیرات کرنے سے مغفرت اور مال میں برکت............................۲۱۵
خیرات کرنے والے کے لئے فرشتے برکت کی دعا کرتے ہیں ۲۱۶
خیرات کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا غصّہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور اچھی موت نصیب ہوتی ہے ...۲۱۷
خیرات کی برکت سے قبر کے عذاب سے حفاظت ۲۱۸
خیرات کی وجہ سے قیامت کے دن کامیابی..۲۱۸
خیرات کرنے والے کا نامۂ اعمال بھاری ہوگا...۲۱۹
خیرات کی برکت سے جہنّم سے حفاظت ۲۱۹
خیرات کی وجہ سے جنّت میں داخلہ ۲۲۰
خیرات سے عمر میں برکت اور تکبّر سے حفاظت ۲۲۱
مسلمان کی خوشنودی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ۲۲۱
مَلِک عبدالعزیز کا عجیب واقعہ ۲۲۲
خیرات کرتے ہوئے فقر کا اندیشہ مت کرو ۲۲۳
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت ۲۲۳
حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کی سخاوت ۲۲۴
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سخاوت ۲۲۵
حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت ۲۲۶
سخاوت: انبیاء علیہم السلام اور صلحاء رحمۃ اللہ علیہم کا شیوہ ۲۲۶
سخاوت کا ایک عجیب واقعہ ۲۲۷
وجوہِ خیر کو خود تلاش کرو ۲۲۹
دوام کے ساتھ خرچ کرنے کی عادت ۲۳۰
ماٰخذ ومراجع ۲۳۲

حادثات سے بچانے والے اعمال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ[1]

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ.

دنیا حوادث کی جگہ ہے

دنیا میں حادثات پیش آتے رہتے ہیں؛ کبھی زلزلہ، کبھی سیلاب، کبھی سونامی (tsunami)، کبھی اور کوئی مصیبت، ایسے موقع پر ذہن میں ایک سوال بار بار اُٹھتا ہے کہ کیا ان حوادث سے بچنے کا کوئی راستہ ہے؟ زلزلے سے اور سونامی سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں جو بڑی بڑی طاقتیں ہیں، پانی جو سیلاب کی شکل اختیار کر جاتا ہے، زمین ہلتی ہے اور زلزلے کی شکل پیدا ہو جاتی ہے، پہاڑ سے لاوا (lava) اُبلتا ہے اور بستیاں نیست و نابود ہو جاتی ہیں، ہوا آندھی کی شکل

---

[1] سنن الترمذي، أبواب الزكاة، باب ما جاء في فضل الصدقة، ح(٦٦٥)

اختیار کر لیتی ہے اور تباہی مچا دیتی ہے، کبھی کبھی انسان ظلم اور بربریت کا طوفان بن کر خطرناک ہتھیاروں سے بستیوں کی بستیاں تباہ کر دیتا ہے، وہ تمام حوادث جن کے مقابلے میں انسان اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے، ان سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اَفلاطُون

اس سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اَفلاطُون کے قصّے سے ایک اشارہ ملتا ہے کہ اَفلاطُون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ آسمان اگر کمان بن جائے اور ساری مصیبتیں تیر اور اللہ تعالیٰ تیر پھینکنے والا، تو بچنے کی کیا شکل ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسی صورت میں بچنے کی ایک ہی شکل ہے، تیر پھینکنے والے کے پہلو میں جا کر بیٹھ جانا چاہئے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پکڑ کا سبب ہے

اصل طریقہ تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلّق اس کی اطاعت اور فرماں برداری کے ذریعے مضبوط کیا جائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ اس کی نافرمانی کی وجہ سے آتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً﴾ (الانبیآء: ۱۱)

ہماری نافرمانی کرنے والی کتنی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ۝

---

[1] حکیم الاُمّت کے حیرت انگیز واقعات، ص: ۳۰۲

﴿فَمَا كَانَ دَعْوٰهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾

(الاعراف: ۴، ۵)

اور بہت سی بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا، اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آیا یا ایسی حالت میں کہ وہاں کے باشندے دو پہر کے وقت آرام میں تھے، سو جس وقت ان پر عذاب آیا اس وقت ان کے منہ سے یہی بات نکلی کہ واقعی ہم ظالم اور گنہگار تھے۔

بہت سی بستیاں ایسی ہیں جن کے باشندوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا، ان کے پاس عذاب ایسے وقت میں آیا کہ وہ رات کو سوئے ہوئے تھے یا دو پہر کے وقت قیلولہ کر رہے تھے، جب عذاب آیا تو ان کے پاس اس کو روکنے کی طاقت نہیں تھی، وہ اپنی زبان سے صرف اتنا کہہ سکے کہ ہم ظالم تھے، ہم گنہگار تھے، ہم حد سے تجاوز کرنے والے تھے، ہم نافرمانی کرنے والے تھے۔ وہ بیچارے اس سے آگے نہ کچھ کہہ سکے نہ کچھ کر سکے، ان پر یہ عذاب کیوں آیا؟ نافرمانی کی وجہ سے، اس سے پہلی والی آیت کو دیکھیں! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾ (الاعراف: ۳)

تم اتّباع کرو اس کا جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف اُتارا گیا اور اس کو چھوڑ کر دوسروں کو رفیق مت بناؤ۔

تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے جو شریعت بھیجی گئی ہے اس کو

دل و جان سے قبول کرو اور اس پر عمل کرو، اور تمہارے پروردگار کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کی اتّباع مت کرو اور ان کے طریقوں کو مت اپناؤ، تمہارے پروردگار کی طرف سے جو دین تمہارے لئے بھیجا گیا ہے اسی کی پیروی کرو، اس لئے کہ تم سے پہلے ایسی بہت سی قومیں گزر چکی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں کو اپنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔

قوموں کی ہلاکت

اللہ تعالیٰ نے قوموں کو اور بستیوں کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کیا۔

﴿فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ (العنکبوت: ۴۰)

ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی وجہ سے پکڑ لیا، ان میں سے بعضوں پر ہم نے سخت ہوا بھیجی، اور بعضوں کو ہولناک آواز نے پکڑ لیا، اور بعضوں کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا، اور بعضوں کو ہم نے ڈبو دیا، اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر ظلم نہیں کرتا، لیکن وہ لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔

ہر نافرمانی کرنے والی قوم کو اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ کی وجہ سے پکڑ لیا اور ہلاک کر دیا؛ بعضوں پر ہوائیں بھیجیں، بعضوں کو فرشتے کی چیخ نے ہلاک کر دیا، بعضوں کو زمین نگل گئی اور بعض پانی میں غرق ہو گئے، اور یہ سب کچھ اس لئے نہیں ہوا

کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کیا،نہیں، بلکہ لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں، وہ غلط کام کرتے ہیں جس کے نتیجے میں مصیبتیں آتی ہیں،جیسی کرنی ویسی بھرنی، جیسا بیج ویسی پیداوار، اگر کوئی کسان جَو کے بیج بوئے گا تو جَو کی پیداوار ہوگی اور چاول کے بیج بوئے گا تو چاول کی، اگر کوئی جَو کے بیج بوئے اور جَو کی پیداوار پر شکایت کرے اور کہے کہ دوسرے کھیتوں کی طرح میرے کھیت میں بھی چاول یا گیہوں کی پیداوار کیوں نہیں ہوئی ؟ تو اس سے کہا جائے گا کہ بھائی! قصور تیرا ہے، اگر تو بھی چاول اور گیہوں کے بیج بوتا تو چاول اور گیہوں کی پیداوار ہوتی۔ ٹھیک اسی طرح میرے بھائیو، جو بُرے اعمال والی زندگی گزارتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتے ، وہ رحیم وکریم ہیں، عدل وانصاف والے ہیں، وہ کیوں ظلم کریں گے؟ لوگ گناہ کر کے خود ظلم کرتے ہیں، ایسے کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے مصائب کے حالات پیدا ہوتے ہیں۔

ترکِ گناہ: حوادث سے بچنے کے لئے اصل تدبیر

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب آتا ہے،تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کا سب سے پہلا طریقہ،حوادث سے بچنے کا سب سے پہلا راستہ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلّق مضبوط کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے تعلّق مضبوط ہوگا شریعت پر چلنے سے، اللہ تعالیٰ کے دین کو کامل طور پر اپنانے سے، ’کچھ لیا، کچھ چھوڑ دیا‘ والا معاملہ نہ ہو، ایسا نہ ہو کہ نماز ہمارے لئے آسان ہے اس لئے پڑھ لی، مگر پردہ کرنا مشکل معلوم ہوا تو چھوڑ دیا، عبادات ہمارے لئے آسان ہیں لہٰذا ان کا اہتمام کرلیا، مگر معاملات، معاشرت اور اخلاق کو چھوڑ دیا اس لئے کہ مشکل ہے، نہیں میرے بھائیو!

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾ (الاعراف: ۳)

اتّباع کرو ان تمام احکام کا جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف اتارے گئے۔

غیر مسلموں کے ساتھ رہنے کا یہ طریقہ ہے، مسلمانوں کے ساتھ رہنے کا یہ طریقہ ہے، مالی حقوق یہ ہیں، پڑوسیوں کے حقوق یہ ہیں، کسی کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے، کسی سے حسد نہیں کرنا چاہئے، کسی کا مذاق نہیں اُڑانا چاہئے، کسی پر ظلم نہیں کرنا چاہئے، یہ دین کے سارے تقاضے ہیں، اس پورے دین کو اپنانا اور اس پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کے تعلّق کے لئے ضروری ہے، اگر دین کو نظر انداز کیا تو یاد رکھو کہ ہم نے اس جرم کی وجہ سے بہت سی قوموں کو پہلے بھی نیست و نابود کر دیا ہے، کہیں تمہارا بھی وہی حشر نہ ہو۔

بہر حال حوادث سے بچنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے اور اصل طریقہ یہی ہے، لیکن اس کے علاوہ تین چیزیں اور بھی ہیں، اب کل چار چیزیں ہو گئیں، حوادث سے بچنے کے لئے پہلی اور اصل چیز تو یہی ہے کہ ہم تمام گناہوں سے توبہ کر کے تقویٰ والی زندگی اختیار کر لیں اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پورے دین کو اپنائیں اور زندگی کو اس کے مطابق بنائیں۔

بچاؤ کی دوسری چیز: استغفار

اس کے بعد دوسری چیز استغفار کا اہتمام ہے، ہمیں کثرت سے استغفار کرتے رہنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (الانفال: ۳۳)

اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپ کے ہوتے ہوئے عذاب نہیں دیں گے، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دیں گے جب کہ وہ استغفار کرتے رہیں۔

میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہلاک نہیں کرتے جب کہ وہ استغفار کا اہتمام کرتے ہوں، اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہتے رہتے ہوں، اللہ تعالیٰ سے التجاء کرتے رہتے ہوں کہ اے اللہ! معاف فرمادے، اے اللہ! معاف فرمادے، اے کریم آقا! ہم گنہگار ہیں، ہم کمزور ہیں، معاف فرمادے۔ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ جس بستی میں استغفار کرنے والے لوگ آباد ہوں اس بستی پر عذاب نہیں بھیجتے۔

اللہ تعالیٰ کے مقرّب بندوں کا عجیب حال

ہمارا حال بہت گِرا ہوا ہے میرے بھائیو، ہم گناہ کر کے بھی استغفار نہیں کرتے، اور اللہ تعالیٰ کے مقرّب بندے نیک کام کر کے بھی استغفار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ جنّتیوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ○ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (الذّٰریٰت: ۱۷، ۱۸)

بیشک یہ لوگ اس سے پہلے ہی نیک عمل کرنے والے تھے، وہ رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان آیات میں جنّت میں جانے والے متّقی بندوں کا حال بیان فرما رہے ہیں کہ ان کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ راتوں کو اُٹھ کر تہجّد کی نماز پڑھتے ہیں، ان کے پہلو بستر سے الگ رہتے ہیں، وہ رات کا اکثر حصّہ تہجّد کی نماز میں گزارتے ہیں، مگر اس کے باوجود وہ رات کے اخیری حصّے میں اپنے آپ کو عبادت میں کوتاہی کرنے والے سمجھ کر استغفار میں مشغول ہوجاتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ! تیری عبادت کا حق جس طرح ادا کرنا چاہئے تھا ہم سے نہیں ہوسکا، معاف فرمادے۔

اللہ تعالیٰ کے خصوصی بندوں کی صفات

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کی صفات بیان فرماتے ہیں:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ○ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا﴾ (الفرقان: ۶۳-۶۵)

اور رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں، اور جب جہالت کا کام کرنے والے ان سے بات کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کرتے ہیں، اور وہ راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدے اور قیام میں گزارتے ہیں، اور دعا میں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم سے جہنّم کا عذاب دور رکھئے! بیشک اس کا عذاب چمٹنے والا ہے۔

رحمٰنِ تعالیٰ کے یہ خاص بندے اپنی رات سجدے اور قیام میں گزارتے ہیں، مگر اس کے باوجود جب وہ دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو یہ نہیں کہتے کہ اے اللہ! ہم نے رات کا اکثر حصّہ آپ کی عبادت میں گزارا ہے اس لئے ہمیں جنّت عطا فرما دیجئے۔ نہیں! وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں:

﴿رَبَّنَا اصۡرِفۡ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ﴾ (الفرقان: ٦٣-٦٥)

اے ہمارے رب! آپ ہمیں جہنّم کے عذاب سے بچا لیجئے۔

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے نیک کام کر کے ڈرتے ہیں اور ہم گناہ کر کے بھی نہیں ڈرتے، وہ نیک کام کر کے اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے بھی نہ اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہیں اور نہ ہی معافی مانگتے ہیں۔

وقوفِ عرفات کے بعد استغفار

حاجی عرفات سے بخشا بخشایا ہوا پاک ہو کر لوٹتا ہے، تب بھی اسے استغفار کا حکم ہوتا ہے۔

﴿ثُمَّ اَفِيۡضُوۡا مِنۡ حَيۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ (البقرۃ: ١٩٩)

پھر تم لوٹو عرفات سے جہاں سے سب لوگ لوٹتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو! بیشک اللہ تعالیٰ غفورٌ رّحیم ہیں۔

سوال یہ ہے کہ پاک ہو جانے کے بعد استغفار کا حکم کیوں؟ جواب یہ ہے کہ

تقصیر کا اعتراف کروانا ہے کہ اے اللہ! تو بڑا کریم ہے کہ ہمارے گناہوں کے انبار کے باوجود تو نے ہماری عرفات کی ٹوٹی پھوٹی عبادت کو بہانہ بنا کر ہماری بخشش فرمادی، اب اس بخشش پر تیرے شکر کا جو حق ہے وہ ہم سے ادا نہیں ہوسکتا، ہم اس تقصیر پر آپ سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور استغفار

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہونے کے باوجود اُمّت کو استغفار کی تعلیم دینے کے لئے استغفار کا بہت اہتمام فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً[1]

اللہ کی قسم! میں دن بھر میں ستّر (۷۰) مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

إِنِّيْ لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ[2]

میں دن میں سو(۱۰۰) مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

تو دوسری چیز جس کی ضرورت ہے وہ توبہ اور استغفار ہے، سب سے اہم چیز تو اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلّق جوڑنا ہے، اور اس تعلّق کے لئے بھی توبہ اور استغفار ضروری ہے، اس لئے کہ گناہ ہوجاتے ہیں جن کی وجہ سے تعلّق میں فرق آجاتا

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب استغفار النبي صلّى الله عليه وسلّم، ح(٦٣١٥)

[2] سنن الترمذي، أبواب تفسير القرآن، باب ومن سورة محمد، ح(٣٥٣١)

ہے، توبہ اور استغفار کے ذریعے یہ تعلّق بحال ہوجاتا ہے، اور اگر ہم گناہ سے بچ کررہیں پھربھی ہم پر استغفار لازم ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا جو حقِّ شکر ہے وہ ہم سے ادا نہیں ہوسکتا۔

استغفار کی برکت

جو شخص استغفار کو اپنا دائمی معمول بناتا ہے اسے اللہ تعالیٰ مصیبتوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور اس کی ضرورتیں پوری فرماتے ہیں، آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ لَزِمَ الْإِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لاَ يَحْتَسِبُ[1]

جو شخص استغفار کو لازم پکڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بناتے ہیں، ہر غم سے نجات عطا فرماتے ہیں، اور ایسی جگہ سے اس کی ضرورت پوری فرماتے ہیں جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ استغفار کی برکت سے ہر مشکل کو آسان کرتے ہیں اور دینی دنیوی تمام ضروریات کا انتظام فرماتے ہیں، رزق کی ضرورت ہے تو رزق عطا فرماتے ہیں، علم کی ضرورت ہے تو علم عطا فرماتے ہیں، شفا کی ضرورت ہے تو شفا عطا فرماتے ہیں، صبر کی ضرورت ہے تو صبر عطا فرماتے ہیں، جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ انتظام فرماتے ہیں۔

---

[1] سنن أبي داود، باب تفريع أبواب الوتر، باب في الإستغفار، ح(۱۵۱۳)

توسب سے پہلی چیز تعلّق مع اللہ ہے، معصیت والی زندگی سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری والی زندگی اختیار کرنا اور پورے دین پر استقامت کے ساتھ رہنا، اس کے ساتھ دوسری چیز استغفار کا اہتمام ہے، روزانہ ایک تعداد مقرّر کر کے تسبیح کے دانوں پر بھی استغفار پڑھو اور تنہائی میں رو دھو کر اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ التجاء بھی کرو کہ اے اللہ! معاف فرما دے! یا اللہ! معاف فرما دے! جو بندہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے گا، اللہ تعالیٰ بڑے بڑے مصائب سے اس کی حفاظت فرمائیں گے۔

نجات کے لئے تیسری چیز: دعا

مصائب سے نجات کے لئے تیسری چیز دعا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلاَّ الدُّعَاءُ[1]

تقدیر کو صرف دعا بدل سکتی ہے۔

تقدیر میں ایک بات لکھ دی گئی ہے کہ اس جگہ پر یا اس شخص پر مصیبت اُترے گی، مگر اللہ تعالیٰ دعا کی برکت سے اس مصیبت کو ہٹا دیتے ہیں، دعا بہت powerful weapon (طاقتور ہتھیار) ہے، دعا سے بڑے سے بڑا مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ جب کوئی شخص دعا کرتا ہے تو وہ اپنی عرضی (application) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے لئے کون سی چیز مشکل ہے؟

---

[1] سنن الترمذي، أبواب القدر، باب ما جاء لا يردّ القضاء إلّا الدعاء، ح(۲۱۳۹)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَلدُّعَاءُ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ، فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَاءِ[1]

دعا اُس مصیبت کو دور کرنے میں بھی فائدہ پہنچاتی ہے جو اُتر چکی ہے اور اس کو روکنے میں بھی جو ابھی تک نہیں آئی ہے، اس لئے اے اللہ کے بندو! تم دعا کو مضبوطی سے پکڑو!

دعا کو مضبوطی سے پکڑنے کی تلقین ہے اس لئے کہ دعا کی برکت سے مصیبتیں ٹلتی ہیں اور آئی ہوئی بلائیں دور ہوتی ہیں، اس لئے ہر مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، صحت کے لئے دعا کرو، رزق کے لئے دعا کرو، گناہوں سے بچنے کے لئے دعا کرو، شیطان اور نفس کی شرارت سے حفاظت کے لئے دعا کرو، توفیق کے لئے دعا کرو، جنّت کے لئے دعا کرو، جہنّم سے بچنے کے لئے دعا کرو، قبر کے عذاب سے بچنے کے لئے دعا کرو، حسنِ خاتمہ کے لئے دعا کرو، بُری موت سے پناہ کے لئے دعا کرو، اصلاح کے لئے دعا کرو، جتنے بھی روحانی امراض ہیں؛ بخل، حسد، کینہ وغیرہ، ان تمام سے نجات کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، دعا کے ذریعے بُری تقدیر سے، بلاؤں سے اور آفتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، غرض دعا کا خوب اہتمام کرو، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی دعا کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور نقصان پہنچانے والی چیزوں سے دعا کے ذریعے پناہ بھی خوب مانگا کرتے تھے۔

---

[1] المستدرك للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل والتسبيح والذكر، ح(۱۸۳۹)

حفاظت کے لئے چوتھی چیز: صدقہ وخیرات

چوتھی اور آخری چیز جو مصیبتوں اور آفتوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے وہ صدقہ اور خیرات ہے، ہماری روزمرّہ کی بول چال اور شریعت کی اصطلاح میں لفظِ صدقہ کے مفہوم میں تھوڑا سا فرق ہے، شریعت میں لفظِ صدقہ ہر خیرات کے لئے بولا جاتا ہے، زکوٰۃ کو بھی صدقہ کہتے ہیں، لِلّٰہ کو بھی صدقہ کہتے ہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی مصیبت یا آفت سے بچنے کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اسے بھی صدقہ کہتے ہیں، اور اگر کسی نے نذر مانی کہ اگر مجھے شفا حاصل ہوجائے یا میرا فلاں کام ہوجائے تو میں اتنی رقم خیرات کروں گا۔ اب وہ کام ہو گیا اور اس نے وہ مقدار خرچ کردی، اسے بھی صدقہ کہتے ہیں، شریعت کی زبان میں یہ ساری چیزیں صدقہ کہلاتی ہیں، مگر ان سب کا مصرف ایک نہیں ہے۔

خیرات کہاں خرچ ہوسکتی ہیں؟

جہاں تک زکوٰۃ کا تعلّق ہے وہ ہر جگہ خرچ نہیں کی جاسکتی، اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مصارف متعین کردئے ہیں۔

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ (التوبة: ٦٠)

فرض صدقات (یعنی زکوٰۃ) تو صرف حق ہے فقراء کا، اور محتاجوں کا، اور زکوٰۃ کو وصول کرنے کے کام پر متعین لوگوں کا، اور ان کا جن کی دلجوئی منظور ہے، اور (اسے خرچ کیا جائے)

غلاموں کی گردن چھڑانے میں، اور قرض داروں (کے قرضے
ادا کرنے) میں، اور اللہ کے راستے میں، اور مسافروں (کی
مدد) میں۔

زکوٰۃ صرف ان کا حق ہے جن کا اس آیت میں ذکر ہے، زکوٰۃ انہی لوگوں کو دی جائے گی، ان کے علاوہ اوروں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، اسی طرح وہ صدقہ جو کسی نذر اور منّت کے نتیجے میں نکالا جاتا ہے، مثال کے طور پر کسی نے یہ منّت مانی کہ میں اگر اس بیماری سے ٹھیک ہو گیا تو سو (۱۰۰) پاؤنڈ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کروں گا۔ وہ بھی ان مذکورہ لوگوں ہی کو دیا جاسکتا ہے، لیکن کبھی لوگ تکالیف اور مصائب سے بچنے کی غرض سے یوں ہی بغیر منّت کے صدقہ نکالتے ہیں، مثال کے طور پر سفر کے لئے نکلنے سے پہلے خیرات کرتے ہیں، کسی بیمار کو دیکھ کر اپنے بیمار ہونے کا خیال آگیا تو خیرات کرتے ہیں، آندھی چلی، خیرات کرتے ہیں، انٹرویو (interview) یا امتحان ہے، خیرات کرتے ہیں، یہ لِلّٰہ ہے، اور اس کو ان تمام کاموں میں استعمال کیا جاسکتا ہے جن میں لِلّٰہ رقم استعمال کی جاسکتی ہے، ہماری بول چال میں صدقہ صرف ان دو کو کہتے ہیں۔

صدقہ اور دعا کا ایک جیسا اثر

خیر، عرض یہ کر رہا تھا کہ صدقہ اور خیرات بھی مصیبت سے بچاؤ اور حفاظت کا راستہ ہے، لہٰذا زکوٰۃ بھی اہتمام سے ادا کرنی چاہئے اور اس کے علاوہ بھی خیرات کرتے رہنا چاہئے، مسجدوں کی تعمیر اور maintenance (دیکھ بھال) پر خرچ کرنا، مدرسوں پر خرچ کرنا، یتیموں پر خرچ کرنا، بیواؤں پر خرچ کرنا، ضرورت مندوں

پر خرچ کرنا، یہ سب بلاؤں سے حفاظت کا سامان ہے، ایک روایت میں ہے:

بَاكِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ البَلَاءَ لا يَتَخَطَّاهَا[1]

خیرات کرنے میں جلدی کرو اس لئے کہ بلا اور مصیبت اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

خیرات کرنے میں سستی نہیں ہونی چاہئے، اس کا خوب اہتمام کرنا چاہئے، اس لئے کہ خیرات مصیبتوں کے لئے ایک دیوار ہے، وہ مصیبتوں کو تمہاری طرف بڑھنے سے روکتی ہے۔

ایک اور حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

دَاوُوْا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ[2]

تم خیرات کے ذریعے اپنے مریضوں کا علاج کرو۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صدقہ بھی دعا کی طرح ہے، جس طرح دعا مصیبت کو آنے نہیں دیتی اور جو آگئی ہے اسے ہٹاتی ہے، اسی طرح صدقہ بھی مصیبت کو روکتا ہے اور آئی ہوئی مصیبتوں کو دور کرتا ہے۔

خیرات بڑے کام کی چیز ہے

میرے بھائیو! خیرات کی عادت ڈالو کیونکہ یہ بڑی کام کی چیز ہے، ترمذی شریف میں ایک روایت ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے جب پہاڑوں کو پیدا کیا تو

---

[1] المعجم الأوسط للطبراني، ح(۵۶۴۳)

[2] المعجم الكبير للطبراني، ح(۱۰۱۹۶)

فرشتوں کو تعجب ہوا کہ پہاڑ کتنے بڑے، بھاری اور مضبوط ہیں! انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! کیا آپ کی مخلوق میں ان پہاڑوں سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، لوہا (اس لئے کہ لوہے کے ذریعے ایسے آلات بنتے ہیں جن سے پہاڑوں کو بھی توڑا جا سکتا ہے)۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! کیا آپ کی مخلوق میں لوہے سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، آگ (اس لئے کہ آگ لوہے کو پگھلا دیتی ہے)۔ انہوں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار! کیا آپ کی مخلوق میں آگ سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں، پانی (اس لئے کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے)۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! کیا آپ کی مخلوق میں پانی سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں، ہوا (اس لئے کہ ہوا جب پانی کو اپنے کنٹرول میں لے لیتی ہے تو پھر پانی اپنی مرضی سے نہیں بہہ سکتا، وہ ہوا کے تابع ہو کر چلتا ہے)۔ عرض کیا کہ اے ہمارے رب! کیا آپ کی مخلوق میں ہوا سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ فرمایا کہ ہاں، انسان کی وہ خیرات جسے وہ اپنے داہنے ہاتھ سے اس طرح نکالتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہیں چلتا۔[1]

حوادث کی چیزیں

اب اس حدیث پر غور کیجئے! سب سے پہلے پہاڑ کا ذکر ہے جو زمین کا حصّہ ہے، پہاڑ پھٹتا ہے، اس سے لاوا (lava) نکلتا ہے، ایک بہت بڑا حادثہ وجود میں

---

[1] سنن الترمذي، أبواب التفسير، ح (۳۳۶۹)

آتا ہے، بستیوں کی بستیاں تباہ ہوجاتی ہیں، اسی طرح زمین ہلتی ہے، زلزلہ واقع ہوتا ہے، شہر کے شہر ویران ہوجاتے ہیں، اس کے بعد لوہا، جنگوں میں استعمال ہونے والے تقریباً تمام ہتھیار لوہے سے بنائے جاتے ہیں اور جنگ کے نتیجے میں سینکڑوں جانیں چلی جاتی ہیں، ہزاروں بچّے یتیم ہوجاتے ہیں، عورتیں بیوہ ہوجاتی ہیں، تباہی ہی تباہی، اس کے بعد آگ، جب وہ بے قابو ہوجاتی ہے تو ایک زبردست طاقت بن کر نمودار ہوتی ہے، وہ پوری پوری بستی کو کھا جاتی ہے، انسان بے بس ہوجاتے ہیں، آسٹریلیا (Australia) اور امریکہ (America) میں جب آگ لگتی ہے تو بڑے بڑے forest (جنگل) جل کر ختم ہوجاتے ہیں، یہ ممالک ترقّی یافتہ ہونے کے باوجود آگ کو قابو نہیں کر پاتے، اس کے بعد پانی، سیلاب کی شکل میں، سونامی کی شکل میں ایک زبردست طاقت ہے، اسی طرح ہوا بھی بہت بڑی طاقت ہے، آندھی کی شکل میں، طوفان کی شکل میں، یہ وہ ساری چیزیں ہیں جن سے حوادث وجود میں آتے ہیں۔

حدیث کا عجیب مضمون

یہ حدیث عجیب ہے، اس میں حوادث سے حفاظت کا طریقہ بتلایا گیا ہے، اس میں یہ بتلایا جارہا ہے کہ یہ قوّتیں ایسی ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی کائنات میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی کنٹرول نہیں کرسکتا، اور اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے صدقے میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ وہ ان مصیبتوں کے سامنے دیوار بن جاتا ہے، جب فرشتوں نے پوچھا کہ کیا ہوا سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، جب میرا بندہ میری رضا کی خاطر کسی مسکین پر، کسی فقیر پر یا کسی نیک کام میں

اخلاص کے ساتھ اس طرح خرچ کرتا ہے کہ اس کے دائیں ہاتھ کی سخاوت کا اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہیں چلتا، یہ ہوا سے بھی زیادہ طاقتور ہے، صدقہ آجاتا ہے تو یہ ساری چیزیں اس کے سامنے زیر ہوجاتی ہیں، فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا، بلا اور مصیبت صدقے سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

اللہ تعالیٰ کے لئے مال خرچ کرنے کے بڑے فوائد ہیں

اس لئے میرے بھائیو، صدقہ دو، اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی عادت ڈالو، خصوصاً ان دنوں میں خرچ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے جب کہ غرباء، مساکین اور فقراء کی بڑی تعداد ہے، اور جس جگہ حادثہ پیش آیا ہے وہاں تو بے شمار لوگ بے گھر ہیں، بے سہارا ہیں، پیاسے ہیں، بھوکے ہیں، ننگے ہیں، غرض ہر اعتبار سے محتاج اور ضرورت مند ہیں، خوب خرچ کرو اور دل سے کرو، زکوٰۃ بھی دو اور لِلّٰہ بھی دو، دین دار لوگ زکوٰۃ تو دیتے ہیں، مگر لِلّٰہ خرچ کرنے میں کمزوری دکھاتے ہیں، زکوٰۃ کے ساتھ لِلّٰہ خرچ کرنے کی بھی خوب عادت ڈالو۔

اللہ تعالیٰ کی خاطر مال خرچ کرنے کے بڑے فوائد ہیں، ایک فائدہ ابھی یہ سمجھ میں آیا کہ اس کی برکت سے آنے والی بلائیں رُکتی ہیں اور آئی ہوئی مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔

خیرات کرنے سے مغفرت اور مال میں برکت

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا یہ مغفرت کا بھی ذریعہ ہے اور اس کی وجہ سے مال میں برکت بھی ہوتی ہے۔

﴿وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا﴾ (البقرة: ۲۶۸)

اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتے ہیں اپنی طرف سے گناہ معاف کردینے کا اور زیادہ دینے کا۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ (سبا: ۳۹)

اور (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) جو کچھ تم خرچ کروگے اللہ تعالیٰ (دونوں جہان میں) اس کا بدلہ دے گا، اور وہی سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بدلہ ضرور دیتے ہیں، کبھی دنیا میں، کبھی آخرت میں اور کبھی دونوں جہان میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں پر خرچ کیجئے، میں آپ پر خرچ کروں گا۔[1]

خیرات کرنے والے کے لئے فرشتے برکت کی دعا کرتے ہیں

خیرات کرنے والے کے لئے فرشتے بھی برکت کی دعا کرتے ہیں، بخاری شریف اور مسلم شریف میں ایک حدیث ہے:

مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ

---

[1] صحيح البخاري، كتاب تفسير القرآن، باب قوله وكان عرشه على الماء، ح(۴۶۸۴)

أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الآخَرُ: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا[1]

ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے اُترتے ہیں اور دعا کرتے ہیں، ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کی خرچ کی ہوئی چیز کا بدلہ عطا فرما۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کو نقصان میں مبتلا کر۔

خیرات کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا غصّہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور اچھی موت نصیب ہوتی ہے

صدقہ کا یہ بھی فائدہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غصّہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور اس کی برکت سے اچھی موت آتی ہے۔

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ[2]

صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بُری موت سے بچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے والا بُری موت سے، کفر والی موت سے، نفاق والی موت سے، شرک والی موت سے، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والی موت سے، فقر والی موت سے اور حادثہ والی موت سے محفوظ رہتا ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب قول اللّٰه فاما من اعطي، ح(۱۴۵۳)؛ صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب في المنفق والممسك، ح(۱۰۲۳)

[2] سنن الترمذي، أبواب الزكاة، باب ما جاء في فضل الصدقة، ح(٦٦٥)

خیرات کی برکت سے قبر کے عذاب سے حفاظت

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے والے کی قبر کے عذاب سے حفاظت ہوتی ہے۔

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ عَنْ أَهْلِهَا حَرَّ الْقُبُوْرِ[1]

بیشک صدقہ،صدقہ دینے والوں کے لئے قبر کی گرمی کو بجھاتا ہے۔

خیرات کی وجہ سے قیامت کے دن کامیابی

اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرنا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے کے نیچے جگہ کے ملنے کا سبب بنے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ

سات قسم کے آدمی وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش اور اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

ان سات قسم کے لوگوں میں سے ایک خیرات کرنے والا بھی ہوگا:

رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لاَ تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ[2]

وہ شخص جو اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اور (اعلیٰ

---

[1] المعجم الكبير للطبراني، ح([۱۷]۷۸۸)

[2] صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب الصدقة باليمين، ح(۱۴۲۳)

درجے کے خلوص کی وجہ سے) اتنا خفیہ طور پر خرچ کرتا ہے کہ دایاں ہاتھ کیا خرچ کرر ہا ہے وہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہیں ہوتا۔

خیرات کرنے والے کا نامۂ اعمال بھاری ہوگا

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے والے کا نامۂ اعمال بھی قیامت کے دن بھاری ہوگا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ﴾ (ال عمران: ۹۲)

تم ہرگز خیرِ کامل اور بڑا ثواب حاصل نہیں کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کروگے۔

اپنی محبوب چیزوں میں سے کچھ خرچ کرنے سے کامل خیر اور کامل نیکی ملے گی، ظاہر ہے کہ نیکی جب کامل ہوگی تو ثواب بڑا ہوگا جس کے نتیجے میں نامۂ اعمال میں وزن بڑھ جائے گا۔

خیرات کی برکت سے جہنّم سے حفاظت

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا جہنّم سے بچاتا ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ اللّٰهُ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلاَ يَرٰى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلاَ يَرٰى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلاَ يَرٰى

إِلاَّ النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ[1]

تم میں سے ہر ایک سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام فرمائیں گے، درمیان میں کوئی ترجمان نہیں ہوگا، بندہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے اپنے اعمال نظر آئیں گے، بائیں جانب دیکھے گا تو اپنے اعمال نظر آئیں گے، اور اپنے سامنے دیکھے گا تو جہنّم کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا، پس جہنّم سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کر کے ہی سہی۔

خیرات کی وجہ سے جنّت میں داخلہ

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے جنّت ملتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ ﴾

(اٰل عمران: ۱۳۴، ۱۳۳)

جنّت متّقین کے لئے تیار کی گئی ہے جو خرچ کرتے ہیں خوش حالی میں بھی اور تنگی میں بھی۔

مطلب یہ ہے کہ متّقی حضرات اللہ تعالیٰ کی خاطر مال خرچ کرنے کے ایسے عادی ہوتے ہیں کہ ہر حال میں اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرتے ہیں، زیادہ ہو تو زیادہ اور کم ہو تو کم، فراوانی اور تنگی دونوں حالتوں میں خرچ کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنّت میں داخلہ نصیب کریں گے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحثّ علی الصدقۃ، ح(۱۰۳۰)

خیرات سے عمر میں برکت اور تکبّر سے حفاظت

خیرات سے عمر میں برکت ہوتی ہے اور فخر اور تکبّر سے نجات ملتی ہے۔

إِنَّ صَدَقَةَ الْمُسْلِمِ تَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ وَتَمْنَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ وَيُذْهِبُ اللّٰهُ بِهَا الْكِبْرَ وَالْفَخْرَ[1]

مسلمان کا صدقہ عمر میں اضافہ کرتا ہے، بُری موت کو روکتا ہے، اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کبر اور فخر کو مٹاتے ہیں۔

مسلمان کی خوشنودی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالى سُرُوْرٌ تُدْخِلُهٗ عَلى مُسْلِمٍ[2]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کسی مسلمان کو خوشی پہنچانا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک عام مسلمان کو خوش کرنا بھی بہت زیادہ پسندیدہ ہے، جب یہ بات ہے تو فقراء اور مساکین جو کس مپرسی کے عالم میں زندگی گزارتے ہیں، ایسے لوگوں کو خوش کرنے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کتنی زیادہ حاصل ہوگی اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے، مزید یہ کہ مسکینوں پر جب خرچ کریں گے تو ان کے دل کی گہرائی سے نکلنے والی دعائیں ملیں گی جو سیدھی عرش تک پہنچ جاتی ہیں، تو یہ ایک اور فائدہ ہوا کہ مسکینوں اور فقیروں پر خرچ کرنے سے ان کی دعائیں ملتی ہیں۔

---

[1] المعجم الكبير للطبراني، ح(۳۱[۱۷])

[2] المعجم الكبير للطبراني، ح(۱۳۶۴۶)

مَلِک عبدالعزیز کا عجیب واقعہ

میں نے ایک مرتبہ حج سے فراغت کے بعد مکّہ مکرّمہ میں وہاں کے ایک عربی اخبار میں سعودی عرب کے بادشاہ مَلِک فَہد کی وہ تقریر پڑھی تھی جو انہوں نے اُس سال ممالکِ اسلامیہ سے آئے ہوئے اہم مہمانوں کے سامنے منٰی میں کی تھی، اس تقریر میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا تھا کہ سعودی عرب میں حُجّاج کی خدمت کے جتنے وسائل نظر آرہے ہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔اس کے بعد انہوں نے ایک قصّہ بیان کیا تھا کہ میرے والد مَلِک عبدُالعزیز کی یہ عادت تھی کہ لوگوں کی خدمت کے لئے دربارِ عام کا اعلان کرتے تھے جس میں مُلک کا کوئی بھی باشندہ بغیر کسی روک ٹوک کے براہِ راست ان کے پاس آکر اپنی فریاد کر سکتا تھا، ایک دن ایک بوڑھی عورت آئی اور اس نے اپنی ضرورت پیش کی، یہ وہ وقت تھا جب سعودی عرب میں پٹرول (petrol) کے کنویں دریافت نہیں ہوئے تھے،مَلِک عبد العزیز نے اس عورت کی ضرورت کے پورے کئے جانے کا حکم فرمایا، جب وہ عورت امداد لے کر واپس جانے لگی تو اس وقت اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ جاتے جاتے دعا کر رہی تھی:

اَللّٰہُ یَفْتَحُ عَلَیْکَ کُنُوْزَ الْأَرْضِ
اللہ تمہارے لئے زمین کے خزانے کھول دے۔

مَلِک فَہد نے یہ قصّہ سنا کر کہا کہ یہ اُس بُڑھیا کی دعا کا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سعودی عرب کے لئے زمین کے خزانے کھول دئے۔تو خرچ کرنے سے مسکینوں کی دعائیں بھی ملتی ہیں۔

خیرات کرتے ہوئے فقر کا اندیشہ مت کرو

عرض کرنے کا منشا یہ ہے میرے بھائیو، کہ اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرنے کے بے شمار فوائد ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خوب خرچ کرنا چاہئے، یہ بھی ذہن میں رہے کہ خرچ کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے، وہ بڑھتا ہے، کم نہیں ہوتا، اس لئے فقر کا خیال بھی نہیں آنا چاہئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

أَنْفِقْ يَا بِلَالُ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا[1]

اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے اللہ سے فقر کا اندیشہ مت کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ہمارے اسلاف کی زندگیوں میں خیرات کا وصف بہت نمایاں تھا، ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے درہموں کی دو تھیلیاں بھیجیں جن میں ایک لاکھ اسّی ہزار کی رقم تھی، یہ بہت بڑی رقم تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے شام ہونے سے پہلے پوری رقم لوگوں میں تقسیم کر دی۔[2] یہ تو صرف ایک مرتبہ کی بات ہے، آپ نے پوری زندگی میں کتنی خیرات کی ہوگی اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

آپ کے یہی بھانجے ایک مرتبہ آپ سے بہت زیادہ خرچ کرنے کی وجہ سے کچھ ناراض ہوئے اور یہ بات کہہ دی کہ اگر میری خالہ اس طرح خرچ کرنا بند نہ

---

[1] شعب الإيمان، حبّ النبي صلّى الله عليه وسلّم، ح(۱۴۲۶)

[2] إحياء علوم الدين: ۶/ ۱۶۸

کرے گی تو میں ان پر پابندی لگا دوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا پتا چلا تو بہت ناراض ہوئیں اور نذر مان لی کہ میں عبد اللہ کے ساتھ کبھی بھی بات نہیں کروں گی، وہ مجھے نیک کام سے کیوں روک رہا ہے؟ بعد میں بڑی مشکل سے ان کو راضی کیا گیا۔[1] یہ تھا ان کا خرچ کرنے کا جذبہ۔

حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کی سخاوت

حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بہت مشہور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبُوک کے موقع پر میری مالی حالت اچھی تھی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کمزور، مجھے خیال آیا کہ آج ابوبکر پر سبقت کا موقع ہے، میں اپنے مال میں سے آدھا لے کر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ بھی حاضرِ خدمت ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا:

يَا أَبَا بَكْرٍ! مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟

اے ابوبکر! اپنے گھر والوں کے لئے کیا باقی رکھا؟

حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ[2]

ان کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھوڑا ہے، (باقی گھر میں جو کچھ تھا اور جتنا تھا سب کچھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں)۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب الهجرة، ح(۶۰۷۸)

[2] سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب مناقب أبي بكر الصديق، ح(۳۶۷۸)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سخاوت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی خرچ کرنے والوں کی صفِ اوّل میں تھے، آپ نے بھی اس موقع پر دوسو (۲۰۰) اُوقِیَہ کی مقدار میں بڑی رقم پیش کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا:

هَلْ تَرَكْتَ لِأَهْلِكَ شَيْئًا؟
اے عبدالرحمٰن! تم نے گھر والوں کے لئے بھی کچھ چھوڑا؟

آپ نے عرض کیا:

نَعَمْ! أَكْثَرَ مِمَّا أَنْفَقْتُ وَأَطْيَبَ
جی ہاں، میری خرچ کی ہوئی رقم سے زیادہ اور بہتر۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا چھوڑا؟ جواب میں عرض کیا:

مَا وَعَدَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنَ الرِّزْقِ وَالْخَيْرِ[1]
اس رزق اور خیر کو چھوڑا جس کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ کیا ہے۔

ان حضرات کے لئے یہ خرچ کرنا اس لئے آسان تھا کہ مال کی ان کے دلوں میں محبت اور وقعت نہیں تھی، ان کو اچھی طرح پتا تھا کہ مال ایک سرمایہ ہے جسے خرچ کر کے جنّت کی وہ نعمتیں حاصل کرنی چاہئے جو دنیا کی چیزوں سے بہت اعلیٰ، بہت بہتر اور دائمی ہیں، میرے بھائیو! ہمیں بھی اس کی طرف توجّہ کرنی چاہئے۔

---

[1] مختصر تاریخ دمشق: ۱۴/ ۳۵۰

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت

اس موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اتنا مال دیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرطِ مسرّت میں ارشاد فرمایا:

مَا عَلٰى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ[1]

عثمان اس مالی قربانی کے بعد جو چاہے کرے، اس کو کچھ نقصان نہیں ہوسکتا۔

مطلب یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اس خیرات سے اتنا راضی کرلیا ہے کہ آج کے بعد وہ جو چاہیں کریں، دنیا میں کوئی نیکی کریں نہ کریں، کوئی اچھا عمل کریں نہ کریں، اب آخرت میں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

کتنا خرچ کیا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان اور ترغیب پر پہلے ایک سو (۱۰۰) اونٹ تمام ساز وسامان کے ساتھ دئے، پھر دوسو (۲۰۰) اونٹ، پھر اور تین سو (۳۰۰) اونٹ۔[2]

سخاوت: انبیاء علیہم السلام اور صلحاء رحمۃ اللہ علیہم کا شیوہ

جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دل کھول کر خرچ کرتا ہے وہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام اور حضراتِ صلحاء رحمۃ اللہ علیہم کے نقشِ قدم پر ہوتا ہے، اس لئے کہ دنیا میں کوئی نبی ایسا

---

[1] سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفّان، ح(۴۰۰۵)

[2] سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفّان، ح(۴۰۰۵)

نہیں آیا جو سخاوت کے وصف سے متّصف نہ ہو، تمام انبیاء علیہم السلام سخی تھے، اسی طرح تمام صلحاء بھی سخی تھے، لہٰذا جو شخص سخاوت کرتا ہے، لوگوں کو کھلاتا پلاتا ہے، غریبوں کی امداد کرتا ہے، مسکینوں کی مدد کرتا ہے، مساجد مدارس کا تعاون کرتا ہے، کارِ خیر میں خرچ کرتا ہے، اس کے دل میں یہ جذبہ رہتا ہے کہ میرے پاس پیسے ہوتے تو یہ نیک کام کرتا اور یہ اچھا کام کرتا، وہ انبیاءِ کرام علیہم السلام اور صلحاء رحمۃ اللہ علیہم کے اسوۂ حسنہ پر قائم ہے۔

سخاوت کا ایک عجیب واقعہ

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے امام گزرے ہیں، انہوں نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ میرے گھر میں تنگی تھی اور فاقہ چل رہا تھا، عید قریب آ گئی، گھر والی نے کہا کہ عید آ گئی ہے، کچھ فکر کیجئے! ہم دونوں تو صبر کرلیں گے، لیکن بچّوں سے کس طرح صبر کروائیں گے؟ ان کے لئے نئے کپڑوں کی اور کچھ کھانے پینے کی چیزوں کی فکر کرنی چاہیئے۔

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک تاجر دوست کے پاس گیا اور اس کے سامنے اپنا پورا قصّہ بیان کیا، میرے تاجر دوست نے میرے ہاتھ میں بارہ سو (۱۲۰۰) درہم کی مہر لگی ہوئی تھیلی پکڑوادی اور کہا کہ یہ لے جاؤ۔ میں اسے لے کر گھر آیا اور بیوی کے ہاتھ میں وہ تھیلی تھمادی، ابھی تو اس نے اپنے ہاتھ میں تھیلی سنبھالی ہی تھی کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، دیکھا تو میرا ایک ہاشمی دوست کھڑا تھا، اس نے کہا کہ عید آ گئی ہے اور گھر میں کچھ نہیں ہے، بیوی کہہ رہی ہے کہ ہم دونوں تو صبر

کرلیں گے، مگر بچّوں کو کیسے منائیں گے؟ میں نے اس کو گھر میں بٹھایا اور بیوی کے ساتھ مشورہ کرتے ہوئے پوری صورتِ حال بیان کی، بیوی نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے دل میں کیا بات آرہی ہے؟ میں نے کہا کہ ایسا کرتے ہیں کہ آدھا ہم رکھ لیتے ہیں اور آدھا ان کو دے دیتے ہیں، ہماری ضرورت بھی پوری ہوجائے گی اور ان کی بھی۔ بیوی نے کہا کہ آپ ایک تاجر کے پاس گئے جو عالم بھی نہیں ہے، اس نے آپ کو بارہ سو (۱۲۰۰) درہم دے دئے اور آپ عالم ہوکر اس میں سے آدھی رقم خود رکھنے کی بات کررہے ہیں؟ یہ ٹھیک نہیں ہے، پوری تھیلی ہی دے دیجئے۔ اللہ اکبر! کیا جذبہ ہوگا خرچ کرنے کا! امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تھیلی جیسی تھی ویسی ہی اپنے ہاشمی دوست کو دے دی۔

یہ ہاشمی اپنے گھر پہنچا ہی تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، دروازہ کھولا تو وہی تاجر تھا جس نے امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کو بارہ سو (۱۲۰۰) درہم دئے تھے، خیر خیریت کے بعد اس نے بھی وہی بات کہی کہ عید آگئی ہے، گھر میں کچھ نہیں ہے، بیوی یہ کہہ رہی ہے کہ ہم تو صبر کرلیں گے، مگر بچّے کیا کریں گے؟ اصل بات یہ تھی کہ اس کے پاس بھی ان بارہ سو (۱۲۰۰) کے علاوہ کچھ نہیں تھا، سوچئے میرے بھائیو! ایک آدمی عید کے موقع پر اپنے بیوی بچّوں کے لئے پانچ درہم بھی نہیں رکھتا، سائل کو اپنا سب کچھ دے دیتا ہے تاکہ اس کی ضرورت پوری ہو، ہاشمی نے بھی فوراً وہ بارہ سو (۱۲۰۰) کی تھیلی اس تاجر کے ہاتھ میں تھمادی، تاجر نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ تو میری ہی تھیلی ہے، وہ تھیلی چھوڑ کر سیدھا امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا اور پوچھا کہ سچ بتاؤ، میں نے تمہیں جو درہم کی تھیلی دی تھی وہ کہاں ہے؟ امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے

سوال کی وجہ پوچھی تو تاجر نے واقعہ بیان کیا، اس وقت امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کو پتا چلا کہ ان صاحب نے ہمیں بارہ سو (۱۲۰۰) درہم اس حالت میں دئے تھے کہ ان کے گھر میں بھی اس کے سوا کچھ نہیں تھا، امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ہاشمی دوست کو بارہ سو (۱۲۰۰) درہم ایسی حالت میں دئے تھے کہ ان کے گھر میں کچھ نہیں تھا، اور ہاشمی بھی تاجر کو بارہ سو (۱۲۰۰) درہم دینے کے لئے تیار ہو گیا حالانکہ اس کے گھر میں بھی کچھ نہیں تھا۔

اِس عجیب ایثار کا علم اُس وقت کے وزیر یحییٰ بن خالد کو ہوا تو وہ دس ہزار (۱۰۰۰۰) درہم لے کر آیا اور دو ہزار (۲۰۰۰) امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کو، دو ہزار (۲۰۰۰) ہاشمی کو اور دو ہزار (۲۰۰۰) تاجر کو دئے، اور پھر کہا کہ تم سب نے بہت اونچا کام کیا، مگر سب سے اونچے درجے کا کمال میری نظر میں امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی کا ہے کہ عورت ہو کر اپنے شوہر کو یہ ترغیب دی کہ ہم کسی طرح صبر کے ساتھ گزارا کر لیں گے، لیکن آپ سب کچھ اپنے دوست کو دے دیجئے۔ اس لئے اس کے لئے چار ہزار (۴۰۰۰) کا انعام ہے۔[1]

وجوہِ خیر کو خود تلاش کرو

بس اب ختم کرتا ہوں، امید ہے کہ آپ حضرات اس مضمون کی طرف توجّہ فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی خوب توفیق عطا فرمائیں، اس بات کا انتظار مت کرو کہ کوئی ہمارے پاس آئے اور ہم سے مانگے، نہیں، وجوہِ خیر اور بھلائی کے

---

[1] المنتظم: ۱۰/۱۷۱

کاموں کو خود تلاش کرو، حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے جنّت کے میوے کھلائیں گے، اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جنّت کی خالص شراب پلائیں گے جس پر مہر لگی ہوئی ہوگی، اور جو مسلمان کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہناتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جنّت کا سبز لباس پہنائیں گے۔[۱]

اور یہ کھلانے پلانے اور خرچ کرنے پر جو اجر وثواب کا وعدہ ہے یہ محض مسلمان کے اوپر خرچ کرنے کے لئے نہیں ہے، بلکہ ہر انسان اور نہ صرف انسان، بلکہ ہر جاندار کے ساتھ حسنِ سلوک پر اجر کا وعدہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ[۲]

ہر جاندار کو کھلانے پلانے میں اجر ہے۔

میرے بھائیو! اس فانی مال و دولت کو خرچ کرنے کے نتیجے میں ہمیں آخرت میں بہت کچھ ملے گا، یہ دنیا ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے، مگر جو کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کرکے آگے بھیجیں گے وہ آخرت میں ہمیشہ رہے گا۔

دوام کے ساتھ خرچ کرنے کی عادت

یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرنا صرف حوادث اور ضرورت کے مواقع تک محدود نہیں رہنا چاہئے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کچھ دیا ہے اس میں

---

[۱] سنن الترمذي، أبواب الزهد، ح(۲٦۱۸)

[۲] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب رحلة الناس والبهائم، ح(٦٠١٤)

سے استمرار اور دوام کے ساتھ خرچ کرتے رہنے کی عادت ڈالنی چاہئے، اگر ہم اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرنے کا معمول بنا لیں گے تو یہ سارے فوائد جو ابھی بیان ہوئے ہیں وہ ہمیں ان شاء اللہ نصیب ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَصَلَّى اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ

مصائب اور پریشانیوں کا حل

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُمّت کی تباہی اور طرح طرح کی پریشانیوں اور مصیبتوں کی اصل وجہ گناہ اور بدعملی ہے، ان کا حل اور علاج یہی ہے کہ بدعملی کو دور کیا جائے، کامل اطاعت کی جائے، کیونکہ بغیر اس کے فلاح و کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی، حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو اپنے الفاظ میں فرمایا ہے:

بلائیں تیر اور فلک کماں ہے، چلانے والا شہِ شہاں ہے
اسی کے زیرِ قدم اماں ہے، بس اور کوئی مفر نہیں ہے

(خطباتِ ابرار، ص: ۵۴۴)

ماٴخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/موٴلّف	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل،مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل،مصر
۳	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسىٰ الترمذي	دار التأصيل،مصر
۴	سنن أبي داود	الإمام أبو داود السجستاني	مؤسسة الريّان،بيروت
۵	المستدرك للحاكم	الإمام الحاكم	دار التأصيل،مصر
۶	شعب الإيمان	الإمام البيهقي	دار الكتب العلمية،بيروت
۷	المعجم الأوسط	الإمام الطبراني	دار الحرمين،القاهرة
۸	المعجم الكبير	الإمام الطبراني	مكتبة الإصالة والتراث، الشارقة
۹	المنتظم	الإمام ابن الجوزي	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۰	مختصر تاريخ دمشق	الإمام محمد بن مكرم جمال الدين ابن منظور	دار الفكر،بيروت
۱۱	إحياء علوم الدين	الإمام الغزالي	دار المنهاج،جدّة
۱۲	حکیم الاُمّت کے حیرت انگیز واقعات	حافظ محمد اسحاق ملتانی	فرید بک ڈپو،دہلی

حقیقی شکر

تفصیلات

وعظ کا نام	:	حقیقی شکر
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	رمضانُ المبارک ۱۴۲۸ھ مطابق اکتوبر ۲۰۰۷ء
مقامِ وعظ	:	مسجد النور، لیسٹر، یو کے

فہرست

حقیقی شکر ۲۳۷
اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ۲۳۷
اُمّتِ مُحمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خصوصیت ۲۳۸
تیری رحمتوں کا بدلہ میری بندگی نہیں ہے ۲۴۰
آلِ داود کو شکر کا حکم ۲۴۱
ایک تفسیری نکتہ ۲۴۱
شکر کے ارکان ۲۴۲
نعمتیں بے شمار ہیں ۲۴۲
بیمار کی عیادت کی فضیلت ۲۴۳
ایک بزرگ کا واقعہ ۲۴۴
جسم سے گندگی کا نکل جانا بھی نعمت ہے ۲۴۵
شکر کا پہلا رکن ۲۴۶
شکر کا دوسرا رکن ۲۴۶
شکر کا تیسرا رکن ۲۴۷
شکر کا تیسرا رکن بہت اہم ہے ۲۴۸
حقیقی شکر سمجھنے کے لئے ایک عمدہ مثال ۲۴۹
مدینہ منوّرہ کا قیام بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے ۲۵۱
داود علیہ السّلام کا شکر ۲۵۱

داود علیہ السلام کے ذہن میں ایک عجیب بات ۲۵۳
زندگی کے سارے اعمال سب سے چھوٹی نعمت کا بدلہ بھی نہیں ۲۵۵
پچھلی کسی اُمّت کے ایک عابد کا واقعہ ۲۵۵
اللہ تعالیٰ نے پیار کرلیا ہے ۲۵۷
سجدے والی قابلِ رشک موت ۲۵۸
ایک عبرت ناک قصّہ ۲۵۹
آمدم برسرِ مطلب ۲۶۰
اللہ تعالیٰ کے احسان کا بدلہ ناممکن ہے ۲۶۰
اللہ تعالیٰ کی رحمت ومہربانی ۲۶۱
ہر نعمت پر شکر واجب ہے ۲۶۳
اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کا ایک آسان نسخہ ۲۶۴
اعتکاف بھی ایک نعمت ہے ۲۶۵
اعتکاف میں کیا کرنا ہے ۲۶۵
ملنے جلنے سے پرہیز ۲۶۸
دعا ۲۷۰
ماٰخذ ومراجع ۲۷۲

حقیقی شکر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: ﴿وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا﴾ (ابراهيم:۳۴)، صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی

اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں، ان کی کرم نوازی اتنی ہے کہ ہم سب ان کی دی ہوئی نعمتوں میں ہر وقت غرق رہتے ہیں، دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور عدم سے وجود بخشا، یہ ایک نعمت، پھر یہ کہ جانور نہیں بنایا بلکہ انسان بنایا، یہ ایک اور نعمت، پھر یہ کہ صحیح سالم انسان بنایا؛ ہم اندھے نہیں، بہرے نہیں، گونگے نہیں، اپاہج نہیں، پاگل نہیں، یہ ایک مستقل نعمت، پھر یہ کہ ہمیں ایمان کی دولت سے نوازا اور مسلمان

بنایا، پھر یہ کہ سب سے افضل پیغمبر، آقائے دوجہاں، سیّدُ المُرسلین، امامُ المُتّقین، جنابِ محمدٌ رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت کا مسلمان بنایا، ہمارے لئے تو آدم علیہ السلام کی نسبت بھی بہت بڑی چیز تھی، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام، داود علیہ السلام یا کسی اور نبی کی نسبت بھی بہت بڑی چیز تھی، اگر ہمیں قیامت کے دن سلیمان علیہ السلام کا اُمّتی یا یوسف علیہ السلام کا اُمّتی کہہ کر پکارا جاتا تو بھی ہمارے لئے بہت بڑی بات تھی، لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے لطف وکرم سے سیّدُ المُرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت عطا فرمائی۔

اُمّتِ مُحمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت

پھر اس نسبت کی وجہ سے اور کتنی نعمتیں نصیب ہوئیں جو دوسروں کو نہیں ہوئیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أُمَّتِيْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ[1]

میری اُمّت کو قیامت کے دن وضوء کے آثار کی وجہ سے 'غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ' کے لقب سے پکارا جائے گا۔

قیامت کے دن جب اُمّتِ مُحمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حشر ہوگا تو نمازوں کے لئے اور دوسری عبادتوں کے لئے وضوء کا اہتمام کرنے کی وجہ سے ان کے وضوء کے اعضاء خوب چمک رہے ہوں گے، ان کے چہروں، ان کے ہاتھوں اور ان کے قدموں کی اس چمک کی وجہ سے انہیں ایک خاص لقب ملے گا جو کسی اور اُمّت کو نہیں ملے گا،

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب فضل الوضوء، ح(۱۴۰)

ان کو 'الغُرُّ المُحَجَّلُوْنَ' کا لقب دیا جائے گا۔[۱] یعنی چمکدار چہروں، چمکدار ہاتھوں اور چمکدار قدموں والی جماعت، یہ نعمت محض آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت کی برکت سے ملے گی۔

اسی نسبت کی برکت سے ہم اس دنیا میں سب سے اخیر میں آنے والے، جنّت میں سب سے پہلے جائیں گے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ الْجَنَّةَ حُرِّمَتْ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ كُلِّهِمْ حَتّٰى أَدْخُلَهَا وَحُرِّمَتْ عَلَى الْأُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا أُمَّتِيْ[۲]

جنّت اس وقت تک تمام انبیاء پر حرام ہے جب تک میں داخل نہ ہو جاؤں، اور جنّت تمام اُمّتوں پر حرام ہے جب تک میری اُمّت داخل نہ ہو جائے۔

اسی نسبت کی وجہ سے ہمیں بہترین اُمّت کا لقب ملا، ارشادِ خداوندی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (اٰل عمران: ۱۱۰)

تم (لوگ) بہترین اُمّت ہو جو لوگوں کے نفع کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔

ایک شاعر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مخاطِب ہو کر کہتا ہے کہ اے میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ خیرُ البشر ہیں، انسانوں میں سب سے بہتر، آپ خیرُ الرُّسل ہیں، رسولوں میں

---

[۱] مرقاة المفاتيح: ۱۶/۲

[۲] کنز العمّال، ح (۳۱۹۵۳)

سب سے بہتر، آپ خیرُ الانام ہیں، مخلوق میں سب سے بہتر، جب آپ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں سب سے بہتر ہیں تو پھر آپ کی نسبت کی وجہ سے آپ کی اُمّت بھی سب اُمّتوں میں بہتر ہوگئی۔

کیوں نہ پائے تیری اُمّت خیرِ اُمّت کا خطاب
تو ہے جب خیرُ البشر خیرُ الرُّسل خیرُ الانام
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تیری رحمتوں کا بدلہ میری بندگی نہیں ہے

جن نعمتوں کا اس وقت ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عدم سے وجود بخشا، ہم کچھ نہیں تھے اُس نے ہمیں سب کچھ بنایا، آنکھیں عطا فرمائی، زبان عطا فرمائی، کان عطا فرمائے، دماغ عطا فرمایا، ہاتھ پیر عطا فرمائے، صحیح سالم انسان بنایا، پھر مؤمن بنایا اور وہ بھی خاتَمُ النَّبیّین محمدٌ رّسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت کا، یہ نعمتیں ایسی ہیں کہ اگر ہم سجدے میں سر رکھ کر پوری زندگی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں تب بھی ہم ان میں سے کسی ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ کے ہم پر جو انعامات ہیں، ہماری بندگی ان کا بدلہ نہیں ہو سکتی، ہم نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر، اعتکاف کر کے اللہ تعالیٰ پر کوئی احسان نہیں کر رہے ہیں، اگر ہمیں عمرِ نوح مل جائے اور ہم سجدے میں سر رکھ کر پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے رہیں، پھر بھی اللہ تعالیٰ کی جو رحمتیں ہم پر برس رہی ہیں ان میں سے کسی ایک کا بھی بدلہ نہیں چکا سکتے۔

تو اگر نواز دے تو تیرا کرم ہے ورنہ
تیری رحمتوں کا بدلہ میری بندگی نہیں ہے

آلِ داود کو شکر کا حکم

بندہ شکر کا حق ادا کرے تو کیسے کرے؟ بندے کا شکر محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات لامحدود، ہماری تو حیثیت ہی کیا؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بھی شکر کا حق ادا کرنے سے اپنے آپ کو عاجز پاتے تھے، حق تعالیٰ شانہٗ نے داود علیہ السلام کے خاندان کو حکم فرمایا:

﴿اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا﴾ (سبا: ۱۳)

اے آلِ داود! تم شکر گزاری میں نیک کام کیا کرو۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور ایسے عمل کرو جن سے شکر ظاہر ہو، ایسا نہ ہو کہ زبان سے تو شکر ہو اور عمل سے نہیں۔

ایک تفسیری نکتہ

یہاں پر حضراتِ مفسّرین نے ایک نکتہ لکھا ہے، علماء اور طلبہ اس کی طرف توجّہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ "اُشْكُرُوْا لِيْ اٰلَ دَاوٗدَ" اے آلِ داود! میرا شکر کرو۔ بلکہ فرمایا کہ ﴿اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا﴾، اے داود کی اولاد! تم شکر کو عملاً اور practically بجالاؤ۔[۱] یہ کافی نہیں ہوگا کہ صرف زبان سے کہہ دو کہ ہم آپ کی تعریف کرتے ہیں، ہم آپ کا شکر ادا کرتے ہیں، نہیں، زبان سے بھی کہو کہ اے اللہ! ہم آپ کا شکر ادا کرتے ہیں، اور اس کی دی ہوئی ہر نعمت کو اس کی مرضی کے مطابق استعمال کرکے عملی اور practical شکر کرکے بھی بتاؤ، اس لئے کہ کسی کی دی ہوئی نعمت کو اس کی چاہت کے خلاف استعمال کرنا کفرانِ نعمت اور ناشکری ہے۔

---

[۱] تفسیر القرطبي: ۲۷۸/۱۷

شکر کے ارکان

شکر کے تین ارکان ہیں، پہلا یہ کہ دل اور دماغ سے بندہ یہ اعتراف کرے کہ یہ نعمت جو مجھے ملی ہے یہ میرے اللہ نے بغیر استحقاق کے محض اپنے لطف وکرم سے عطا فرمائی ہے، اعتکاف میں حاضری کی سعادت بغیر استحقاق کے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی، بیوی، بچّے، دکان، فیکٹری، عقل، عزّت، دولت، علم، دینداری، دانائی، یہ سب اور اِن کے علاوہ جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ سب حق تعالیٰ شانہٗ نے محض اپنے لطف و کرم سے بغیر استحقاق کے عطا فرمائی ہیں۔

نعمتیں بے شمار ہیں

میرے بھائیو! نعمتیں اِتنی ہیں کہ ہم انہیں شمار نہیں کر سکتے، سینکڑوں نعمتیں تو وہ ہیں جن کے نعمت ہونے کا ہمیں ادراک اور احساس بھی نہیں ہوتا، بلکہ جن چیزوں کے بارے میں نعمت ہونے کا احساس ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کل نعمتوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔

﴿وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا﴾ (ابراھیم: ۳۴)

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو ان کا شمار نہیں کر سکتے۔

اگر میں آپ حضرات سے کہوں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچو اور جن چیزوں کا نعمت ہونا آپ کے ذہن میں آئے انہیں لکھو، تو شاید ہی کوئی سو سے زیادہ چیزیں لکھ پائے گا، حالانکہ نعمتیں کروڑوں ہیں، بہت سی نعمتیں ایسی ہیں کہ جب تک چلی نہ جائیں احساس ہی نہیں ہوتا، عربی میں کہتے ہیں:

قَدْرُ النِّعْمَةِ بَعْدَ الزَّوَالِ

نعمت کی قدر دانی اس وقت ہوتی ہے جب وہ چلی جاتی ہے۔

باپ ابھی موجود ہے تو باپ کتنی بڑی نعمت ہے اس کا احساس نہیں ہوتا، ماں ابھی موجود ہے تو پتا نہیں چلتا کہ ماں کتنی بڑی نعمت ہے، بیوی ابھی ہے اس لئے پتا نہیں چلتا کہ کتنی بڑی نعمت ہے، شوہر ہے اس وجہ سے پتا نہیں چلتا کہ کتنی بڑی نعمت ہے، صحت اور تندرستی ہے تو پتا نہیں چلتا کہ کتنی بڑی نعمت ہے، جب نعمت چلی جاتی ہے تب احساس ہوتا ہے کہ وہ کتنی بڑی دولت تھی۔

ایک بزرگ کو بڑھاپے میں پیشاب کی تکلیف ہوگئی، اس زمانے کے طریقۂ علاج کے مطابق وہ ہاتھ میں ایک بوتل لئے پھرتے تھے، اسی میں پیشاب چلا جاتا تھا، ظاہر ہے کہ پریشانی تھی، ایک صاحب ان کی عیادت اور بیمار پرسی کے لئے آئے۔

بیمار کی عیادت کی فضیلت

بیمار کی عیادت کرنا سنّت ہے، اس میں بڑا ثواب ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی کے لئے صبح کے وقت جاتا ہے، تو شام تک ستّر ہزار (seventy thousand) فرشتے اس کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں، اور اگر شام کے وقت جاتا ہے تو صبح تک ستّر ہزار (seventy thousand) فرشتے اس کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں، اور اس کے لئے جنّت میں ایک باغ مقرّر کر دیا جاتا ہے۔[1]

---

[1] سنن الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في عيادة المريض، ح(۹۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو جب تک لوٹتا نہیں دریائے رحمت میں داخل ہوتا رہتا ہے، اور جب بیمار کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو دریائے رحمت میں غوطہ لگا دیتا ہے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو ایک پکارنے والا (فرشتہ) آسمان سے پکار کر کہتا ہے کہ تم پاکیزہ ہو، اور تمہارا (عیادت کے لئے) چلنا بھی پاکیزہ ہے، اور تم نے جنّت میں ٹھکانہ بنا لیا۔[2]

ایک بزرگ کا واقعہ

عرض یہ کر رہا تھا کہ ایک بزرگ کو پیشاب کی تکلیف ہوگئی، ایک صاحب عیادت کے لئے آئے، پوچھا کہ طبیعت کیسی ہے؟ بزرگ نے فرمایا کہ ناشکری کی سزا ہے، میرے بھائیو! جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا تعلّق نصیب ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے، ان میں اور ہم میں یہی فرق ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی سینکڑوں نافرمانیاں کرتے ہیں، مگر جب کوئی تکلیف پیش آتی ہے تو ہمارا ذہن ہماری دو چار نیکیوں کی طرف جاتا ہے اور خیال آنے لگتا ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں پھر بھی میرے ساتھ ایسا معاملہ پیش آیا، اللہ تعالیٰ کے راستے میں اِتنا خرچ کرتا ہوں پھر بھی یہ ہوا، اور وہ حضرات ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی

---

[1] مسند أحمد، مسند جابر بن عبد اللّٰه، ح(۱۴۲۶۰)

[2] سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ما جاء في ثواب من عاد مريضًا، ح(۱۴۲۵)

گزارتے ہیں، اس کے باوجود ان کو یہی خیال دامن گیر رہتا ہے کہ یہ تکلیف میری کسی غلطی کی وجہ سے پہنچی ہے۔

تو بزرگ نے فرمایا کہ ناشکری کی سزا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ حضرت، آپ اللہ والے ہیں، نیک ہیں، اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں زندگی گزارتے ہیں، ایسی کون سی ناشکری ہوئی کہ آپ فرمارہے ہیں کہ ناشکری کی سزا ہے؟ انہوں نے عجیب جواب دیا، فرمایا کہ روزانہ دو تین مرتبہ پیشاب کی شکل میں جسم کو نقصان پہنچانے والی چیزیں بڑی آسانی سے باہر نکل جاتی تھیں، پیشاب کی حاجت ہوتی تھی، بیت الخلاء جاتے تھے اور چند منٹوں میں فارغ ہوجاتے تھے، گندگی نکل جاتی تھی اور سکون ہوجاتا تھا، سالہا سال تک اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت روزانہ ملتی رہی، لیکن مجھے اس کے نعمت ہونے کا خیال ہی نہیں آیا، جب پیشاب میں رکاوٹ پیدا ہوئی اس وقت احساس ہوا کہ اوہو! یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے، جب سالہا سال تک اس کا نعمت ہونا ہی معلوم نہیں ہوا تو اس پر شکر کیسے ادا کرتا؟ یہ ہے وہ ناشکری جس پر یہ سزا ملی ہے۔[1]

جسم سے گندگی کا نکل جانا بھی نعمت ہے

میرے بھائیو! جس طرح پیاس بجھانے کے لئے پانی کا مل جانا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اسی طرح پانی کے جسم میں جانے کے بعد اس کا پیشاب کی شکل میں نکل جانا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اسی لئے بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے تاکہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہو:

---

[1] خطباتِ محمود: ۴/ ۱۴۷

غُفْرَانَكَ، [1] اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْ أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذٰى وَعَافَانِيْ [2]
اے اللہ! میں آپ کی بخشش چاہتا ہوں، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہے جس نے وہ چیز نکال دی جو مجھے نقصان پہنچانے والی تھی اور وہ چیز اندر رہنے دی جو میرے لئے فائدہ مند تھی۔

شکر کا پہلا رکن

تو نعمتیں بے شمار ہیں اور ان میں سے ہر ایک پر شکر واجب ہے، اور شکر کا پہلا رکن دل اور دماغ سے یہ اعتراف کرنا ہے کہ جو نعمت ملی ہے وہ حق تعالیٰ شانُہٗ نے محض اپنے لطف وکرم سے بغیر استحقاق کے عطا کی ہے، بھائی! ہم نے کون سا کارنامہ انجام دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ضروری تھا کہ وہ ہمیں پیدا کرتے؟ ہم نے اللہ تعالیٰ پر کون سا احسان کیا تھا کہ اس کے ذمّے تھا کہ وہ ہمیں آنکھیں دیتے، زبان دیتے، کان دیتے، ایمان دیتے؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بغیر استحقاق کے محض اپنے لطف وکرم سے یہ تمام نعمتیں عطا فرمائی ہیں، دل اور دماغ میں یہ بات جم جائے، یہ شکر کا پہلا حصّہ ہے۔

شکر کا دوسرا رکن

دل کے اعتراف کے بعد اب زبان سے بھی کہو کہ اے اللہ! آپ نے مجھے بے شمار نعمتیں بغیر استحقاق کے محض اپنے لطف وکرم سے عطا کی ہیں، میں ان پر آپ کا شکر ادا کرتا ہوں، آپ کی حمد وثنا کرتا ہوں، اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ،

---

[1] سنن الترمذي، أبواب الطهارة، باب ما يقول إذا خرج من الخلاء، ح(۷)

[2] سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة وسننها، باب ما يقول إذا خرج من الخلاء، ح(۳۰۳)

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ، اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ، یہ شکر کا دوسرا حصّہ ہے کہ دل اور دماغ میں جو بات جم گئی ہے اس کا زبان سے بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے ساتھ اقرار کرے۔

شکر کا تیسرا رکن

اس کے بعد جسم کے دوسرے اعضاء سے بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو نعمت ملی ہے اس کو ہم اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کریں اور اس کی نافرمانی میں ہرگز استعمال نہ کریں، اسے مثال سے سمجھئے، آنکھیں اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں، دل اور دماغ میں یہ بات آئی کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے لطف و کرم سے بغیر استحقاق کے عطا فرمائی ہیں، میں مستحق تھا نہ اب ہوں، آنکھوں سے گناہ کرتا رہتا ہوں، مجھے آنکھوں کی روشنی سے کب سے محروم کردیا جانا چاہئے تھا، مگر میرے کریم اللہ نے محض اپنے لطف وکرم سے بغیر استحقاق کے یہ نعمت دے رکھی ہے، اس حقیقت کا اب زبان سے بھی اعتراف کرو اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرو کہ اے اللہ! میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں، اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ، لیکن میرے بھائیو! شکر کے لئے اتنا کافی نہیں، بلکہ اس کا ایک بہت اہم رکن ابھی باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی مت کرو، فلم مت دیکھو، نامحرم عورتوں کو مت دیکھو، غلط چیزوں کو مت پڑھو، بلکہ اچھے کام کرو؛ قرآنِ مجید کو پڑھو، دینی کتابوں کو پڑھو، سمندر کو دیکھو، پہاڑوں کو دیکھو، زمین کو دیکھو، آسمان کو دیکھو اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور بڑائی کا استحضار پیدا کرو کہ جس نے اتنی بڑی بڑی چیزیں پیدا کی وہ خود کتنا بڑا ہوگا؟ جس کی تخلیق اتنی بے عیب ہے وہ خود

کتنا بے عیب ہوگا؟ اسی طرح محبت کی نگاہ سے قرآن کو دیکھو، کعبہ کو دیکھو، اللہ والوں کو دیکھو اور اپنے والدین کو دیکھو۔

شکر کا تیسرا رکن بہت اہم ہے

عرض یہ کر رہا تھا کہ شکر کا یہ تیسرا رکن بہت اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا استعمال صحیح ہو، ایسا نہ ہو کہ زبان سے تو شکر ہو اور نعمت کے غلط استعمال کی وجہ سے نافرمانی والے اعمال سے ناشکری ظاہر ہو، اللہ تعالیٰ نے داود علیہ السلام اور ان کی آل کو بھی یہی حکم دیا کہ ﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا﴾ اے آلِ داود! تم شکر کو عملاً اور practically ادا کرو، یعنی دل اور دماغ اور زبان کے شکر کے ساتھ ساتھ عملی اور practical شکر بھی ادا کرو، یہ جسم بھی اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اب پہلے دل و دماغ سے اعتراف کرو کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے لطف و کرم سے کسی استحقاق کے بغیر یہ جسم مجھے عطا کیا ہے، پھر زبان سے بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ کہو، اور اس کے بعد اِس جسم کے ہر ہر عضو کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں کھپاؤ۔

اگر آنکھوں کو، کانوں کو، زبان کو، دماغ کو غلط جگہ پر استعمال کرتے رہے، مال و دولت کا استعمال اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوتا رہا، اولاد کی صحیح تربیت نہیں ہوئی، رمضانُ المبارک کے اوقات کا صحیح استعمال نہیں ہوا، نعمتِ اعتکاف کے لمحات کی صحیح قدر نہیں ہوئی اور زبان سے اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ کہتے رہے تو یہ شکر نہیں ہے، محض ایک دھوکہ ہے، اس طرح کے شکر سے نہ تو اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں

نہ ہم ذمّہ داری سے سبکدوش ہوتے ہیں، حقیقی شکر کے لئے اوپر بتلائے ہوئے تینوں کام ضروری ہیں، جب یہ پورے ہوں گے تب ہی ہم شکر کی اس ذمّہ داری سے سبکدوش ہوسکیں گے۔

حقیقی شکر سمجھنے کے لئے ایک عمدہ مثال

رمضانُ المبارک سے پہلے جامعہ ڈابھیل کے صدر مفتی اور حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ، حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم سے مدینہ منوّرہ میں ملاقات ہوئی، حضرت بہت شفقت فرماتے ہیں، میرے ساتھ ہماری اکیڈمی کے کچھ طلبہ بھی تھے، میں نے حضرت مفتی صاحب کو چائے کی دعوت پیش کی اور عرض کیا کہ ہماری رہائش گاہ پر تشریف لائیں اور ہمیں کچھ نصیحت بھی فرمائیں، حضرت تشریف لائے اور مختصر مگر بہت جامع نصیحت فرمائی، جس بات پر بہت زور دیا وہ یہ تھی کہ مدینہ منوّرہ کی یہ حاضری اور قیام اللہ تعالیٰ کی ایک قیمتی نعمت ہے جس کی قدردانی ضروری ہے، اور کسی بھی نعمت کی صحیح قدردانی اس وقت ہوگی جب کہ اس کا استعمال صحیح ہو، اس کے بعد آپ نے ایک بہت عمدہ مثال سے اس کو سمجھایا، فرمایا کہ فرض کرلیجئے کہ حرمین شریفین کے قیام کے دوران آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنی مسجد کے امام صاحب کے لئے یہاں سے کوئی چیز بطورِ ہدیہ لے جانی چاہئے، آپ بازار چلے گئے اور امام صاحب کے لئے ایک بہت ہی عمدہ اور خوبصورت رومال خریدا، گھر پہنچ کر آپ نے امام صاحب کی خدمت میں وہ رومال پیش کیا، امام صاحب نے بڑی خوشی سے قبول کیا اور شکریہ ادا کیا کہ ہم آپ کے بڑے شکر گزار ہیں، آپ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا، بڑی

محبت فرمائی وغیرہ وغیرہ، جو کچھ بیچارے کہہ سکتے تھے وہ انہوں نے کہا، آپ بھی بہت خوش ہوئے اور اس انتظار میں رہے کہ جمعہ کا دن آئے، اس لئے کہ آپ کو یہ خیال تھا کہ امام صاحب ہمارا دیا ہوا رومال ضرور اپنے سر پر ڈال کر جمعہ کے خطبہ کے لئے تشریف لائیں گے۔

امام صاحب جمعہ کی نماز کے لئے آئے، لیکن رومال ندارد، آپ کے دل میں خیال آیا کہ رمضانُ المبارک قریب ہے تو شاید امام صاحب رمضانُ المبارک کے کسی جمعہ میں رومال اوڑھ کر آئیں گے، رمضانُ المبارک کا پہلا جمعہ آیا، دوسرا، تیسرا اور چوتھا، مگر رومال نظر نہیں آیا، آپ کے دل میں یہ خیال آنے لگا کہ امام صاحب نے ہمارے ہدیے کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور بہت appreciate کیا ہے، ایسا معلوم ہورہا ہے کہ عید کے دن پہن کر آئیں گے، عید کا دن آیا، مگر عید کے دن بھی رومال ندارد۔

ادھر امام صاحب کی حالت یہ ہے کہ جب بھی ملتے ہیں تو زبان سے رومال کی بھی بہت تعریف کرتے ہیں اور آپ کا شکریہ بھی خوب ادا کرتے ہیں کہ آپ نے بڑا احسان فرمایا، حرمین شریفین میں یاد فرمایا، بہت عمدہ رومال لے آئے، بہت خوبصورت ہدیہ عنایت فرمایا، لیکن رومال کو اوڑھ نہیں رہے ہیں، اب رومال کا صحیح استعمال تو یہ تھا کہ امام صاحب اپنے سر پر رکھ کر نماز پڑھانے کے لئے آتے، اگر وہ ایسا کرتے تو آپ کا دل خوش ہوجاتا کہ امام صاحب نے ہمارے ہدیے کی قدر کی ہے، چاہے وہ زبان سے شکریہ کا ایک لفظ بھی نہ بولتے، لیکن یہاں یہ ہورہا ہے کہ زبان سے شکریہ ہی شکریہ ہے، اور اس کو استعمال کرنے کا نام نہیں۔

ایک دن اچانک امام صاحب بیمار ہو گئے، آپ عیادت کے لئے ان کے گھر گئے، داخل ہوتے ہی آپ کے دل کو ٹھیس پہنچی، اس لئے کہ امام صاحب نے وہ رومال جوتے نکالنے کی جگہ پر بچھا رکھا تھا اور آنے والے اپنے جوتے اس رومال پر رکھ رہے تھے، حضرت مفتی صاحب نے یہ مثال دے کر حاضرین سے پوچھا کہ کیا آپ کا دل امام صاحب کے زبانی شکریہ سے مطمئن ہوگا؟ آپ امام صاحب کو آپ کے ہدیے کے قدردان تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں گے؟ نہیں، بلکہ آپ کی ان کے بارے میں یہ رائے قائم ہوگی کہ انہوں نے ہمارے ہدیے کی قدر نہیں کی اور ناشکری کی۔

مدینہ منوّرہ کا قیام بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

مدینہ منوّرہ کا قیام بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایک قیمتی نعمت ہے، اور اس کا صحیح استعمال یہ ہے کہ کوئی گناہ نہ ہو، غیبت نہ ہو، کینہ نہ ہو، لڑائی جھگڑا نہ ہو، وقت برباد نہ ہو، بلکہ ہر لمحہ نیکی میں گزرے، درود شریف کی کثرت میں، نمازوں کے اہتمام میں، روضۂ پاک پر حاضری اور صلوٰۃ وسلام میں، تلاوت میں، عبادت میں، سیکھنے سکھانے میں، دعا میں، توبہ استغفار میں، اب زبان سے تو تم کہتے رہے کہ اے اللہ! ہم آپ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ آپ نے ہمیں مدینہ منوّرہ کا قیام نصیب کیا، لیکن مدینہ منوّرہ کے قیام کا جو صحیح استعمال ہے اس سے غافل رہے، تو آپ ہی بتلائیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس نعمت کے قدردان کہے جائیں گے یا ناشکری کرنے والے؟

داود علیہ السلام کا شکر

کسی نعمت کا صحیح استعمال نہ ہو تو شکر ادا نہیں ہوگا اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں

فرمایا کہ ’’اُشْكُرُوْا لِيْ آلَ دَاوٗدَ‘‘، اے آل داود! تم میرا شکر ادا کرو۔ بلکہ یہ فرمایا کہ ﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا﴾، اے آل داود! تم شکر گزاری میں نیک کام کرو، تم عملاً شکر ادا کرو، practically شکر ادا کرو اور جو نعمتیں ملی ہیں ان کا صحیح استعمال کرو۔

داود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر اور بہت ہی برگزیدہ بندے تھے، ان کے دل میں یہ بات رچی بسی تھی کہ جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے لطف وکرم سے بغیر استحقاق کے عطا فرمائی ہیں، ان نعمتوں کا زبان سے بھی اعتراف کرتے تھے اور شکر ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے تھے۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (النمل: ۱۵)

اور ہم نے داود اور سلیمان کو علم کی نعمت عطا کی، وہ دونوں (زبانی شکر ادا کرتے ہوئے) بولے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے مؤمن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

یہ تو ان کا زبانی شکر تھا، اس کے ساتھ ساتھ تمام نعمتوں کا صحیح استعمال کر کے عملی شکر بھی ادا کرتے تھے، اور ضروری طاعات کے علاوہ وہ کثرت سے عبادت کرتے تھے، بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت داود علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن بے روزہ رہتے تھے، اسی طرح ایک تہائی رات نماز میں گزارتے تھے۔[۱]

---

[۱] صحيح البخاري، كتاب التهجّد، باب من نام عند السحر، ح(۱۱۳۷)

میرے بھائیو! سوچو کہ جب حضرت داود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا ہوگا تو انہوں نے شکر کس طرح ادا کیا ہوگا؟ پیغمبر معصوم ہوتا ہے اس لئے عمل میں کوئی کوتاہی نہیں تھی، اسی طرح دل اور دماغ سے اور زبان سے بھی آپ نے شکر کا حق ادا کر دیا ہوگا، آپ علیہ السلام کو بہت اعلیٰ درجے کی معرفتِ خداوندی حاصل تھی اس لئے ذہنی، زبانی اور عملی شکر میں کیا کمی رہی ہوگی؟ اللہ اکبر! مگر انہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کا حق ادا کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے عرض کیا:

يَا رَبِّ! كَيْفَ أَشْكُرُكَ وَشُكْرِيْ لَكَ نِعْمَةٌ مِنْكَ عَلَيَّ[1]

اے میرے پروردگار! میں تیرے شکر کا حق کیسے ادا کر سکتا ہوں جب کہ مجھے معلوم ہے کہ شکر کی توفیق بھی تیری طرف سے ایک نعمت ہے، جس پر مستقل شکر واجب ہے۔

مطلب یہ تھا کہ جب تیری پچھلی نعمتوں پر شکر کی توفیق ملی تو یہ توفیق بھی تو ایک مستقل نعمت ہے، اور ظاہر ہے کہ ہر نعمت پر شکر ہونا چاہئے، لہٰذا اس نئی نعمت پر بھی شکر واجب ہوا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔ (آمین)

داود علیہ السلام کے ذہن میں ایک عجیب بات

حضرت داود علیہ السلام کے ذہن میں ایک عجیب بات آئی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا کہ اے داود! جو نعمتیں میں نے تجھے عطا کی ہیں ان پر شکر ادا کیجئے۔ تو میں نے جب شکر ادا کیا تو یہ توفیق بھی ایک نعمت ہے، لہٰذا اس پر بھی مجھے شکر ادا کرنا ضروری ہوگا، اور شکر ادا کرنے کی جو دوسری مرتبہ توفیق ملے گی یہ ایک اور نعمت ہوگی، لہٰذا پھر

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۶۲۶/۴

شکر ادا کرنا چاہئے، اس کے بعد تیسری بار شکر کی توفیق ملے گی وہ اور نعمت ہوگی، آپ علیہ السلام نے سوچا کہ یہ تو نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے، جب جب بھی شکر ادا کروں گا وہ ایک نئی نعمت ہوگی اور اس پر شکر ضروری ہوگا، تو یہ سلسلہ تو موت تک چلتا رہے گا، اسی وجہ سے عرض کیا کہ شکر کی ذمّہ داری سے سبکدوش ہونا ممکن ہی نہیں ہے، اس لئے کہ شکر کی ہر توفیق ایک مستقل نعمت ہے جس پر دوسرا شکر واجب ہوگا، آپ نے عاجزی کرتے ہوئے یہ عرض کیا کہ:

يَا رَبِّ! كَيْفَ أَشْكُرُكَ وَشُكْرِيْ لَكَ نِعْمَةٌ مِنْكَ عَلَيَّ

اے میرے پروردگار! میں تیرے شکر کا حق کیسے ادا کرسکتا ہوں جب کہ مجھے معلوم ہے کہ شکر کی توفیق بھی تیری طرف سے ایک نعمت ہے، جس پر مستقل شکر واجب ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آئے:

اَلْآنَ شَكَرْتَنِيْ يَا دَاوٗدُ[1]

اے داود! جب تم نے اپنے آپ کو شکر ادا کرنے سے عاجز اور قاصر سمجھا تب صحیح معنی میں شکر ادا کیا۔

بندہ دل و دماغ سے جب یہ تسلیم کرلے کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کا جو حق ہے اسے ادا کرنے سے میں عاجز اور قاصر ہوں، بس تب جا کر حقیقی معنی میں شکر ادا ہوگا، اور وجہ اس کی یہی ہے کہ ہمارا شکر محدود اور اللہ تعالیٰ کے انعامات لامحدود ہیں، ممکن ہی نہیں کہ کماحقّہٗ شکر ادا ہوسکے۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۶۲۶/۴

زندگی کے سارے اعمال سب سے چھوٹی نعمت کا بدلہ بھی نہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے اللہ! میں تیرا شکر کیسے ادا کرسکتا ہوں جب کہ تیری دی ہوئی نعمتوں میں سے سب سے چھوٹی نعمت اتنی قیمتی ہے کہ میری زندگی کے سارے اعمال بھی اس کا بدلہ نہیں ہوسکتے، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا مُوْسٰى! اَلْآنَ شَكَرْتَنِيْ [1]

اے موسیٰ! اب تو نے حقیقی معنی میں میرا شکرادا کیا۔

تو اگر نواز دے تو تیرا کرم ہے ورنہ
تیری رحمتوں کا بدلہ میری بندگی نہیں ہے

پچھلی کسی اُمّت کے ایک عابد کا واقعہ

اللہ تعالیٰ کی ایک ایک نعمت اتنی قیمتی ہے کہ ہماری زندگی کی ساری عبادتیں بھی ان میں سے ادنیٰ نعمت کا بدلہ نہیں ہوسکتیں، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس میں پچھلی کسی اُمّت کے ایک عابد کا عجیب قصّہ ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تشریف لاکر فرمایا کہ میرے دوست جبرئیل علیہ السلام ابھی ابھی میرے پاس سے گئے ہیں، انہوں نے مجھے ایک بات بتلائی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا، اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہے جو اللہ جلَّ جلالہٗ وعمَّ نوالہٗ کی عبادت میں پانچ سو سال مشغول رہا،

---

[1] حلية الأولياء: ٥٦/٦

ایک ایسے پہاڑ کی چوٹی پر جو سمندر کے بیچ میں ہے، چاروں طرف سمندر اور بیچ میں ایک چھوٹا سا جزیرہ (island) ہے، اس میں ایک پہاڑ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک میٹھے پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔

عزیزو! اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کیا کہنا؟ نمکین پانی والے سمندر کے بیچ میں ایک جزیرے پر میٹھے پانی کا چشمہ بہہ رہا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وہاں اَنار کا ایک درخت اُگایا جس پر روزانہ ایک انار لگ جاتا، پورا دن پہاڑ کی چوٹی پر عبادت میں گزرتا، شام کو پہاڑ کے دامن میں اترتا، کھاتا، پیتا، اور پھر عبادت میں مشغول ہو جاتا، اسی انہماک کے ساتھ عبادت میں اس کا ایک طویل عرصہ گزرا، اللہ کے اس بندے نے موت کے وقت اپنے رب سے یہ درخواست کی کہ اے اللہ! میرا جی چاہتا ہے کہ جب موت کا فرشتہ میری روح نکالے تو سجدے کی حالت میں نکالے، اور اس کے بعد میرا جسم صحیح سالم رہے، زمین کو کھانے پر قدرت نہ دی جائے، اس لئے کہ میری چاہت یہ ہے کہ قیامت کے دن میرا حشر سجدے کی حالت میں ہو۔

میرے بھائیو! دنیا میں کیسے کیسے لوگ گزرے ہیں! اللہ اکبر! اس عابد کی تمنّا کو تو دیکھئے! اس کے برعکس ہماری حالت کتنی قابلِ رحم ہے کہ ہمارے لئے پانچ وقت کی فرض نمازیں مشکل ہیں، یہ عابد جب تک زندہ رہا اس وقت تک برابر عبادت میں مشغول رہا اور مرنے کے بعد کے لئے بھی تمنّا کی کہ میں قیامت تک سجدے میں رہنا چاہتا ہوں، اللہ اکبر!

میرے بھائیو! ہمیں اپنے دلوں پر محنت کرنے کی ضرورت ہے، دل کا جب تزکیہ ہوجاتا ہے تو عبادت اور طاعت کی حلاوت اور مٹھاس گناہوں اور نافرمانیوں کی جھوٹی لذّت پر غالب ہوجاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پیار کرلیا ہے

حضرت مولانا فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کی خدمت میں ادب کے ساتھ حاضری دی ہے، وہ فرماتے تھے کہ جب میں سجدے میں جاتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے پیار کرلیا ہے۔[1] میرے عزیزو! ایسے حضرات کو اپنی نمازوں میں کتنا لطف آتا ہوگا! اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائیں! ہمارا حال یہ ہے کہ ہمیں نہ سجدے میں مزہ آتا ہے، نہ رکوع میں، نہ قیام میں، یہ سب چیزیں کتنی قیمتی ہیں وہ اہل اللہ ہی جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ[2]

بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب اس کی پیشانی سجدے میں ہوتی ہے۔

مگر اس کے باوجود ہمیں سجدے میں سکون نہیں ملتا، بہت سے تو ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے لئے سجدہ کرنا بھاری ہوتا ہے، اور جن کو سجدہ کرنے کی توفیق ملتی ہے

---

[1] ارواحِ ثلاثہ، ص: ۳۱۷

[2] صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود، ح(۴۸۲)

ان کا دل نہیں لگتا، وہ سجدے سے سر اُٹھانے میں اتنی جلدی کرتے ہیں کہ امام سے بھی پہلے سر اُٹھا لیتے ہیں۔

سجدے والی قابلِ رشک موت

بہرحال اللہ تعالیٰ نے اس عابد کی دعا قبول کرلی اور اس کی مرضی کے مطابق اس کی موت سجدے میں آئی، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بیان کیا کہ اس وقت وہ اسی حالت میں ہے، ہم فرشتے جب زمین کی طرف اُترتے ہیں یا آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں تو اس کے پاس سے ہم گزرتے ہیں، میرے بھائیو! کتنا خوش نصیب بندہ ہے! مرنے کے بعد بھی سجدے میں پڑا ہوا ہے، قابلِ رشک موت اور قابلِ رشک سجدہ، اسی حالت میں قیامت تک پڑا رہے گا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اس بندے کے ساتھ کیا ہوگا وہ بھی جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتلایا، جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس بندے کو زندہ کریں گے اور اپنے سامنے کھڑا کریں گے اور فرشتوں سے فرمائیں گے:

أَدْخِلُوْا عَبْدِيْ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِيْ

میرے بندے کو میری رحمت اور مہربانی سے جنّت میں داخل کردو!

میرے بھائیو! دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم سب کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے کہ میرے بندے کو میری مہربانی اور میرے فضل سے جنّت میں داخل کردو! اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی بہت بڑی

نعمت ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اس لئے اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ اس کا فضل مانگا کرو، میں اپنے دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ تکلیف، مصیبت اور پریشانی کے وقت اللہ تعالیٰ سے انصاف مت مانگو، بلکہ اس کا فضل مانگو! اس لئے کہ ہم گنہگار ہیں، کہیں اللہ تعالیٰ کی کسی نافرمانی کے بدلے میں ہماری پکڑ نہ ہو جائے۔

ایک عبرت ناک قصّہ

میرے محبوب حضرت، حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے ایک عبرتناک قصّہ سنا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انگریز کے زمانے میں ایک شخص کو پولیس نے قتل (murder) کے کیس میں گرفتار کر لیا، وہ بالکل بے گناہ (innocent) تھا اس لئے پورے اطمینان کے ساتھ تھا، وہ سوچ رہا تھا کہ میں بالکل بے گناہ ہوں، میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے، میرے خلاف پولیس کے پاس کوئی ثبوت بھی نہیں ہے، غلطی سے مجھے پکڑ لیا ہے، بہت جلد مقدّمہ خارج ہو جائے گا اور میری رہائی ہو جائے گی۔ مگر کیس کی سماعت ہوئی اور جج (judge) نے فیصلہ سنایا کہ یہ شخص مجرم (guilty) ہے اور اسے پھانسی کی سزا دی جائے۔ اب پھانسی کا فیصلہ ہو گیا حالانکہ وہ بیچارہ بالکل بے گناہ، اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر ہوا کیا؟ اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، اور گڑگڑا کر کہنے لگا کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں، اس کے باوجود یہ فیصلہ ہوا، یقیناً کسی گناہ کی نحوست ہی نے مجھے اس مصیبت میں مبتلا کیا ہے، آپ میرے اوپر حقیقت ظاہر کر دیجئے! اسی حالت میں آواز آئی کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ کیا تمہیں یاد نہیں کہ تم سوئی (needle) کی نوک سے چیونٹیوں کو مارا کرتے تھے، چیونٹیاں بھی تو میری

مخلوق ہیں، ان کی بھی جان ہوتی ہے، تمہیں اِس وقت جو پھانسی کی سزا ہوئی ہے وہ چیونٹیوں کو مارنے کی وجہ سے ہے۔أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ كُلِّ شَرٍّ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں اور اپنا فضل نصیب فرمائیں، اس کی بے نیازی اور پکڑ سے بہت ڈرنا چاہئے۔

آمدم برسرِ مطلب

عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس عابد سے قیامت کے دن فرمائیں گے کہ میرے بندے کو میرے فضل سے جنّت میں داخل کردو۔ وہ کہے گا نہیں، بلکہ میرے اعمال کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ دوبارہ ارشاد فرمائیں گے کہ میرے بندے کو میرے فضل سے جنّت میں داخل کردو۔ وہ پھر کہے گا کہ نہیں، بلکہ میرے اعمال کی وجہ سے۔ ایک اور مرتبہ فرمائیں گے کہ میرے بندے کو میرے فضل سے جنّت میں داخل کردو۔ بندہ اپنی بات پر اڑا رہے گا اور کہے گا کہ نہیں، بلکہ میرے اعمال کی وجہ سے۔ اس کے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ اتنے سال تک میں نے عبادت کی، پھر میں نے یہ چاہت ظاہر کی کہ میں سجدے میں مرنا چاہتا ہوں، اور اس کے بعد قیامت تک سجدے ہی میں رہنا چاہتا ہوں، ان باتوں کا کوئی تذکرہ ہی نہیں؟ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ میرے بندے کو میں نے جو انعامات عطا کئے تھے ان کا اس کے اعمال کے ساتھ حساب کرو۔

اللہ تعالیٰ کے احسان کا بدلہ ناممکن ہے

میرے بھائیو! میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے کسی ایک احسان کا بھی

بدلہ ہم نہیں چکا سکتے، فرشتے حساب شروع کریں گے، اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات میں سے آنکھ کی نعمت سے شروع کریں گے، جب اس نعمت کا حساب کر کے فارغ ہوں گے تو معلوم ہوگا کہ پانچ سو سال کی عبادت تو صرف ایک آنکھ کی نعمت ہی کا بدلہ ہو کر رہ گئی اور ابھی جسم کے دوسرے اعضاء کا بدلہ تو باقی ہے، اب اس کا مطالبہ شروع ہوگا، مگر چونکہ عبادتیں ساری ختم ہو چکی ہوں گی اس لئے وہ اپنے آپ کو عاجز پائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ میرے بندے کو جہنّم کی آگ میں داخل کردو۔ فرشتے اسے کھینچ کر آگ کی طرف لے جانا شروع کریں گے، وہ بیچارہ پکار پکار کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کرے گا:

رَبِّيْ بِرَحْمَتِكَ أَدْخِلْنِيْ الْجَنَّةَ

اے میرے رب! آپ مجھے اپنی رحمت اور مہربانی سے جنّت میں داخل کردیجئے۔

ظاہر ہے کہ عمل تو اب ایک بھی نہیں رہا لہٰذا اب عمل کی بنیاد پر جنّت میں داخلہ کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے:

يَا عَبْدِيْ مَنْ خَلَقَكَ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا؟

اے میرے بندے! تجھے پیدا کس نے کیا جب کہ تو تھا ہی نہیں؟

وہ بندہ کہے گا:

أَنْتَ يَا رَبِّ

آپ نے اے میرے پروردگار۔

سوال ہوگا:

مَنْ قَوَّاكَ لِعِبَادَةِ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ؟

پانچ سو سال تک عبادت کی کس نے طاقت دی؟

وہ کہے گا:

أَنْتَ يَا رَبِّ

اے میرے پروردگار آپ نے۔

سوال ہوگا:

مَنْ أَنْزَلَكَ فِيْ جَبَلٍ وَسْطَ اللُّجَّةِ وَأَخْرَجَ لَكَ الْمَاءَ الْعَذْبَ مِنَ الْمَاءِ الْمَالِحِ وَأَخْرَجَ لَكَ كُلَّ لَيْلَةٍ رُمَّانَةً وَإِنَّمَا تَخْرُجُ مَرَّةً فِي السَّنَةِ؟ وَسَأَلْتَنِيْ أَنْ أَقْبِضَكَ سَاجِدًا فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ بِكَ

تجھے سمندر کے بیچ پہاڑ پر کس نے پہنچایا؟ تیرے لئے نمکین پانی سے میٹھا پانی کس نے نکالا؟ تیرے لئے روزانہ انار کس نے پیدا کیا جب کہ وہ سال میں ایک ہی مرتبہ پیدا ہوتا ہے؟ اور تو نے مجھ سے سجدے کی حالت میں روح قبض کرنے کی درخواست کی اور میں نے تیرے ساتھ وہی کیا۔

وہ کہے گا:

أَنْتَ يَا رَبِّ

آپ نے اے میرے پروردگار۔

تب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے:

فَذٰلِكَ بِرَحْمَتِيْ، وَبِرَحْمَتِيْ أُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ، اَدْخِلُوْا عَبْدِيْ الْجَنَّةَ، فَنِعْمَ الْعَبْدُ كُنْتَ يَا عَبْدِيْ

یہ سب کچھ میری مہربانی سے ہوا اور میں تجھے اپنی مہربانی سے جنّت میں داخل کررہا ہوں، اے فرشتو! میرے بندے کو جنّت میں داخل کردو! اے میرے بندے! تو بہت اچھا بندہ تھا۔

اُس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:

إِنَّمَا الأَشْيَاءُ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَا مُحَمَّدُ[1]

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تمام چیزوں کا مدار اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ہے۔

ہر نعمت پر شکر واجب ہے

اللہ تعالیٰ کے ہم پر بہت سارے انعامات ہیں، ان میں سے ہر ایک اتنا قیمتی ہے کہ ہماری پوری زندگی کی عبادت اس ایک انعام کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اور یہ انعامات اتنے ہیں کہ نہ ان کا احاطہ ممکن نہ ان پر شکر کا حق ادا کرنا، مگر اس کے باوجود اپنے آپ کو قاصر اور عاجز سمجھتے ہوئے نعمتوں پر شکر بجالانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے، اس لئے کہ ہر نعمت پر شکر واجب ہے، آج سے یہ عزم کر لو کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احسانات پر شکر ادا کریں گے، ہم دل دماغ سے اور زبان

---

[1] المستدرك للحاكم، كتاب التوبة والإنابة، ح(۷۸۴۶)

سے اس بات کا اعتراف کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر احسان بغیر استحقاق کے محض اس کے لطف وکرم سے ملا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کریں گے اور ساتھ ساتھ ہر نعمت کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کا ایک آسان نسخہ

میرے بھائیو! روزانہ کچھ وقت نکال کر اللہ تعالیٰ کے انعامات کو سوچا کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کا ایک آسان نسخہ ہے، روزانہ چند منٹ نکال کر تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے انعامات کو سوچا کرو، اللہ تعالیٰ نے آنکھیں عطا فرمائی ہیں، زبان عطا فرمائی ہے، کان، ناک، ہاتھ، پاؤں، دماغ، دل، انگلیاں وغیرہ بہت ساری نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اور پھر سب صحیح سالم، اس طرح نعمتوں کو سوچ کر دل کی گہرائی سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اس کی حمد وثنا کرو، اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ، اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ، ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی اس لئے کہ 'اَلْإِنْسَانُ عَبْدُ الْإِحْسَانِ'، انسان کی فطرت کچھ ایسی بنائی گئی ہے کہ وہ احسان کرنے والے کا غلام بن جاتا ہے اور اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی تو یہ نعمتیں اس کی نافرمانی میں استعمال نہیں ہوں گی، آج میرے بھائیو، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تمام نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کا پختہ ارادہ کرو، اور اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی نعمت استعمال ہو رہی ہے تو دل سے سچی توبہ کرلو کہ آئندہ کسی بھی نعمت کا غلط استعمال ہرگز نہیں ہوگا۔

اعتکاف بھی ایک نعمت ہے

میرے بھائیو! یہ اعتکاف بھی ایک قیمتی نعمت ہے اس لئے اس کی قدردانی بھی ضروری ہے اور قدردانی کے لئے اس نعمت کا صحیح استعمال بے انتہاء ضروری ہے، عموماً ہوتا یہ ہے کہ پہلا دن بہت اچھا جاتا ہے، دوسرا بھی کچھ اچھا جاتا ہے، تیسرا بھی کچھ ٹھیک جاتا ہے، اس کے بعد پھر آہستہ آہستہ نفس اپنا کام کرتا ہے، شیطان اپنا کام کرتا ہے، اور وقت کے صحیح استعمال کی وجہ سے شروع میں جو برکتیں حاصل ہوئی تھیں ان سے بھی محرومی ہوجاتی ہے۔

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کا ہم پر کتنا بڑا فضل ہوا کہ اس نے ہمیں کہاں کہاں سے لاکر اپنے گھر میں جمع کیا، لیسٹر کے مختلف علاقوں سے، انگلینڈ کے مختلف شہروں سے، انگلینڈ کے علاوہ دوسرے ملکوں سے، سب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر میں ایک بہت ہی اہم سنّت کے لئے جمع کردیا، ظاہر ہے کہ اس مجمع میں کئی نیک اور صالح بندے بھی ہوں گے، اچھی اچھی عادتوں والے، عمدہ عمدہ خصلتوں والے، نیک سیرت والے لوگ ہوں گے، ہمیں ان اچھے لوگوں کی صحبت اور معیت کی نیت کرنی چاہئے اور ساتھ ساتھ دعا بھی کرنی چاہئے کہ اے اللہ! ہمارے ساتھیوں میں سے جو تیرے صالح بندے ہیں، نیک سیرت ہیں، اللہ والے ہیں، اِن کی صحبت کی برکت سے ہمیں بھی اچھی خوبیاں اور عمدہ خصلتیں عطا فرما۔

اعتکاف میں کیا کرنا ہے

علماءِ کرام کی مجالس اور بیانات میں اہتمام کے ساتھ شریک ہوکر ان کی ہر بات

کو غور سے سننا چاہئے، جو کچھ کہا جا رہا ہے اسے اپنے لئے mirror (آئینہ) بنانا چاہئے، پھر اس میں اپنی زندگی کو دیکھ کر اپنا محاسبہ کرنا چاہئے، اگر کسی اچھائی کی طرف متوجّہ کیا جائے تو اپنے آپ سے سوال کرنا چاہئے کہ کیا یہ اچھائی میری زندگی میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اور نہیں ہے تو توبہ کر کے اپنی زندگی کو اس سے آراستہ کرنے کا عزم کرے، اگر کسی بُرائی سے بچنے کے لئے کہا جائے تب بھی غور کرے کہ کہیں یہ بُرائی میری زندگی میں تو نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اور ہے تو توبہ کر کے اپنی زندگی کو اس سے فوراً پاک کر لے۔

اسی طرح اپنی گزری ہوئی زندگی کا بھی محاسبہ کرے کہ اب تک زندگی کن کاموں میں گزری ہے؟ غور کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کس مقصد کے لئے پیدا کیا تھا؟ مجھے اب تک دین میں، علم و عمل میں، روحانیت میں، تقوے میں کتنی ترقّی کر لینی چاہئے تھی؟ کیا میں اس میں کامیاب رہا؟ اگر نہیں تو تدارک کے لئے اب future (مستقبل) میں کیا کرنے کی ضرورت ہے؟ اب سے میری زندگی کا مقصد اور goal (ہدف) کیا ہوگا؟ میری عمر کا کتنا حصّہ گزر گیا اور اب کتنا باقی رہ گیا ہوگا؟ ممکن ہے صرف ایک دن باقی ہو، ممکن ہے صرف ایک گھنٹہ باقی ہو، تنہائی میں بیٹھ کر ان سب باتوں کو سوچنا چاہئے اور پختہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ آج سے میری زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی محبت رہے گا، اللہ تعالیٰ کا تعلّق رہے گا، اللہ تعالیٰ کے دین پر چلنا رہے گا، غرض اپنے اوقات کو بجائے فضول اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں صرف کرنے کے اپنے past (ماضی) اور future (مستقبل) کے بارے میں

سوچنے میں صرف کرو اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے اپنے دل کو معمور کرنے کے لئے لائحہ عمل طے کرو۔

جو timetable (نظامُ الاوقات) مرتّب کیا گیا ہے، وہ ہم سب کے فائدے کے لئے بنایا گیا ہے، ہمیں اسی کے مطابق چلنا ہے، جو آرام کرنے کے اوقات ہیں ان میں ہم آرام کرلیں تاکہ اعمال میں ہم پوری بشاشت کے ساتھ، دُھن اور دھیان کے ساتھ مشغول ہوسکیں، اگر کسی کو یہ محسوس ہو کہ آرام کے لئے وقت زیادہ ہے تو وہ زائد وقت کو تلاوت وغیرہ اعمال میں خرچ کرے۔

اپنی قضاءِ عمری کی بھی فکر کرنی چاہیے، یہ فیصلہ کرلیں کہ آج کے بعد کوئی نماز نہیں چھوٹے گی، جو نمازیں چھوٹ گئی ہیں ان کی آج ہی سے قضاء شروع کردیں، اب تک جو روزے قضاء ہوئے ہیں، اسی طرح واجب قربانیاں رہ گئی ہیں، inheritance (میراث) جو شریعت کے مطابق تقسیم نہیں ہوئی ہے، وغیرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کے اور اس کے بندوں کے جو حقوق ہمارے ذمّے ہیں ان سب کے بارے میں سوچنا ہے اور ان کی ادائیگی کا پختہ ارادہ کر کے توبہ کرنی ہے، اس لئے کہ موت سر پر کھڑی ہے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں

موت آہستہ آکر یہ بولی
اب چلو ساتھ میرے اے بھائی

حکمِ رب سے تمہیں لینے آئی
اب چلو ساتھ میرے اے بھائی

میرے بھائیو! اِس موقع سے فائدہ اُٹھاؤاور موت کے لئے تیاری کرو، بس یہاں رہتے ہوئے ایک ہی مقصد ہو، دس دن کے لئے فیکٹری کو، دکان کو، بیوی بچّوں کو، دنیا کے تمام جھمیلوں کو دل و دماغ سے نکال دو، یہاں رہتے ہوئے بیوی، بچّے، ماں باپ، دوست احباب سب کے بارے میں ایک ہی فکر اور دعا ہو کہ اے اللہ! میرے بیوی بچّوں کو اپنے اولیاء میں شامل فرمادے! میرے ماں باپ کو بھی اپنے اولیاء میں شامل فرمادے! پوری اُمّت کے لئے یہ دعا کرو کہ اے اللہ! اُمّت کے ہر فرد کو اپنے اولیاء میں شامل فرمادے! اِس وقت ایک ہی دُھن ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا تعلّق، اس کے علاوہ دوسرا کوئی خیال نہ آئے، ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجّہ رہیں۔

دل میں لگا کے ان کی لَو
کر دے جہاں میں نشرِ ضَوء

ملنے جُلنے سے پرہیز

ایک بہت اہم اور ضروری بات اختلاط سے بچنا ہے، ملنا جُلنا، بات چیت، مجلسیں، گپ شپ وغیرہ سے خوب بچو، اپنے کام میں لگے رہو، ہمارے حضرت شیخ، قُطُب الاقطاب حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بات میں نے اپنے مشفق استاذ، مرشدی حضرت مولانا ہاشم صاحب دامت برکاتہم سے کئی بار سنی

کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ رمضانُ المبارک میں معتکفین سے فرماتے تھے کہ اور مشائخ کے یہاں تو بہت کچھ مجاہدات ہوا کرے، میرے یہاں کوئی مجاہدہ نہیں ہے، خوب کھاؤ، خوب پیؤ، خوب سوؤ، مگر باتیں مت کرو، میرے یہاں بات کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ حضرت مولانا ہاشم صاحب دامت برکاتہم نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ کھانے پینے اور سونے کی حد ہے، مگر بولنے کی کوئی حد نہیں۔

ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے گھر میں لے آئے ہیں اور ہم معتکف ہو گئے ہیں، اب ہمارے چوبیس (۲۴) گھنٹے عبادت میں شمار ہوتے ہیں اس لئے کہ اعتکاف ایک مستقل عبادت ہے، اب معتکف اعمال میں مشغول رہے تب بھی عبادت میں ہے اور سو رہا ہے تب بھی عبادت میں ہے، اگر کوئی معتکف شبِ قدر کو سوتے ہوئے گزار دے تب بھی اسے شب قدر کی فضیلت حاصل ہو جائے گی، لیکن ظاہر ہے کہ جو جاگ کر اعمال میں مشغول رہے گا اسے زیادہ اجر ملے گا، اعمال کا بھی اور اعتکاف کا بھی، ہاں، عبادت کرتے کرتے کسی کے ساتھ بات چیت میں لگ گیا اور اس کے نتیجے میں کسی کی غیبت کر لی تو یہ شبِ قدر کی فضیلت سے بھی محروم رہے گا اور اعتکاف کی برکت سے بھی، اتنی قربانی کے بعد بھی کتنا بڑا خسارہ ہوگا، جس طرح ہم شبِ قدر کی برکتوں کے خواہشمند ہیں اور اعتکاف کے فوائد کے متمنی ہیں اسی طرح شیطان بھی اس کوشش میں رہتا ہے کہ ہم شب قدر کے فضائل اور اعتکاف کے فوائد سے محروم رہیں، وہ ہمارے اختلاط سے فائدہ اُٹھا کر ہم پر مسلّط ہو جاتا ہے اور

سارا کیا کرایا برباد کر دیتا ہے، اس لئے گپ شپ، بات چیت، اور ملنے جلنے سے بہت احتیاط برتیں، اپنے آپ کو کام میں مشغول رکھیں اور timetable (نظامُ الاوقات) کی پابندی کریں۔

دعا

اللہ جلّ جلالہُ وعمّ نوالہُ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شبِ قدر نصیب فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر اور باطن کی اصلاح فرمائیں، ہمیں صالحین کے ساتھ حقیقی معنی میں تعلّق نصیب فرمائیں، ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں، ان کی رہنمائی میں شریعت مطہّرہ پر چلنے والا بنا دیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سال بھی اور ہماری زندگیوں کے جتنے رمضان باقی ہیں ان تمام میں قبولیت کے ساتھ شب قدر نصیب فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمائیں اور جہنّم سے خلاصی کا پروانہ نصیب فرمائیں، آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانے سے آج تک جتنے رمضان گزرے ہیں ان میں آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے، اولیاء رحمۃ اللہ علیہم نے اور رمضان کی قدر کرنے والوں نے جتنی بھلائی مانگی ہے وہ سب ہمیں عطا فرمائیں، اور جن جن چیزوں سے انہوں نے پناہ مانگی ہے اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں سے ہمیں پناہ عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں کسی کو تکلیف پہنچانے سے بچائیں، اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچائیں اور عبادت کی خوب توفیق عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کے مطابق وقت گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں دائمی قبولیت، دائمی رضا، دائمی اطاعت اور دائمی ولایت

نصیب فرمائیں، حسنِ خاتمہ کا دائمی فیصلہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ جنّتُ الفِردَوس میں انبیاء، صدّیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت عطا فرمائیں، جو کچھ ہم نے مانگا اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عطا فرمائیں، ہمارے مرحومین کو بھی عطا فرمائیں، ہمارے والدین کو، ہمارے اہل و عیال کو، ہمارے مشائخ کو، ہمارے اساتذہ کو، ہمارے شاگردوں کو، ہمارے متعلّقین کو، ہمارے احباب کو، محبین و محسنین کو، ہم سے دعاؤں کے لئے کہنے والوں کو اور دعاؤں کی امید رکھنے والوں کو اور پوری اُمّت کو عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

نعمتوں میں اضافہ کیسے ہو؟

ازدیادِ نِعَمِ الٰہیہ اور حفاظتِ نِعَم کے لئے سب سے عمدہ اور کارآمد طریق اشتغال بالشکر ہے، ارشادِ خداوندی ہے ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ﴾ (اور اگر تم شکر کروگے تو میں ضرور تمہارے لئے نعمتوں میں اضافہ کروں گا)۔

(حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ایمان افروز باتیں، ص:۱۴۶)

ماٰخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل،مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل،مصر
۳	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار التأصيل،مصر
۴	سنن ابن ماجه	الإمام ابن ماجه القزويني	دار التأصيل،مصر
۵	المستدرك للحاكم	الإمام الحاكم	دار التأصيل،مصر
۶	مسند أحمد	الإمام أحمد بن حنبل	مؤسسة الرسالة،بيروت
۷	كنز العمّال	العلّامة علي المتقي الهندي	مؤسسة الرسالة،بيروت
۸	حلية الأولياء	الحافظ أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر،بيورت
۹	تفسير القرطبي	الإمام القرطبي	مؤسسة الرسالة،بيروت
۱۰	تفسير ابن كثير	الإمام ابن كثير	دار ابن الجوزي،الدمام
۱۱	مرقاة المفاتيح	ملّا علي القاري	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۲	خطباتِ محمود	حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی	مکتبہ محمودیہ، میرٹھ
۱۳	ارواحِ ثلاثہ	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند

اپنی پسندیدہ اپنے بھائی کے لئے

تفصیلات

وعظ کا نام	:	اپنی پسندیدہ اپنے بھائی کے لئے
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ مطابق اپریل ۲۰۰۹ء
مقامِ وعظ	:	مسجدِ نور، لوساکا، زامبیا

فہرست

اپنی پسندیدہ اپنے بھائی کے لئے ۲۷۷
دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لئے کرتے ہو ۲۷۷
مؤمن صرف خیر کو پسند کرتا ہے ۲۷۸
حدیث پر اشکال کم فہمی کی وجہ سے ہوتا ہے ۲۷۹
جَوامِعُ الْکَلِم: ایک معجزہ ۲۸۰
۱) دوسروں کے لئے بھلائی کی چاہت ۲۸۱
۲) جو برتاؤ اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو ۲۸۲
۳) وہی مشورہ دو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو ۲۸۳
ہمارا حال ۲۸۴
مشورے میں غلطیاں ۲۸۵
میرے والدِ مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ۲۸۶
مشورے کی عادت ڈالو ۲۸۷
مشورہ کس سے لیا جائے؟ ۲۸۸
مشورہ دینے والے کی ذمّہ داری ۲۸۸
۴) حسد سے بچو ۲۸۹
حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے ۲۹۰
حسد اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے ۲۹۱

حاسد دونوں جہان میں جلتا ہے ۲۹۲
حسد کا علاج ۲۹۳
ہمیں اپنی سوچ بدلنی چاہئے ۲۹۵
تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں ۲۹۶
دوسروں کی تکلیف سے مزہ ۲۹۸
بغض و کینہ دل میں لے کے مل گئے تو عید کیا ۲۹۹
حدیث شریف کے چار مطلب کا خلاصہ ۳۰۱
خیر خواہی کا عجیب واقعہ ۳۰۲
مأخذ و مراجع ۳۰۴

مسلمانوں کے عروج وزوال کا سبب

پوری تاریخِ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ جب کبھی مسلمانوں کو شکست یا زوال کا سامنا کرنا پڑا ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ مسلمان یہ اصول بھول گئے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

(اصلاحی خطبات: ۸/ ۲۰۶)

اپنی پسندیدہ اپنے بھائی کے لئے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِیَاءِ وَعَلٰی آلِہِ الْأَصْفِیَاءِ وَأَصْحَابِہِ الْأَتْقِیَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَایُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ، أَوْ کَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَیَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِنْ لِسَانِيْ یَفْقَھُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّکَ أَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ، اَللّٰھُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا یَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰہَ وَمَلآئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِيِّ، یٰآَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَتْبَاعِہٖ وَأَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ.

دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لئے کرتے ہو

اللہ تعالیٰ شانُہٗ کے محبوب پیغمبر، ہمارے پیارے آقا، جناب محمدٌ رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک ارشادِ پاک کو پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی، یہ ایک بہت مشہور حدیث ہے جس کے مفہوم سے بچّہ بچّہ واقف ہے اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنی شہرۂ آفاق کتاب صحیح البخاری میں جگہ دی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ[1]

---

[1] صحیح البخاري، کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحبّ لأخیه ما یحبّ لنفسه، ح(۱۳)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے اس چیز کو پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

جب تک مؤمن کے دل کی یہ کیفیت نہ ہوجائے کہ جس چیز کو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے اسے دوسروں کے لئے بھی پسند کرے، اس وقت تک وہ کامل مؤمن نہیں بن سکتا، وہ نمازوں کا اہتمام بھی کرتا ہے، زکوٰۃ بھی دیتا ہے، حج بھی کرچکا ہے، رمضانُ المبارک کے روزے بھی رکھتا ہے، خیرات بھی خوب کرتا ہے، تہجّد کا بھی پابند ہے، اشراق، چاشت اور اوّابین بھی پڑھتا ہے، تلاوت کا انہماک بھی خوب ہے، اور ان چیزوں کے علاوہ اور بھی بہت ساری نیکیاں اور اچھی خصلتیں اس کی زندگی میں ہیں، مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان ہے کہ جب تک وہ اپنے اندر مذکورہ صفت کو پیدا نہیں کرتا، اس وقت تک وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں کامل مؤمن نہیں ہے۔

مؤمن صرف خیر کو پسند کرتا ہے

یہاں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اگر ایک شخص اپنے لئے شراب پسند کرتا ہو تو کیا وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی شراب پسند کرے؟ اسی طرح ایک شخص جُوا کھیلنے کو پسند کرتا ہو، تو کیا وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی جُوا کھیلنا پسند کرے؟ اسی طرح چوری، گانا، فلم وغیرہ، کیا کامل مؤمن بننے کے لئے اپنے بھائیوں کے لئے اِن بُری چیزوں کو پسند کرنا ضروری ہے؟

جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں مؤمنوں کی بات ہورہی ہے اور مؤمنوں کا

تعلّق تو صرف خیر کی چیزوں سے ہوتا ہے، اس لئے جہاں کہیں گفتگو ایمان والوں کے بارے میں ہوگی تو کہنے والے اور سننے والے دونوں کے ذہن خیر ہی کی طرف جائیں گے، اب حدیث شریف کا مفہوم یہ ہوا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے خیر اور بھلائی کی وہ چیزیں پسند نہ کرے جنہیں وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے، نسائی شریف کی روایت میں یہ قید موجود ہے:

وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ مِنَ الخَيْرِ[1]

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے، تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے اس خیر کو پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

حدیث پر اشکال کم فہمی کی وجہ سے ہوتا ہے

اب ایک اور سوال پیدا ہوگا، جب حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے اس بھلائی اور خیر کو پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے، تو کیا ایک شخص جو کسی جگہ کا بادشاہ ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لئے یہ خواہش کرے کہ وہ بھی میری بادشاہت میں شریک ہوجائے؟ اسی طرح ایک شخص بہت مالدار ہے اور اچھی گاڑی اور بہترین گھر کا مالک ہے، تو کیا وہ دوسروں کو بھی یہ چیزیں خرید کر دے؟ اور

---

[1] سنن النسائي، كتاب الإيمان وشرائطه، باب علامة الإيمان، ح(٥٠٦١)

اگر خرید نے کی استطاعت نہیں ہے تو کیا ایک دن وہ استعمال کرے اور دوسرے دن کسی اور کو استعمال کرنے کے لئے دے؟ حدیث شریف کا یہ مطلب کوئی بیان کر سکتا ہے کہ اگر وہ اپنے لئے عمدہ گاڑی پسند کرتا ہے تو اسے دوسروں کے لئے بھی پسند کرنا چاہئے، اگر اس کے پاس پیسہ ہے تو سب کو خرید کر دینا چاہئے، اور اگر ایسا نہیں کرتا تو اس حدیث شریف کی رو سے وہ کامل مؤمن نہیں ہے، اگر حدیث کا یہ مفہوم لیا جائے تو کسی کے لئے بھی کامل مؤمن بننا ممکن نہیں ہے۔

میرے عزیزو! حدیث شریف کا یہ مفہوم نہیں ہے، یہ سوال اس وجہ سے پیدا ہو رہا ہے کہ حدیث شریف کے صحیح مفہوم کی تعیین میں غلطی ہو رہی ہے، حدیثِ پاک کے صحیح مطلب کو سمجھنے سے پہلے ایک اور بات سمجھ لیجئے۔

جَوامِعُ الْکَلِم: ایک معجزہ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایک معجزہ عطا فرمایا ہے جسے جَوامِعُ الکَلِم کہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

أُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ[1]

مجھے جَوامِعُ الْکَلِم دئے گئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان میں ایسا کمال رکھا تھا کہ اس سے نکلنے والی بات مختصر ہوتی تھی، لیکن اس کی گہرائی سے سینکڑوں موتی نکلتے تھے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصیت تھی، بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک ہی جملہ ارشاد فرماتے تھے، مگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس سے کئی باتیں سمجھ لیتے تھے،

---

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، ح(۵۱۳)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چھوٹے چھوٹے جملوں سے علماءِ اُمّت نے بھی سینکڑوں مسائل کا استنباط فرمایا ہے، اردو میں کہتے ہیں کہ "دریا کو کوزے میں بند کردیا" یعنی کوزے میں بظاہر تھوڑا سا پانی ہے، لیکن اگر اسے اُنڈیل دیں گے تو ایک دریا بہہ پڑے گا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعض فرمودات بظاہر ایک ہی جملے پر مشتمل ہیں، لیکن ان میں علوم کا دریا ہوتا ہے، اس حدیث شریف میں بھی غور وفکر کے بعد کئی مطلب سامنے آتے ہیں۔

۱) دوسروں کے لئے بھلائی کی چاہت

ایک مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے لئے جو اچھی چیزیں پسند کرتا ہے، اسے چاہئے کہ دوسروں کے لئے بھی یہ خواہش رکھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی وہ نعمتیں عطا فرمائیں۔[1] مثال کے طور پر حق تعالیٰ شانُہ نے کسی کو تجارت میں برکت دی، عمدہ گاڑی نصیب کی، گھر دیا اور اچھی صحت کے ساتھ نیک فرماں بردار بیوی اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی اولاد عطا کی، اب اس کو چاہئے کہ دل میں یہ تمنّا کرے کہ کاش میرے دوسرے بھائیوں کو بھی یہ ساری نعمتیں ملتیں، ان کے لئے بھی وہ تمام اسباب مہیا ہوتے جو میرے لئے ہوئے، دل کی یہ کیفیت نہ ہو کہ جو مجھے ملا ہے وہ کسی اور کو نہ ملے، میں سب سے بڑا سیٹھ ہوگیا ہوں، اب کوئی دوسرا ایسا نہ بنے، نہیں، بلکہ کیفیت یہ ہو کہ میرے پاس جو ہے وہ رہے اور میرے بھائی کو بھی ملے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھئے! کسی جگہ چار آدمی بھوکے ہوں اور انہیں کھلانے کے

---

[1] فتح الباري: ۱/ ۱۲۵

لئے صرف ایک روٹی ہے اور چاروں میں سے کسی ایک ہی کی جان بچ سکتی ہے، اگر یہ روٹی سب کے درمیان تقسیم ہوئی تو سب بھوک سے مر جائیں گے، اس صورت میں ظاہر ہے کہ آپ ان میں سے ایک ہی کو بچا سکیں گے، لیکن آپ کے دل کی کیفیت یہ ہوگی کہ کاش میرے پاس اور تین روٹیاں ہوتیں تاکہ ان چاروں کو بچا سکتا، بس، حدیثِ پاک کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو نعمتیں دی ہیں، ان کے بارے میں دل میں یہ جذبہ ہو کہ یہ میرے دوسرے بھائیوں کو بھی ملیں، ظاہر ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ ہم پوری دنیا کو نہیں دے سکتے، مگر یہ چاہت اور تمنّا تو کی جاسکتی ہے کہ جو اچھی چیزیں میرے پاس ہیں، کاش وہ تمام مسلمان بھائیوں کے پاس ہوتیں، حدیث شریف کا ایک مطلب یہ ہے۔

۲) جو برتاؤ اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے کرو

حدیث شریف کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہ برتاؤ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔[۱] اگر آپ گفتگو کے وقت اپنے لئے یہ چاہتے ہیں کہ لوگ مجھ سے نرمی سے بات کریں اور غصّہ نہ کریں، تو کامل مؤمن ہونے کے لئے آپ کو یہی برتاؤ اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرنا چاہئے، ایک اور مثال دیکھئے، آپ کے پاس ایک شخص قرض لینے آیا، اب دیکھئے کہ آپ اپنے لئے کیا چاہت رکھتے ہیں، یقیناً یہی کہ جب میں کسی کے پاس قرض لینے جاؤں تو وہ انکار نہ کرے،

---

[۱] فضل الباری: ۱/۳۳۴

اب آپ اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ قرض مانگنے والے کے ساتھ وہی معاملہ نہ کریں جو آپ اپنے لئے چاہتے ہیں۔

اسی طرح آپ سے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو آپ چاہیں گے کہ آپ کو تنہائی میں محبت اور شفقت کے ساتھ اس کی طرف متوجّہ کیا جائے، اب اگر کسی اور سے غلطی ہو جائے تو آپ کا بھی یہی برتاؤ ہونا چاہئے، آپ چاہتے ہیں کہ جب آپ کسی جگہ جائیں تو لوگ آپ کا اکرام کریں، تو آپ اس وقت تک کامل مؤمن نہیں بن سکتے جب تک لوگوں کے ساتھ آپ بھی وہی معاملہ نہ کریں، آپ جب کسی کے گھر پر جاتے ہیں تو آپ کے دل میں یہ چاہت ہوتی ہے کہ وہ آپ کے ساتھ احترام کے ساتھ پیش آئے، تو آپ کو بھی اپنے پاس آنے والوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرنا چاہئے۔

۳) وہی مشورہ دو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو

حدیث شریف کا تیسرا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی مشورہ پسند نہ کرے جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔[۱] اس حدیث شریف میں آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہمیں اس بات کی طرف متوجّہ کیا ہے کہ جب ہمارے پاس کوئی مشورہ لینے کے لئے آئے تو ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو اپنے لئے کیا چاہتا؟ میں یہی چاہتا کہ مجھے پوری خیر خواہی کے ساتھ صحیح مشورہ دیا جائے، بس اسی طرح جب کوئی آپ سے مشورہ لینے کے لئے آئے تو آپ اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپ اس کو صحیح

---

[۱] فضل الباری: ۱/ ۳۳۵

مشورہ نہ دیں، مثال کے طور پر ایک شخص پوچھنے کے لئے آیا کہ فُلاں جگہ پر ایک پلاٹ (plot) اتنی رقم میں بِک رہا ہے، مجھے اس لائن کا کوئی خاص تجربہ نہیں ہے، آپ کئی پلاٹ خرید چکے ہیں لہٰذا آپ کو اچھا تجربہ ہے، آپ مشورہ دیجئے کہ میں کیا کروں؟ کامل مؤمن بننے کے لئے ضروری ہے کہ آپ اس مشورہ طلب کرنے والے کے لئے وہی پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں، اُس وقت یہ سوچیں کہ اگر یہ موقع مجھے ملتا تو میں کیا کرتا؟ اگر جواب یہ ہے کہ ''میں ضرور خرید لیتا'' تو پھر اپنے مؤمن بھائی کو یہی مشورہ دینا چاہئے کہ بھائی! جلدی خرید لو، وقت ضائع مت کرو، اگر تمہارے ہاتھ سے یہ چلا گیا تو تمہارا بڑا نقصان ہوگا۔

ہمارا حال

افسوس کہ ہمارا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے، دل میں اگر یہ خیال آتا ہے کہ جو شخص اس پلاٹ کو خریدے گا وہ نقصان اُٹھائے گا تو ہم ایسے موقع پر مشورہ دیتے ہیں کہ خرید لو، اور اگر دل میں یہ خیال آتا ہے کہ بہت اچھا اور نفع بخش سودا ہے تو منع کرتے ہیں اور پھر تانے بانے جوڑنا شروع کر دیتے ہیں کہ اب میں اس پلاٹ کو کس طرح حاصل کروں کہ پلاٹ بھی میرا ہو جائے اور اس کو پتا بھی نہ چلے، کتنے افسوس کی بات ہے!

اسی طرح اگر آپ کے پاس کوئی آئے اور اپنے لڑکے کے رشتے کے لئے مشورہ طلب کرے کہ ہمارا فلاں کی بچّی کے ساتھ ارادہ ہے، تو اس وقت سوچو کہ اگر میرا بیٹا شادی کے قابل ہوتا اور کوئی مجھے یہ رشتہ بتاتا تو میں کیا کرتا؟ میں اس لڑکی کو اپنے

لڑکے کے لئے پسند کرتا؟ اگر جواب یہ ہے کہ جی ہاں، تو پھر مشورہ دو کہ اچھا رشتہ ہے، اور اگر جواب یہ ہے کہ نہیں، میں اس لڑکی کو اپنے لڑکے کے لئے پسند نہ کرتا تو منع کر دو کہ بھائی! ہماری رائے نہیں ہے۔ مگر ہمارا معاملہ بالکل اُلٹا ہے، اگر کوئی مناسب رشتے کے بارے میں پوچھتا ہے تو منع کرتے ہیں تاکہ وہاں اپنے یا اپنے متعلّقین کے بچّوں میں سے کسی کو بیاہ دیں، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صرف اس وجہ سے غلط مشورہ دیا جاتا ہے کہ اپنے بھائی کی خوشی نہیں دیکھی جاتی، اور اگر رشتہ نامناسب ہوتا ہے تو شادی کا مشورہ دیتے ہیں اور اپنا صحیح خیال ظاہر نہیں کرتے، وہ بیچارہ ہمارے مشورے کی وجہ سے رشتہ طے کرتا ہے اور ہم اپنی محفلوں میں کہتے پھرتے ہیں کہ وہ بیچارہ پھنس گیا، اپنے بیٹے کا رشتہ غلط جگہ طے کر دیا۔ میرے بھائی! وہ پھنسا نہیں ہے، ہم نے غلط مشورہ دے کر اسے پھنسایا ہے۔

مشورے میں غلطیاں

آج کل مشورہ لینے اور دینے کے بارے میں بہت غلطیاں ہوتی ہیں، ایک بڑی کوتاہی یہ ہے کہ آج کل لوگ دوسروں سے مشورہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، ہر شخص اپنے کو بڑا سمجھتا ہے، لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ کسی سے مشورہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مجھ سے بڑا ہے اور میں چھوٹا ہوں، اور چھوٹا بننے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا، حالانکہ چھوٹا بننے میں آرام ہے اور بڑا بننے میں تکلیف ہے، ایک اور بات بھی یاد رہے کہ جو شخص اپنی نظر میں چھوٹا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی نظر میں بڑا ہوتا ہے، اور جو اپنی نظر میں بڑا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی نظر میں چھوٹا ہوتا ہے، چاہے وہ اپنے آپ کو کتنا ہی بڑا سمجھتا رہے۔

عرض یہ کررہا تھا کہ مشورہ لینے کے لئے کوئی تیار نہیں، ہم "إِعْجَابُ كُلِّ ذِيْ رَأْيٍ بِرَأْيِهٖ" کے دور سے گزر رہے ہیں، ہر شخص کو اپنی رائے ہی بھلی معلوم ہوتی ہے، حالانکہ مشورے میں بڑی برکت ہے۔

میرے والدِ مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے تھے کہ بھائی! ہماری عمر بیس پچیس سال ہے اور ایک شخص زندگی کے ساٹھ (۶۰) سال گذار چکا ہے، تو اس کے ساٹھ (۶۰) سال کے تجربے سے مفت میں فائدہ اُٹھانے میں حرج کیا ہے؟ وہ ہم سے فیس (fees) نہیں لے گا اور مشورے کے بعد ضروری بھی نہیں کہ ہم اس پر عمل کریں، دل کو لگے تو کرو ورنہ رہنے دو۔

مشورے کا مطلب یہی ہے کہ دوسروں کی رائے معلوم کر کے غور کرنا کہ میرے ذہن میں یہ بات تھی اور فلاں نے یہ بات کہی اور فلاں نے یہ، اب میرے سامنے کئی باتیں جمع ہوگئی ہیں، ان میں سے کس بات پر عمل کرنے سے مجھے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوگی؟

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی مشورہ کا حکم دیا:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ (اٰل عمران: ۱۵۹)

اور آپ صحابہ رضی اللہ عنہم سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، حق

تعالیٰ شانُہٗ ہر مرحلے پر وحی نازل کر سکتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دنیا سے چلے جانے کے بعد وحی کا سلسلہ ختم ہو جائے گا، اس لئے اُمّت کو کامیابی حاصل کرنے کا یہ طریقہ بتلایا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۂ شُوریٰ میں مؤمنین کی چند خصوصی صفات بیان فرمائیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ (الشوریٰ: ۳۸)

اور ان کا ہر کام آپس میں مشورے سے ہوتا ہے۔

مشورے کی عادت ڈالو

تو سب سے پہلی غلطی ہماری یہ ہوتی ہے کہ ہم مشورہ نہیں کرتے، ہم اس کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں کہ اگر کسی سے مشورہ کریں گے تو ہم چھوٹے بن جائیں گے، حالانکہ مشورے کی برکت سے انسان کامیابی حاصل کرتا ہے اور ندامت سے بچتا ہے، اس لئے کہ مشورے کے نتیجے میں بہت سی چیزیں کھل کر سامنے آتی ہیں جن کی وجہ سے حفاظت ہو جاتی ہے، اور اگر مشورے کے بغیر کام کر لیا اور گڑبڑ ہوگئی تو شاید کوئی کہے کہ بھائی! اگر آپ کام کرنے سے پہلے مشورہ کر لیتے تو یہ نوبت نہ آتی۔ اب ندامت ہوگی کہ مشورہ کر لیتا تو اچھا ہوتا، اور دوست احباب سے مشورے کرنے کے باوجود اگر کوئی گڑبڑ ہوگی تب بھی دل کو تسلّی ہوگی کہ میں نے اپنے بس میں جو تھا وہ سب کیا تھا، معلوم یہ ہو رہا ہے کہ مقدّر میں یہی تھا، اب نہ کھٹک رہے گی نہ ندامت، تو سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مشورے کی عادت ڈالئے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے خیر نصیب ہوگی اور ندامت سے حفاظت رہے گی، اور مشورے کی یہ عادت زندگی کے تمام امور میں ہونی چاہئے۔

مشورہ کس سے لیا جائے؟

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ مشورہ جس سے لیا جائے وہ صاحبِ رائے ہو، مخلص ہو، شریف ہو، تقوے والا ہو، انصاف پسند ہو، آپ کا خیرخواہ اور آپ سے محبت کرنے والا ہو، اگر اس میں یہ صفات ہوں گی تو وہ صحیح مشورہ دے گا۔

مشورہ دینے والے کی ذمّہ داری

مشورہ دینے والے کو بھی چاہئے کہ مشورہ دینے سے پہلے غور کرے کہ اگر اس کی جگہ میں ہوتا تو کیا کرتا؟ اور پھر دل میں جو بات آئے اسی کے مطابق مشورہ دے، میرے عزیزو! ہمارے زمانے میں ایک بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ مشورہ دینے والا جب صدقِ دل سے، امانت داری کے ساتھ مشورہ دیتا ہے، تو جن کے بارے میں مشورہ ہوا تھا ان کو مشورہ لینے والا اطّلاع کر دیتا ہے کہ ہمارا تو آپ کے ساتھ معاملہ کرنے کا پکّا ارادہ تھا، مگر فلاں صاحب سے مشورہ کیا تو انہوں نے منع کیا، اب خواہ مخواہ لڑائی میں پڑ گئے، اسی وجہ سے لوگ مشورے دیتے ہوئے گول گول بات کرتے ہیں اس ڈر سے کہ اگر ہم خیرخواہی سے کوئی صاف بات کہیں گے تو وہ وہاں پہنچ جائے گی۔

میرے بھائیو! یقیناً یہ مسئلہ سنگین ہے، مگر صاف رائے نہ دینا بہت غلط طریقہ ہے، اگر آپ مشورہ دینا نہیں چاہتے ہیں تو صاف کہہ دینا چاہئے کہ اس سلسلے میں کسی اور سے مشورہ کر لیجئے، میں اس معاملے میں مشورہ دینے کی پوزیشن (position) میں نہیں ہوں۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ[1]

جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت والا ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس سے مشورہ لیا جاتا ہے، اس کے دل میں غور وفکر کے بعد جو بات آتی ہے وہ امانت ہے، اور یہ امانت مشورہ لینے والے کی ہے جس کو ادا کرنا ضروری ہے، اگر آپ میں اس امانت کو ادا کرنے کی ہمّت نہیں ہے تو پھر صاف کہہ دیجئے کہ میں اس معاملے میں مشورہ نہیں دے سکتا۔

۴) حسد سے بچو

حدیث شریف کا چوتھا مطلب یہ ہے کہ اپنے مؤمن بھائی سے حسد نہ کرو۔[2] پہلے ایک مطلب یہ بتلایا کہ اگر آپ کے پاس کوئی ایسی نعمت ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ہے، تو آپ کے دل میں یہ چاہت ہونی چاہئے کہ ان کو بھی ویسی نعمت مل جائے، اب ایک اور مطلب بیان ہو رہا ہے کہ اگر کسی کے پاس کوئی نعمت ہے جو آپ کے پاس نہیں، تو سوچو کہ کیا آپ یہ پسند نہیں کرتے کہ وہ نعمت آپ کے پاس ہوتی؟ جب تم اپنے لئے اس نعمت کو پسند کرتے ہو اور کسی مصلحت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں نہیں دی، تو اس نعمت کو اپنے بھائی کے حق میں پسند کرو کہ الحمدللہ، بہت اچھا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی کو اس نعمت سے نوازا ہے، اس کے پاس اس نعمت کو دیکھ کر حسد مت کرو۔

---

[1] سنن الترمذي، أبواب الأدب، باب أنّ المستشار مؤتمن، ح(۳۰۳۹)

[2] امداد الباری: ۴/۳۶۴

حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے

حسد کسے کہتے ہیں؟ اپنے کسی بھائی کی کوئی نعمت، ترقّی یا کامیابی دیکھ کر دل میں اس خیال کا پیدا ہونا کہ یہ نعمت، یہ ترقّی اور یہ کامیابی اسے کیوں حاصل ہوئی؟ کاش کہ یہ شخص اس نعمت سے محروم ہو جائے۔ کسی کی اولاد بہت فرماں بردار ہے، دیکھ کر یہ خیال آئے کہ کاش کہ یہ بچّے نافرمان ہو جائیں، میرے پاس سائیکل تک نہیں اور اس کے پاس اتنی اچھی گاڑی ہے، کاش کہ وہ اس سے محروم ہو جائے۔ یہ ہے حسد، اور اس کے بارے میں حدیث شریف میں بڑی مذمّت وارد ہوئی ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں:

إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ

تم حسد سے بچو!

اس قسم کا جملہ بڑے خطرے کے موقع پر بولا جاتا ہے، مثال کے طور پر "إِيَّاكُمْ وَالْأَسَدَ"، شیر سے دور رہو، اس لئے کہ وہ تمہیں چیر پھاڑ کر کھا جائے گا، اسی طرح حسد سے دور رہو اس لئے کہ حسد تمہیں عافیت کے ساتھ جینے نہیں دے گا، یہ تمہاری دنیا کی زندگی بھی برباد کر دے گا اور آخرت کی زندگی بھی، حسد تمہارے دنیوی چین وسکون کو بھی چھین لے گا اور آخرت کے آرام کو بھی، اس لئے حسد سے دور رہو۔

إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ [1]

---

[1] سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الحسد، ح(٤٨٦٧)

حسد سے بچو! اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

خشک لکڑیوں میں آگ لگا دی جائے تو تھوڑی ہی دیر میں جل کر راکھ ہو جائیں، اسی طرح جو شخص حسد کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ بڑے بڑے سنگین گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اور جن دو چار نیکیوں کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے یہاں نجات کی امید ہوتی ہے وہ نیکیاں بھی برباد ہو جاتی ہیں۔

حسد اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے

حسد بڑی خطرناک بیماری ہے، حسد کرنے والا اس شخص سے نہیں لڑتا جس کے پاس نعمت ہوتی ہے، بلکہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے لڑتا ہے، اگر آپ کو اس مسجد کے امام صاحب کے نماز پڑھانے پر اعتراض ہے تو در حقیقت یہ اعتراض مسجد کی کمیٹی پر ہے کہ کمیٹی نے منبر اور مصلّٰی ایک نااہل کے حوالے کر دیا، کمیٹی کو چاہیئے تھا کہ ایسے آدمی کو مصلّے پر نہ کھڑا کرتی اور منبر پر نہ بیٹھنے دیتی، اب دیکھئے کہ ظاہر میں اعتراض امام صاحب پر ہے، لیکن حقیقت میں یہ اعتراض کمیٹی پر ہے، اسی طرح جب کوئی اعتراض کرتا ہے کہ یہ نعمت فلاں کو کیوں ملی؟ تو حقیقت میں وہ حق تعالیٰ شانہٗ پر اعتراض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت اسے کیوں دی؟ مجھے کیوں نہیں دی؟ یہ در حقیقت اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر اعتراض ہے۔

میرے بھائیو! دونوں حالتیں بہت بُری ہیں؛ نہ حسد کرنا اچھا ہے، نہ ہی یہ بات اچھی ہے کہ کوئی ہم سے حسد کرے، جس سے حسد کیا جاتا ہے وہ تو ان شاء اللہ آخرت میں بہت کچھ پائے گا، لیکن بسا اوقات حسد کی وجہ سے دنیوی زندگی بہت تلخ

ہوجاتی ہے اور بہت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے، حاسد پتانہیں کیا کیا کرے گا؟ غیبت کرے گا، تہمت لگائے گا، اگر ضرورت پڑی تو اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے گرفتار کروادے گا، اور اگر اس سے بھی تسلّی نہ ہوئی تو جادو تک کروائے گا، اور تو اور، وہ تو بیوی بچّوں کی، اعزّہ واقارب کی، تمام متعلّقین کی زندگی کو برباد کرنے کی کوشش کرے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں حسد کرنے سے بھی بچائیں اور اس بات سے بھی ہماری حفاظت فرمائیں کہ کوئی ہم سے حسد کریں۔ (آمین)

حاسد دونوں جہان میں جلتا ہے

حسد حاسد کو جلاتا ہی رہتا ہے، حسد کرنے والا دونوں جہان میں جلتا ہے، دنیا میں اُسے حسد کی آگ جلاتی ہے اور آخرت میں جہنّم کی آگ جلائے گی، حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڑھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حسد کی آگ میں کیوں جل رہے ہو
کفِ افسوس کیوں مل رہے ہو
خدا کے فیصلوں سے کیوں ہو ناراض
جہنّم کی طرف کیوں چل رہے ہو

جب حق تعالیٰ شانُہٗ کسی کو کوئی نعمت دیتا ہے تو خوش ہونا چاہیئے، اور اگر دل میں کوئی منفی (negative) بات محسوس ہو تو اسے روگ سمجھ کر اس کے علاج کی فکر کرنی چاہیئے، سجدے میں گر کر اللہ تعالیٰ سے التجا بھی کرنی چاہیئے کہ اے اللہ! آپ نے اپنے ایک بندے کو اپنے خزانے سے نعمت عطا فرمائی ہے، میرا دل بہت گندا

ہے، میں اتنا گرا ہوا ہوں کہ میرے دل میں آپ کی تقدیر اور تقسیم پر اعتراض پیدا ہو رہا ہے، اے میرے رب! مجھے بچا لیجئے! آپ دلوں کے مالک ہیں، مجھے اس گندے مرض سے نجات عطا کیجئے!

میرے بھائیو! ایک بات یاد رکھو! حسد سے کسی کی نعمت چھینی نہیں جا سکتی، بلکہ حاسد جتنا حسد کرتا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ محسود کو اتنی ہی ترقّی دیتے ہیں، جب حاسد حسد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا غضب جوش میں آتا ہے کہ یہ میری حقیر مخلوق ہو کر میرے فیصلے پر اعتراض کر رہی ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ یہ سزا دیتے ہیں کہ وہ جس سے حسد کر رہا ہوتا ہے اس کی نعمت میں برابر اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔

حسد کا علاج

میرے بھائیو! شروع شروع میں معاملہ بہت آسان ہوتا ہے، صرف خیال گزرتا ہے کہ اس کے پاس یہ عمدہ گاڑی کیوں ہے؟ اگر یہ گاڑی اس کے پاس نہ ہوتی تو اچھا ہوتا۔ یہ بیج جو ابھی خیال کے درجے میں ہے اگر فوراً رجوع الی اللہ اور استغفار سے کام لیں گے تو وہ نیست و نابود ہو جائے گا، یہ سوچئے کہ مجھے یہ خیال کیوں آ رہا ہے؟ انہوں نے میرا کیا بگاڑا ہے؟ ہمیشہ محبت سے ملتے ہیں، سلام کرتے ہیں، نہ ان کے ساتھ کبھی کوئی معاملہ ہوا نہ کوئی جھگڑا، اگر جھگڑا ہوتا تب بھی ایسا بُرا خیال نہیں آنا چاہئے تھا، مگر یہاں تو جھگڑا ابھی نہیں ہے۔ یہ سوچ کر دو رکعات پڑھ کر توبہ استغفار کر کے کچھ دنوں تک دعا کرتے رہیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ مرض سے نجات مل جائے گی، مگر ہم ایسا کرتے نہیں، یہ حسد کا بیج جو خیال کے درجے میں ہے اس کی ہم آبیاری کرتے رہتے

ہیں یہاں تک کہ وہ حسد اور نفرت کا ایک تناور درخت ہوجاتا ہے۔

میرے عزیزو! حسد سے نجات کے لئے دعا کا اہتمام کرو، اس شخص کے لئے بھی بھلی بھلی دعائیں کرو جس سے حسد ہے، کچھ دن مشکل لگے گا، لیکن یہ عمل بہت مؤثّر اور مفید ہے، اگر کسی سے اس کی فرماں بردار اولاد کی وجہ سے حسد ہے تو دعا کرو کہ اے اللہ! میرے اس بھائی کی اولاد کو اور فرماں بردار بنا، انہیں میرے بھائی کے حق میں ہمیشہ کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔ اس طرح دعا کرتے کرتے ان شاء اللہ تعالیٰ حسد کی بیماری ختم ہوجائے گی۔

تو اوّل وہلے میں جب حسد کے خیالات آئیں تو دعا کرنی چاہئے، اپنے لئے حسد سے نجات کی اور جس سے حسد ہے اس کی نعمت میں ترقّی کی، اس کی برکت سے یہ گندا خیال ان شاء اللہ تعالیٰ رخصت ہوجائے گا اور اس شخص کے لئے دل میں محبت اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوگا، حدیث شریف میں اپنے بھائی کے لئے غائبانہ دعا کرنے کی ترغیب اور فضیلت آئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے:

إِنَّ أَسْرَعَ الدُّعَاءِ إِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ[1]

سب سے جلدی قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کی عدمِ موجودگی میں کرتا ہے۔

یہ دعا اس لئے بہت جلدی قبول ہوتی ہے کہ وہ ریا اور دکھاوے سے پاک ہوتی ہے اور خالص اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے کی جاتی ہے، ایک اور حدیث شریف میں ہے:

---

[1] سنن أبي داود، باب تفريع أبواب الوتر، باب الدعاء بظهر الغيب، ح(۱۵۳۰)

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ لِأَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ إِلَّا قَالَ الْمَلَكُ وَلَكَ بِمِثْلٍ، وَلَكَ بِمِثْلٍ[1]

جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کے لئے غائبانہ دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ اللہ تجھے بھی ایسی ہی چیز عطا کرے، اللہ تجھے بھی ایسی ہی چیز عطا کرے۔

دیکھو! جب آپ اپنے مسلمان بھائی کے لئے دعا کریں گے تو دو فائدے ہوں گے: آپ کا دل حسد سے پاک ہوگا، اور جس نعمت کی وجہ سے آپ کو حسد ہو رہا تھا وہ نعمت آپ کو بھی ملے گی، مزید یہ کہ آپ کی غائبانہ دعا اس کے حق میں مقبول ہے اس لئے اس کی ترقّی ہوگی، اور اب چونکہ حسد نہیں رہا تو آپ کو خوشی ہوگی، اور اس بات سے مزید خوشی ہوگی کہ اس ترقّی میں میرا حصّہ ہے اس لئے کہ میں نے بھی اس کے لئے دعا کی ہے۔

ہمیں اپنی سوچ بدلنی چاہئے

میرے بھائیو! اپنی سوچ بدلنے کی ضرورت ہے، اپنے بھائی کو نعمت میں دیکھ کر جلنا نہیں چاہئے، اگر کوئی تجارت میں کامیاب ہے اور ہم ناکام رہے تو یہ سوچیں کہ میں ناکام رہا مگر میرا بھائی تو کامیاب ہوا، الحمد للہ، اس طرح اپنا حوصلہ بڑا رکھنا چاہئے، یہ کوئی پرایا نہیں ہے، ہمارا بھائی ہے، لٰہذا اس کی کامیابی ہماری ہی کامیابی ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک

---

[1] صحيح ابن حبّان، كتاب الأدعية، ح(۹۸۵)

اس قومِ مسلم کا فائدہ بھی ایک اور نقصان بھی ایک، ہم میں سے کسی ایک کو کسی طرح کا بھی فائدہ پہنچے تو سمجھ لینا چاہئے کہ پوری قوم کو فائدہ پہنچا، اور اگر قوم میں سے کسی ایک کا بھی نقصان ہو جائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ سب کا نقصان ہوا۔

اگر لُوسا کا (Lusaka) میں پندرہ بیس آدمی بہت مالدار ہیں تو زکوٰۃ کتنی نکلے گی؟ اور وہ زکوٰۃ کس کو دی جائے گی؟ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو، کتنے بھوکوں کے پیٹ بھریں گے؟ کتنے یتیموں کی پرورش ہوگی؟ کتنی بیواؤں کی کفالت ہوگی؟ ان کی زکوٰۃ سے کتنے مدرسے چلیں گے؟ ان کی لِلّٰہ رقم سے کتنی مساجد، کتنے مدارس اور کتنے اداروں کا تعاون ہوگا؟ پتا نہیں ان کی دولت کہاں کہاں تک پہنچے گی؟ تو ایک مسلمان کا نفع ہم سب کا نفع ہے اور نقصان ہم سب کا نقصان ہے۔

تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں

اگر افریقہ کے کسی دیہات میں رہنے والے ایک غریب مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے، تو اس تکلیف کا اثر برطانیہ کے عالی شان بنگلے میں رہنے والے مسلمان کو بھی محسوس ہونا چاہئے۔

مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى[۱]

مسلمان باہمی الفت ومودّت، رحمت وشفقت میں جسم کے اعضاء کے مانند ہیں، جب کسی ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کی وجہ

---

[۱] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم وتعاضدهم، ح(۲۶۶۹/۲)

سے سارا جسم بیداری اور بخار کی کیفیت میں مبتلا رہتا ہے۔

اَلْمُسْلِمُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ إِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهٗ اشْتَكٰى كُلُّهٗ وَإِنِ اشْتَكٰى رَأْسُهٗ اشْتَكٰى كُلُّهٗ[1]

تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں، اگر آنکھ یا سر کو تکلیف ہو جائے تو پورا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔

تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں، اگر آنکھ کو تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم بے چین رہتا ہے؛ کان یہ نہیں کہتا کہ یہ تمہارا مسئلہ ہے، میں تھک گیا ہوں اس لئے سونا چاہتا ہوں۔ ہاتھ یہ نہیں کہتا کہ یہ تمہارا problem (مسئلہ) ہے، میں تھک گیا ہوں، آرام کرنا چاہتا ہوں۔ نہیں، آنکھ کو تکلیف ہے تو دماغ فوراً حرکت میں آتا ہے اور سوچنے کا کام کرتا ہے کہ ڈاکٹر کو بلانا چاہئے، قدم حرکت میں آئیں گے اور فون تک چلیں گے، ہاتھ حرکت میں آئے گا اور فون اُٹھائے گا، انگلی حرکت میں آئے گی اور نمبر ملائے گی، کان ڈاکٹر کی بات سنے گا، زبان ڈاکٹر سے بات کرے گی، جسم کے تمام اعضاء اپنے ایک ساتھی کی تکلیف کی وجہ سے پریشان ہو کر تعاون کے لئے حرکت میں آجاتے ہیں، ایمان والے بھی آپس میں اسی طرح الفت، محبت اور شفقت کے ساتھ ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں۔

دوسروں کی تکلیف سے مزہ

مگر ہمارا حال کیا ہے؟ اگر کسی مسلمان کو تکلیف میں دیکھتے ہیں تو spectators (تماشائی) بن کر لطف اُٹھاتے ہیں، میرے بھائیو! یہ ہماری

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم، ح(۲۶۶۹/۳)

زندگی کی تلخ حقیقت ہے جسے قبول کرنا چاہئے ورنہ اس بیماری کا علاج نہیں ہو سکے گا، اگر کسی کی لڑکی اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے تو یہ واقعہ اس کے پورے خاندان کے لئے، بلکہ پورے معاشرے کے لئے ایک انتہائی دُکھ کی بات ہے، کسی بھی مجلس میں اس کا تذکرہ نہیں ہونا چاہئے، بہت بہت تو ہمدردی کی شکل میں تذکرہ ہو کہ ہمیں پتا چلا کہ آپ کی بیٹی چلی گئی ہے، ہمیں بہت دُکھ ہوا ہے، وہ ہماری بھی بیٹی ہے، ہم آپ کا جس طرح بھی تعاون کر سکیں ضرور اطّلاع کیجئے اور جہاں تک دعا کا تعلّق ہے تو ہم کر ہی رہے ہیں۔ بس، اس سے آگے اس بات کا تذکرہ کسی کے سامنے نہیں ہونا چاہئے، نہ اپنے دوستوں کے سامنے نہ گھر والوں کے سامنے، کیوں؟ اس لئے کہ یہ بُری بات ہے اور ایسی باتیں معاشرے میں پھیلانا شریف لوگوں کا کام نہیں، ایک خاندان کی عزّت پر دھبّہ آئے اور ہم مؤمن ہو کر اسے پھیلائیں؟ بڑے افسوس کی بات ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ہمیں دوسروں کی تکلیف سے لذّت محسوس ہوتی ہے، بھائی! اگر کسی کی بچّی گھر سے چلی جائے تو اپنے آپ کو سمجھاؤ کہ وہ ہماری بھی بیٹی ہے، اگر کسی کی گاڑی چوری ہو جائے تو سوچو کہ وہ ہماری گاڑی ہے، اگر چور کسی کے گھر میں گُھس کر مال لے جائے تو اپنے دل کو یہ بات سمجھاؤ کہ وہ ہمارا مال تھا، جتنی تکلیف اس شخص کو ہو رہی ہے اتنی ہی ہمیں ہونی چاہئے، اور اگر اتنی نہ ہو تو کم از کم ۲۵ فیصد، ۱۰ فیصد، ۵ فیصد، کچھ تو ہونی چاہئے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک

حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

افسوس صد افسوس! ہمارا سب کچھ ایک لیکن ہم ایک نہیں! اس قسم کی بیماریوں کے علاج کی فکر ہونی چاہئے۔

بغض وکینہ دل میں لے کے مل گئے تو عید کیا

اگر حسد کا سرسری خیال دل میں آجائے تو اس کو دور کرنے کی فکر کرو، دعا کرو اپنے لئے بھی اور اس شخص کے لئے بھی جس سے حسد ہے، اگر یہ فکر نہیں کی اور معاملہ حسد تک پہنچ گیا تو مطلب یہ ہے کہ تزکیہ نہیں ہوا ہے، ابھی اصلاح باقی ہے، ایمان اور یقین کمزور ہے، ابھی تعلّق دنیا سے ہے نہ کہ آخرت سے، ایسے شخص کو اپنے دین کی بہت زیادہ فکر کرنی چاہئے۔

اب اگر علاج میں سستی رہی تو معاملہ حسد تک پہنچ جائے گا اور پھر بڑھتے بڑھتے بغض کی شکل اختیار کرلے گا، اصل میں حسد کرنے سے محسود کا کچھ نقصان نہیں ہوگا، اس پر تہمت لگانے، اس کی غیبت کرنے، اس کی چغل خوری کرنے اور اس کے راستے میں رُکاوٹیں پیدا کرنے کے باوجود اس شخص کی ترقّی ہی ہوگی، اور نتیجہ یہ ہوگا کہ غصّہ بڑھے گا اور بغض پیدا ہوگا، پہلے تو حسد تھا، اب بغض بھی ہوگیا، اس کے بعد بغض میں ترقّی ہوگی یہاں تک کہ وہ اس سے قطع تعلّق کرلے گا، اب یہ اپنے بھائی کو دیکھ کر راستہ بدل دے گا، اسے پیٹھ دکھائے گا اور اس سے اعراض کرے گا، اس لئے کہ اب اس کا چہرہ دیکھنا بھی ناگوار ہے، ایسے شخص کی زندگی کڑوی ہوتی چلی جاتی ہے اور خوشی کے موقع پر بھی فرحت ومسرّت نصیب نہیں ہوتی۔

بے تکلّف دن میں جو کھاتے تھے ان کی عید کیا
چائے سگریٹ نوش فرماتے تھے ان کی عید کیا

عید کی خوشی تو ان کے لئے ہے جنہوں نے رمضان کا مبارک مہینہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں گزارا ہے، جو لوگ رمضان میں کھاتے پیتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہے ان کو عید کے دن کون سی خوشی محسوس ہوگی؟ غسل کر کے عمدہ عمدہ کپڑے پہن لئے، بدن پر جُبّہ، سر پر عمامہ اور کپڑوں پر شمامہ، اور آ کر صفِ اوّل میں بیٹھ گئے، مگر دل گندا، حسد، بغض اور کینے سے بھرا ہوا، کیا عید اور کیا خوشی؟

بے تکلّف دن میں جو کھاتے تھے ان کی عید کیا
چائے سگریٹ نوش فرماتے تھے ان کی عید کیا
بغض و کینہ دل میں لے کے مل گئے تو عید کیا
عید کے دن بھی دل سے نہ دل ملے تو عید کیا

اگر ہمارا دل عید کے دن بھی دوسروں کے دل سے نہ مل سکے تو ایسی عید کس کام کی؟ میرے بھائیو! شبِ براءت آئے گی اور شبِ قدر بھی، عیدُ الفطر بھی آئے گی اور عیدُ الاضحیٰ بھی، گھر میں شادی بھی ہوگی اور خوشی کا ماحول بھی، لیکن حسد میں مبتلا شخص حسد کی وجہ سے خوشیوں کے بیچ تمام خوشیوں سے محروم رہے گا، وہ ایسے ماحول میں بھی اپنے دل میں تکلیف محسوس کر رہا ہوگا، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام چیزوں سے منع فرمایا ہے:

لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا، وَكُوْنُوْا

عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا[1]

باہم حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، آپس میں قطع تعلّق مت کرو، اور ایک دوسرے کو پیٹھ مت دکھاؤ، اے اللہ کے بندو! تم سب بھائی بھائی بن کر رہو۔

اگر کسی سے حسد ہو جائے تو توبہ کرلو اور اپنی اصلاح کراؤ، اسی طرح بغض کا بھی علاج کراؤ، آپس کے قطع تعلّق سے بھی خوب بچو اور بھائی بھائی بن کر رہو۔

حدیث شریف کے چار مطلب کا خلاصہ

تو اس حدیث شریف میں چار چیزیں بتلائی گئی ہیں:

۱) پہلی بات یہ کہ جو نعمت اور دولت اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل سے عطا کی ہے، جو بھلائی اور اچھائی ہمیں نصیب فرمائی ہے، اس کے بارے میں دل میں یہ چاہت ہو کہ کاش یہ نعمت دوسروں کے پاس بھی ہوتی۔

۲) دوسری بات یہ کہ ہم جس طرح کا حسنِ سلوک اور برتاؤ اپنے لئے پسند کرتے ہیں، ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کریں۔

۳) تیسری بات یہ کہ مشورہ دیتے وقت ہم اپنے بھائی کو وہی مشورہ دیں جو ہم اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔

۴) چوتھی بات یہ کہ اگر کسی مسلمان بھائی کے پاس کوئی نعمت دیکھیں تو اس پر حسد نہ کریں، ہم اپنے لئے وہ چیز پسند کرتے ہیں، لیکن حق تعالیٰ شانہٗ نے کسی مصلحت کی

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافية، ح(۳۸۷۵)

وجہ سے ہمیں نہیں دی، تو خوش رہنا چاہئے کہ میرے مسلمان بھائی کے پاس تو ہے۔

جب تک یہ چار خوبیاں پیدا نہ ہو جائیں اس وقت تک کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو کامل مؤمن سمجھے، اگر ان چار باتوں میں کمزوری ہے تو اپنے مشائخ سے رابطہ کر کے علاج کی فکر کرنی چاہئے، ان کی رہنمائی پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ نفع ہوگا، اس کے ساتھ ذکرُ اللہ کا بھی اہتمام ہونا چاہئے کہ اس سے دل کا میل اور زنگ دور ہوتا ہے، ساتھ ساتھ حق تعالیٰ شانُہ کی بارگاہ میں دعا کا اہتمام بھی خوب ہونا چاہئے، اس لئے کہ ذکر بھی ایک سبب ہے اور شیخ بھی، اصل تزکیہ اور اصلاح کرنے والے تو اللہ تعالیٰ ہیں، اگر انہوں نے سن لی تو ان دونوں اسباب میں برکت ہوگی اور دل کا تزکیہ ہوگا اور تمام باطنی امراض سے نجات ملے گی۔

خیر خواہی کا عجیب واقعہ

بات ختم کرنے سے پہلے اس حدیث پر عمل کا ایک عجیب واقعہ عرض کردوں تا کہ پتا چلے کہ دنیا میں کیسے کیسے لوگ گزرے ہیں، ایک بزرگ تھے، ان کے گھر میں چوہوں نے بسیرا کرلیا اور ان کی زندگی تنگ کردی، نیند میں خلل، کھانے پینے کی چیزیں برباد، کپڑوں کا نقصان وغیرہ وغیرہ، ایک مرتبہ انہوں نے اپنی اس تکلیف کا ذکر اپنے دوستوں سے کیا، انہوں نے مشورہ دیا کہ گھر میں ایک بلّی پال لیجئے، مسئلہ حل ہوجائے گا۔ بزرگ نے اس مشورے پر عمل نہیں کیا، کچھ دنوں کے بعد تنگ آکر پھر شکایت کی، دوستوں نے وہی مشورہ دیا مگر اُن کا وہی رویّہ رہا، اور یہ سلسلہ چلتا رہا، جب بہت تنگ ہوتے تو دوستوں سے تذکرہ کرتے مگر مشورے پر عمل نہ کرتے،

ایک مرتبہ دوستوں نے کہا کہ ہم آپ کو ایک مجرّب مشورہ دے رہے ہیں جس میں آپ کے مسئلے کا یقینی حل ہے، اس کے باوجود آپ عمل کیوں نہیں کرتے؟ جب دوستوں نے اصرار کیا تو انہوں نے بتایا کہ اصل بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے، اگر میں اپنے گھر میں بلّی لے آیا تو یہ چوہے بھاگ کر پڑوسیوں کے گھروں میں چلے جائیں گے اور انہیں وہی پریشانی ہوگی جو مجھے ہے، میں ان کے لئے وہی آرام چاہتا ہوں جو اپنے لئے چاہتا ہوں، میرا ضمیر یہ گوارا نہیں کرتا کہ میں بلّی کو پال کر آرام کی نیند سوؤں جب کہ میرے پڑوسی پریشانی سے دوچار ہو رہے ہوں۔[1]

میرے بھائیو! ایسے شخص کے دل کو دل کہتے ہیں، اس قسم کے دلوں میں ایمان، یقین، معرفت، تجلّیاتِ الٰہی، عشقِ الٰہی، عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جیسی انمول دولت ہوتی ہے، دلوں کو ایسا بنانے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے دل پر محنت کرنے کی ضرورت ہے، حق تعالیٰ شانہٗ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

---

[1] إحياء علوم الدين: ۲۱۶/۴

ماٰخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل، مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل، مصر
۳	سنن أبي داود	الإمام أبو داود السجستاني	مؤسسة الريّان، بيروت
۴	سنن ابن ماجه	الإمام ابن ماجه القزويني	دار التأصيل، مصر
۵	صحيح ابن حبّان	الإمام ابن حبّان	دار التأصيل، مصر
۶	فتح الباري	الحافظ ابن حجر العسقلاني	مؤسسة الرسالة، بيروت
۷	إحياء علوم الدين	الإمام الغزالي	دار المنهاج، جدّة
۸	فضل الباری	علّامہ شبیر احمد عثمانی	ادارہ علومِ شرعیہ، کراچی
۹	امداد الباری	مولانا عبد الجبّار اعظمی	مکتبہ حرم، دہلی

حسد کا علاج

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حسد کا علاج یہ ہے کہ جس سے حسد ہو اس کے لئے ترقّی کی خوب دعا کرے، اور اس کے ساتھ احسان بھی کرتا رہے، خواہ مال سے یا عمل سے یا دعا سے، چند دنوں میں حسد دور ہو جائے گا۔

(اصلاحی مواعظ: ۱/۳۲۰)

زلزلہ کیوں؟

تفصیلات

وعظ کا نام	:	زلزلہ کیوں؟
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	صفر ۱۴۲۹ھ مطابق فروری ۲۰۰۸ء
مقامِ وعظ	:	اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے

فہرست

زلزلہ کیوں؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۰۹
برطانیہ میں زلزلہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۰۹
سائنس دان اور زلزلہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۰
عقل کی ایک حد ہوتی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۰
عمل پر اُبھارنے والی پہلی چیز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۱
عمل پر اُبھارنے والی دوسری چیز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۲
عمل پر اُبھارنے والی تیسری چیز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۲
عمل کے لئے محرّک صرف تین چیزیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۳
ایک بہت اہم اصول ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۴
علم کے تین ذرائع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۶
ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف رجوع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۷
زلزلے کی حقیقت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۸
اللہ تعالیٰ کا حلم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۸
زلزلے کا سبب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۰
زلزلہ: عبرت کا سامان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۱
زلزلے کی کثرت: قیامت کی نشانی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۲
سمندر میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۲

چھٹیاں گزارنے کا رجحان ۳۲۳
سیر وتفریح میں ایک سنگین غلطی ۳۲۳
اللہ تعالیٰ کی قدرت ۳۲۴
کائنات کا ذرّہ ذرّہ اللہ کا لشکر ہے ۳۲۵
مُسبِّبُ الاسباب اللہ تعالیٰ ہی ہیں ۳۲۷
کن گناہوں کی وجہ سے زلزلہ آتا ہے؟ ۳۲۷
زلزلے کی آمد گناہوں کی وجہ سے ۳۳۱
عمومی عذاب ۳۳۱
زلزلے کے بعد چار قسم کے لوگ ۳۳۲
پہلا کام: توبہ اور رجوع الی اللہ ۳۳۳
دوسرا کام: صدقہ وخیرات ۳۳۴
تیسرا کام: قیامت کا مراقبہ ۳۳۵
قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے ۳۳۷
قیامت یاد آنی چاہئے اب ۳۴۰
ماٰخذ ومراجع ۳۴۲

زلزلہ کیوں؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾ (الحج:۱)، صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

برطانیہ میں زلزلہ

ابھی چند دنوں پہلے برطانیہ میں زلزلہ آیا، بہت سے لوگوں نے اس کے جھٹکے محسوس کئے، کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو اس قسم کے واقعات کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ اور نصیحت جان کر اپنی زندگیوں کو سنوارنے کا عزم کرتے ہیں، بعض وہ ہوتے ہیں جن کے لئے اس قسم کے واقعات ایک تماشے سے زیادہ نہیں ہوتے، اس قسم کے لوگوں کے لئے ایسے واقعات نہ تو عبرت کا

سامان ہیں، نہ خوابِ غفلت سے بیدار ہونے کا ذریعہ، دل چاہ رہا ہے کہ آج کی نشست میں زلزلے کے سلسلے میں اسلامی نقطۂ نظر کو اختصار کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کروں، تاکہ ہم سب اس واقعے سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھاسکیں۔

سائنس دان اور زلزلہ

زلزلے کے سلسلے میں سائنس دانوں کا خیال یہ ہے کہ زمین کے نیچے کچھ پلیٹیں (plates) ہیں، وہ پلیٹیں ہل جاتی ہیں تو زلزلہ آتا ہے، بعض سائنس دانوں کا خیال یہ ہے کہ زمین کے اندر معدنیات (minerals) ہیں، زمین میں قسم قسم کے خزانے ہیں؛ سونا ہے، چاندی ہے، کوئلہ (coal) ہے، ہیرے (diamonds) ہیں، لوہا (metal) ہے، تو زمین کے اندر معدنیات ہیں، ان میں گیس (gas) جمع ہوجاتی ہے، جب اس کو نکلنے کا راستہ نہیں ملتا تو ایک دباؤ (pressure) پیدا ہوتا ہے اور اسی دباؤ کی وجہ سے زلزلہ آتا ہے۔

تو سائنس دانوں کا خیال یہ ہے کہ زمین میں جو زلزلہ واقع ہوتا ہے اس کا سبب یا تو یہ ہے کہ پلیٹیں ہلتی ہیں جس کے نتیجے میں زمین ہلتی ہے، یا یہ کہ معدنیات میں گیس جمع ہوجاتی ہے اور یہ گیس نکل نہیں پاتی جس کی وجہ سے ایک دباؤ (pressure) پیدا ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں زمین ہلنے لگتی ہے، سائنس دانوں کے خیال کے مطابق زلزلے کا انسان کے اعمال سے کوئی تعلّق نہیں ہے۔

عقل کی ایک حد ہوتی ہے

سائنس دانوں کی رسائی عقل کے دائرے تک محدود ہوتی ہے، مگر عقل سے بھی

آگے ایک اور چیز ہے جسے وحی کہتے ہیں، انبیاء علیہم السلام اسی وحی کے ذریعے انسانوں کی رہنمائی کرتے ہیں، ان کی تعلیمات سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل کی بہت قیمتی دولت عطا فرمائی ہے، اس عقل کے ذریعے انسان بہت کچھ معلوم کرسکتا ہے اور بہت کچھ حاصل کرسکتا ہے، لیکن عقل کے سوچنے کی اور سمجھنے کی ایک حد ہے، عقل جب تک اپنی حد میں رہتی ہے تو بہت فائدہ پہنچاتی ہے، لیکن جب وہ اپنی حد سے نکل کر کسی چیز کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہے تو ٹھوکر کھاتی ہے، عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ عقل کی ایک حد ہے، اس حد کے بعد مسائل کو سمجھنے کے لئے وحی یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے بغیر منزلِ مقصود تک کامیابی کے ساتھ رسائی نہیں ہوسکے گی۔

عمل پر اُبھارنے والی پہلی چیز

یہاں پر ایک اور اصول بھی ذہن نشین کرلیجئے، اس سے بہت فائدہ ہوگا، انسان کو کسی کام پر اُبھارنے والی تین چیزیں ہیں، یعنی کسی بھی کام کو کرنے کے لئے ان تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز محرّک ہوتی ہے، جب بھی آپ کسی کام کا ارادہ کریں اور آپ سوچیں کہ مجھے اس کام کو کرنے کی طرف کون سی چیز آمادہ کررہی ہے تو آپ کو تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز نظر آئے گی: یا تو آپ کی طبیعت یعنی آپ کی اندر کی چاہت، آپ کے دل کا تقاضا، آپ کی feeling، آپ کا emotion، آپ کا sentiment، آپ کا اندر کا جذبہ، مثال کے طور پر ایک شخص چاکلیٹ (chocolate) کھانے کا ارادہ کرتا ہے، اب اگر وہ اپنے اس ارادے کے بارے میں خود سے یہ سوال کرے کہ مجھے چاکلیٹ کھانے پر کیا چیز

آمادہ کر رہی ہے؟ کون سی چیز اُبھار رہی ہے؟ تو جواب ملے گا کہ میری طبیعت اور میری دل کی چاہت مجھے اُبھار رہی ہے کہ چاکلیٹ کھانی چاہئے، بہت مزہ آئے گا، تو پہلی چیز جو انسان کو کسی کام پر اُبھارتی ہے وہ طبیعت ہے۔

عمل پر اُبھارنے والی دوسری چیز

دوسری چیز جو انسان کو عمل پر اُبھارتی ہے وہ عقل ہے، مثال کے طور پر ایک ماں اپنی تمام تر ممتا کے باوجود خود اپنے دو مہینے، تین مہینے، چار مہینے کے بچّے کو بہت مضبوطی سے پکڑ لیتی ہے اور ڈاکٹر کو انجکشن لگانے کی اجازت دیتی ہے، اب آپ اگر اس ماں سے پوچھیں کہ اس عمل پر آپ کو کون سی چیز اُبھار رہی ہے؟ تو وہ کہے گی کہ میری عقل اس کام کی طرف میری رہنمائی کر رہی ہے۔

عمل پر اُبھارنے والی تیسری چیز

تیسری چیز وحی ہے، مثال کے طور پر ایک شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے؛ غریبوں کو، مسکینوں کو اور یتیموں کو کھلاتا ہے، کپڑے پہناتا ہے، مساجد اور مسافر خانے تعمیر کرواتا ہے، کتابیں چھپواتا ہے، غرض خوب خرچ کرتا ہے، اور خرچ بھی چُھپ کر اس طرح کرتا ہے کہ کسی کو پتا نہ چلے، اب اس کے اس طرح خرچ کرنے کا بظاہر کوئی فائدہ نہیں، اگر پانچ خرچ کرتا اور دس ملتے تو مالی نفع ہوتا، مگر وہ بھی نہیں، اور خرچ کرنے کے بدلے نام ملتا تب بھی کچھ ہوتا، کسی اخبار میں اس کا یہ کارنامہ چھپ جاتا، کسی مسجد میں اعلان ہو جاتا کہ فلاں سیٹھ صاحب نے اتنا پیسہ خرچ کیا ہے، لیکن وہ چُپکے چُپکے خرچ کرتا ہے، کسی کو پتا نہیں چلنے دیتا، اب کسی سے

آپ پوچھیں کہ ایک صاحب اپنا مال چُپکے چُپکے خرچ کر رہے ہیں، اس کے بدلے نہ مال مل رہا ہے نہ نام، نہ اور کوئی لذّت حاصل ہو رہی ہے، تو کیا خیال ہے آپ کا؟ تو وہ کہے گا کہ یہ عمل عقل کے خلاف ہے، عقل منع کرتی ہے اس لئے کہ جب ایک کام کا کوئی فائدہ ہی نہیں تو آدمی کیوں کرے؟ لیکن جب آپ خرچ کرنے والے صاحب سے پوچھیں گے کہ آپ کے اس عمل سے آپ کو نہ مالی فائدہ ہے نہ جاہی، نہ اس میں کوئی لذّت، پھر آپ کیوں خرچ کر رہے ہیں؟ آپ کو اس عمل پر کون سی چیز اُبھار رہی ہے؟ تو وہ کہے گا کہ وحی، اللہ تعالیٰ کا حکم اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد۔

عمل کے لئے محرّک صرف تین چیزیں

دنیا کے کسی بھی شخص کو لے لیجئے، پوچھئے کہ آپ یہ کام کیوں کر رہے ہیں؟ جواب ملے گا کہ میری طبیعت کی چاہت ہے، دل کی خواہش، feelingاور sentiment ہے۔ بھائی! کیوں بہت زیادہ رو رہا ہے؟ اندر کا میرا جذبہ مجھے مجبور کر رہا ہے۔ پوری رات کیوں جاگ رہا ہے؟ اتنی میٹھی نیند کو کیوں قربان کر رہا ہے؟ وہ کہے گا کہ عقل کہہ رہی ہے کہ جاگ کر محنت سے پڑھے گا تو امتحان میں کامیابی حاصل ہوگی۔

سردی کی رات ہے اور گرم گرم بستر میں لیٹا ہوا ہے، اب بستر سے نکلتا ہے، بالکل خاموشی سے، دنیا میں کسی کو پتا نہیں چلنے دیتا، پانی گرم نہیں ملتا تو ٹھنڈے پانی سے مشقّت برداشت کر کے وضوء کرتا ہے، اور اندھیرے میں ٹھنڈی رات میں تہجّد کی نماز پڑھتا ہے، نہ لذّت ملتی ہے نہ نام ہے نہ مال، کیوں پڑھ رہا ہے؟ کس چیز نے تجھے اُبھارا؟ جواب ملے گا کہ وحی نے۔

﴿تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ز وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ ج جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (السجدة: ۱۶، ۱۷)

تہجّد پڑھنے والوں کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں، اور ہماری دی ہوئی نعمتوں میں سے خرچ کرتے ہیں،لوگوں میں سے کوئی نہیں جانتا آنکھوں کی اس ٹھنڈک کو جو ان کے لئے ان کے اعمال کے بدلے آخرت میں پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

وحی مجھے کہہ رہی ہے کہ یہ کام کرنا چاہئے، اس لئے کہ اس کام کے بدلے میں جنّت کی وہ نعمتیں ملیں گی جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ ان کے بارے میں کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کو ان کا خیال ہی آیا ہے،تو کسی بھی عمل کے لئے باعث اور محرّک تین چیزوں میں سے کوئی ایک ہوگی، کبھی ان میں سے دو اور کبھی تینوں بھی جمع ہو جاتی ہیں، مگر یہ طے ہے کہ محرّک یہ تین ہی ہیں۔

ایک بہت اہم اصول

اب ایک اصول ذہن نشین کر لیجئے، یہ بہت ہی اہم اصول ہے، اس اصول پر جو شخص بھی عمل کرے گا دنیا کی کامیابی بھی اس کے قدموں کو چومے گی اور آخرت کی کامیابی بھی، اور جو اس اصول پر عمل نہیں کرے گا چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم، وہ ناکام رہے گا، (غیر مسلم وحی کو نہیں مانتا ہے، لیکن اس اصول کا جو بقیہ حصّہ ہے اس پر اگر وہ بھی عمل کو چھوڑے گا تو دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکے گا)، اصول کیا ہے؟ اگر

طبیعت اور عقل میں clash (ٹکراؤ) ہو جائے، مثال کے طور پر طبیعت کہے کہ کرو اور عقل کہے کہ مت کرو، یا طبیعت کہے کہ مت کرو اور عقل کہے کہ کرو، تو اس موقع پر کامیاب ہونے کا طریقہ یہی ہے کہ طبیعت کی بات کو مسترد کردو اور عقل کی بات کو مان لو، دنیا میں یہ جتنے بڑے بڑے تاجر، بڑے بڑے عہدے دار، بڑے بڑے سیاست دان، بڑے بڑے کامیاب لوگ ہیں، انہوں نے اسی اصول پر عمل کیا ہے، اگر وہ اپنی طبیعت کی بات مانتے رہتے اور عقل کی بات نہ مانتے تو کبھی کامیاب نہ ہوتے، اس لئے کہ طبیعت آرام کا تقاضا کرتی ہے اور عقل محنت اور مشقّت کا، sugar (شکر) کے مریض کو طبیعت کہتی ہے کہ شکر کھاؤ، میٹھی چیزیں کھاؤ، عقل کہتی ہے کہ نہیں، اگر طبیعت پر عمل کرے گا تو بہت جلد برباد ہوگا، اور عقل پر عمل کرے گا تو ان شاء اللہ تندرست رہے گا، آپ کسی بھی صورت کو لے لیجئے، یہ قاعدۂ کُلّیّہ ہے، طبیعت اور عقل کا آپس میں مقابلہ ہو جائے تو عقل کے تقاضے پر عمل کرنا چاہئے۔

اور اگر عقل اور وحی کا ٹکراؤ ہو جائے تو عقل کے تقاضے کو مسترد کرکے وحی پر عمل کرنا چاہئے، جس طرح طبیعت اور عقل کے مقابلے کے وقت طبیعت پر عمل کرنے والا ہمیشہ ناکام رہے گا، اسی طرح عقل اور وحی کے درمیان مقابلے کی صورت میں عقل پر عمل کرنے والا بھی ہمیشہ ناکام رہے گا، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وحی کو چھوڑ کر عقل پر عمل کرے اور کامیاب ہو، ایسا کبھی نہیں ہوسکتا، یہ بات ضمناً آ گئی، عرض یہ کر رہا تھا کہ عقل کو اس کے دائرے میں رکھنا چاہئے۔

علم کے تین ذرائع

علم کے تین ذرائع ہیں، جن چیزوں سے ہمیں علم حاصل ہوتا ہے وہ تین ہیں، سب سے پہلے حواسِ خَمسہ (five senses) ہیں: دیکھنا، سننا، چکھنا، سونگھنا اور چھونا، دیکھنے سے علم حاصل ہوتا ہے کہ چیز کالی ہے یا سفید، بڑی ہے یا چھوٹی، انسان ہے یا جانور وغیرہ، سننے سے اور چھکنے سے بھی علم حاصل ہوتا ہے، اسی طرح سونگھنے سے بھی علم حاصل ہوتا ہے، چھونے سے بھی پتا چلتا ہے کہ یہ چیز ٹھنڈی ہے یا گرم، نرم ہے یا سخت وغیرہ، یہ علم پہلے درجے کا ہے، دوسری چیز جس سے علم حاصل ہوتا ہے وہ عقل ہے، اوراس کے بعد تیسری چیز وحی ہے۔

عقل سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کا ادراک حواسِ خَمسہ نہیں کر سکتے، یہ ایک مسلّم اصول ہے، جس چیز کو عقل سمجھتی ہے آپ اسے آنکھ سے دیکھ کر، ناک سے سونگھ کر، زبان سے چکھ کر، کان سے سن کر یا ہاتھ سے چھو کر نہیں سمجھ سکتے، یہ ناممکن ہے، اِس وقت یہاں آکسیجن (oxygen) ہے، اور یہ بات ہمیں عقل سے معلوم ہورہی ہے اس لئے کہ اگر یہاں آکسیجن نہ ہوتی تو کوئی زندہ نہ رہتا، اب آنکھ اس آکسیجن کو دیکھنے سے، کان سننے سے، ناک سونگھنے سے، زبان چکھنے سے اور ہاتھ یا بدن کا کوئی بھی حصّہ اس کو چھونے اور محسوس کرنے سے قاصر ہے، اس کے باوجود عقل کہتی ہے کہ آکسیجن ہے، اس لئے کہ یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ آکسیجن کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا، تو عقل کہہ رہی ہے کہ حاضرین چونکہ سب کے سب زندہ ہیں اس لئے یہاں آکسیجن ضرور ہے، اب اگر کوئی کہے کہ میں آکسیجن کے وجود کو نہیں مانتا اس لئے کہ نظر نہیں آتی، اس کا نہ مزہ ہے نہ بو، نہ سنائی دے رہی ہے نہ محسوس

ہورہی ہے، ایسے شخص سے کہا جائے گا کہ عقل کی جہاں تک رسائی ہے وہاں تک حواسِ خمسہ کی رسائی نہیں ہے، آپ ایسے علم کو جو عقل سے حاصل ہوتا ہے، حواسِ خمسہ سے سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں، یہ بہت بڑی غلطی ہے، آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ عقل اُس چیز کا بھی ادراک کر لیتی ہے جس کو حواسِ خمسہ محسوس نہیں کر سکتے۔

تو میرے بھائیو! جس طرح حواسِ خمسہ کی رسائی عقل کی رسائی تک ممکن نہیں ہے، اسی طرح عقل کی رسائی بھی وحی کی رسائی تک ممکن نہیں ہے، جس طرح وہ شخص نادان ہے جو عقل سے حاصل ہونے والے علم کو حواسِ خمسہ سے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، ٹھیک اسی طرح وہ شخص بھی کم عقل ہے جو یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی وحی کا اس لئے انکار کر رہا ہوں کہ میری عقل اسے سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس سے کہا جائے گا کہ بھائی! وحی کے علم تک عقل کی رسائی نہیں ہوسکتی۔

ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ ایک مؤمن کی زندگی میں جب بھی کوئی واقعہ پیش آتا ہے، چاہے کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو، تو وہ اس کو سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرتا ہے، زلزلہ آیا، سائنس دانوں کا خیال تو یہ ہے کہ زلزلہ اس لئے آتا ہے کہ معدنیات کے اندر گیس جمع ہو جاتی ہے، اسے نکلنے کا راستہ نہیں ملتا، pressure پیدا ہوتا ہے، دباؤ پڑتا ہے، زمین ہلنے لگتی ہے، یا یہ کہ زمین کی کچھ پلیٹیں ہیں، وہ ہلنے لگتی ہیں جس کی وجہ سے زمین ہلتی ہے، ہم مؤمن ہیں اس لئے زلزلے کی حقیقت وحی کی روشنی میں معلوم کرنی چاہئے کہ زلزلہ کیوں آتا ہے؟

زلزلے کی حقیقت

میرے بھائیو! زلزلہ اس لئے آتا ہے اور زمین اس لئے ہلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہلاتا ہے، اور سائنس دانوں کی تحقیق کے انکار کی کوئی ضرورت نہیں ہے، زمین چاہے گیس کے دباؤ کی وجہ سے ہلے یا پلیٹوں کے ہلنے کی وجہ سے، مگر ایک بات طے ہے کہ ہلاتا اللہ ہے، اور اس کا ایک سبب ہے، جب وہ سبب وجود میں آتا ہے تب اللہ تعالیٰ زمین کو ہلاتا ہے، چاہے پلیٹوں کو ہلا کر، گیس کو پیدا کر کے یا کسی اور طریقے سے، مگر ہلاتا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اب سوال یہ ہے کہ وہ سبب کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی طرف رجوع کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے بندے اس کی نافرمانی میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ زمین کو ہلا دیتا ہے، یہ ہے اصل سبب۔

اللہ تعالیٰ کا حلم

اللہ تعالیٰ بڑے حلیم ہیں، بڑے بُردبار ہیں، اتنا کہ انہی کی زمین پر انہی کی دی ہوئی ہوا سے سانس لے کر، انہی کی دی ہوئی غذا کھا کر، انہی کا دیا ہوا پانی پی کر، انہی کی دی ہوئی نعمتوں کو استعمال کر کے ایک حقیر انسان شرک کرتا ہے یا اُن کے وجود ہی کا انکار کرتا ہے، اس کے باوجود وہ کچھ نہیں کرتے، میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کی توحید کا مسئلہ بڑا اہم مسئلہ ہے، وہ ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ (الاخلاص: ۱-۴)

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ یکتا ہے، اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا، اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

﴿لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞ﴾ (الشوریٰ: ۱۱)

اس جیسا کوئی نہیں ہے۔

سوچو! ایسی وحدہٗ لاشریک لہٗ ذات کے لئے یہ کہنا کہ وہ لڑکا رکھتا ہے، کتنا بڑا ظلم ہے! اللہ اکبر! آسمان پھٹ جانے چاہئے تھے اور زمین پھٹ جانی چاہئے تھی، اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر گر جانے چاہئے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ وَتَنۡشَقُّ الۡاَرۡضُ وَتَخِرُّ الۡجِبَالُ هَدًّا ○ اَنۡ دَعَوۡا لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدًا﴾ (مریم: ۹۰، ۹۱)

قریب ہے کہ آسمان اس بات سے پھٹ جائیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ریزہ ہوکر گر پڑیں کہ انہوں نے رحمٰن تعالیٰ کے لئے اولاد ہونے کا دعویٰ کیا۔

یہ کلمہ کتنا خطرناک ہے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے، مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ پکڑ نہیں کرتے اس لئے کہ وہ بڑے حلیم ہیں، برداشت کرنے والے ہیں، بُردبار ہیں، لیکن ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے، جب بندے نافرمانی کی حدود کو پار کر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی زمین گناہوں سے بھر جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آتی ہے اور وہ زمین کو ہلا دیتے ہیں۔

توجّہ سے سنو میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ زمین کو ہلاتا ہے، شروع میں چھوٹے

چھوٹے جھٹکے آتے ہیں، نقصان نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو بہت کم، نہ ہونے کے برابر، شروع میں یہ جھٹکے ہلکے ہلکے اس لئے ہوتے ہیں تاکہ بندے اس سے نصیحت حاصل کر کے گناہوں سے توبہ کرلیں، اللہ تعالیٰ سے ٹوٹے ہوئے لوگ اللہ تعالیٰ سے جُڑ جائیں، اس اعتبار سے یہ جھٹکے رحمت ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے غافلوں کو غفلت سے بیدار کرتے ہیں، مگر جب بندے متنبّہ نہیں ہوتے تو اچانک ایک بڑا جھٹکا آتا ہے، ایک زبردست زلزلہ اور آناً فاناً ایک قیامت برپا ہوجاتی ہے۔

زلزلے کا سبب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک بار زلزلہ آیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوراً ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! یہ زلزلہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ تم نے کوئی نیا گناہ کیا ہے۔[1] ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زمین پر ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ تو کیوں ہل رہی ہے؟ کیا میں تیرے اوپر عدل وانصاف کے ساتھ قائم نہیں ہوں؟[2] آپ کے ارشاد کا منشا یہ تھا کہ تجھے تو اُس وقت ہلنا چاہیے جب تیرے اوپر گناہ عام ہوجائیں، میں تو خود بھی عدل و انصاف سے قائم ہوں اور دوسروں کو بھی عدل وانصاف پر قائم رکھے ہوئے ہوں، لہٰذا تجھے اِس وقت ہلنے کی ضرورت نہیں ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک بار زلزلہ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک زمین پر رکھا اور

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي، كتاب صلاة الخسوف، ح(٦٣٧٧)

[2] طبقات الشافعية الكبرى: ٢/ ٣٢٤

ارشاد فرمایا کہ ٹھہر جا! ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے، ابھی قیامت کا وقت نہیں آیا ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجّہ ہوکر ارشاد فرمایا کہ تمہارا رب تم سے توبہ کروانا چاہتا ہے اس لئے تم توبہ کرو۔[1]

زلزلہ: عبرت کا سامان

معلوم ہوا کہ زلزلہ آتا ہے بندوں کے گناہوں کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے بندوں کو توبہ کی طرف متوجّہ کرتے ہیں، دنیا میں بہت سی جگہوں میں صرف جھٹکے آتے ہیں، نقصان بالکل نہیں ہوتا، چند سیکنڈ (seconds) کے لئے جھٹکے لگے اور لوگوں کے دلوں پر ایک قسم کا خوف طاری ہوا اور پھر وہ زلزلہ ختم ہوگیا، نقصان کچھ بھی نہیں ہوا، یہ جو جھٹکے لگتے ہیں، جو چھوٹے زلزلے آتے ہیں، ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنا چاہتے ہیں، یہ ایک قسم کی رحمت ہے، لیکن بندے ان زلزلوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتے، عبرت حاصل نہیں کرتے، سبق نہیں لیتے، ان زلزلوں کو دیکھ کر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ارشاد پر عمل کرکے توبہ نہیں کرتے۔

شرابی شراب میں مست رہتا ہے، زنا کرنے والا زنا میں مست رہتا ہے، ناجائز طریقے سے مال جمع کرنے والا اس میں مست رہتا ہے، گانے بجانے کا شوقین اس میں مست، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا ماں باپ کی نافرمانی میں مست، اسی طرح فلم دیکھنے والا، جوا کھیلنے والا، ڈاکہ ڈالنے والا، رشوت خور، انٹرنیٹ (internet) کے ذریعے غلط چیزوں کو دیکھنے والا اور بے پردگی و بے حیائی میں

---

[1] موسوعة ابن أبي الدنيا، كتاب العقوبات، ح(۱۸)

مبتلا، سب اپنی اپنی بدعملیوں میں مست، تو اللہ تعالیٰ پھر ایک ایسا زلزلہ بھیجتے ہیں جو قیامت کا نمونہ ہوتا ہے، بستیوں کی بستیاں ویران ہوجاتی ہیں، تین تین سو، پانچ پانچ سو مکانات کی بستیاں زمین میں اس طرح دھنس جاتی ہیں کہ پتا تک نہیں چلتا کہ وہاں کوئی بستی تھی، اور اس قسم کے واقعات گزشتہ چند سالوں میں بھی پیش آئے ہیں جن کے دیکھنے والے اب بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔

زلزلے کی کثرت: قیامت کی نشانی

میرے عزیزو! زلزلے (earthquakes) اس وقت پوری دنیا میں بکثرت واقع ہورہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زلزلے کی کثرت کو قیامت کی نشانی بتلایا ہے۔[1] پہلے کبھی کبھار زلزلہ آتا تھا، زلزلے اتنے کم ہوتے تھے کہ جب کبھی زلزلے کی خبر آتی تھی تو ہر طرف ایک خوف طاری ہوجاتا تھا، چرچا ہوتا تھا کہ فلاں جگہ زلزلہ آیا، اب ہر چھ مہینے کے بعد زلزلے کی خبر ملتی ہے، اسی وجہ سے ہمارے یہاں برطانیہ میں جو زلزلہ واقع ہوا اِس قسم کے چھوٹے زلزلوں کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں رہی۔

سمندر میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی

اب سوال یہ ہے کہ قربِ قیامت زلزلوں کی کثرت کیوں ہوگی؟ اس لئے کہ قربِ قیامت اللہ تعالیٰ کی دھرتی پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں اضافہ ہوجائے گا، میرے بھائیو! چاروں طرف نظر ڈالئے، ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں ہورہی ہیں، زمین پر تو نافرمانیاں کرتے ہی تھے، اب سمندر میں cruising (بحری سیر وتفریح)

---

[1] صحيح البخاري، أبواب الاستسقاء، باب ما قيل في الزلازل والآيات، ح(۱۰۴۵)

کے لئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، ایک دن، دو دن یا چند دنوں کے لئے کشتی میں سیر و تفریح کے بہانے چلے جاتے ہیں اور وہاں موسیقی، گانا بجانا، شراب نوشی، فحاشی، عریانیت، سب کچھ ہوتا ہے، الٰہی توبہ! الٰہی توبہ!

چھٹیاں گزارنے کا رجحان

آج کل ہم لوگوں میں holiday (چھٹیاں گزارنے) کا ایک کلچر (culture) ہوگیا ہے، دبئی (Dubai) جاتے ہیں، ابوظبی (Abu Dhabi) جاتے ہیں، ملیشیا (Malaysia) جاتے ہیں، یہاں جاتے ہیں اور وہاں جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل، گناہوں میں مست، فلم، موسیقی اور اختلاط میں مبتلا اور عیاشی میں غرق، یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت کو للکارنا ہے، اچھے اچھے لوگ ہوٹلوں میں قیام کر کے ایسی بُرائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں جن کا وہ گھر پر رہتے ہوئے تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔

سیر و تفریح میں ایک سنگین غلطی

سیر و تفریح کے لئے جانے والے شریعتِ مطہّرہ کے پابند لوگ بھی اس خیال میں رہتے ہیں کہ اب یہ پانچ دن، دس دن مزے کے ہیں، اس لئے دین کے معاملے میں بھی relaxation (ڈھیل اور نرمی) ہونی چاہئے، نتیجۃً وہ معمولات، اعمال اور احتیاط برتنے میں غفلت کرتے ہیں، اور آہستہ آہستہ ایسے کاموں میں مبتلا ہو جاتے ہیں جن کا انہوں نے کبھی تصوّر بھی نہیں کیا ہوگا، ظاہر ہے کہ ماحول کا اثر تو ہوگا، اور اگر کوئی بچتا بھی ہے تو جہاں جاتے ہیں اور قیام کرتے ہیں وہاں کیا کچھ نہیں ہوتا؟ کیا یہ

چیزیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے کے لئے کافی نہیں ہیں؟ کیا یہ خوف نہیں ہونا چاہئے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ آجائے؟ سیر و تفریح کے لئے جانا ہو تو جاؤ، مگر اچھے مقاصد کے ساتھ جاؤ، ایسی جگہوں پر جاؤ جہاں اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت نہ دی جا رہی ہو، ایسی جگہ جاؤ جہاں آپ کو قلبی سکون ملے اور جہاں دنیا کے جھمیلوں سے الگ تھلگ رہ کر آپ خلوت میں اپنی زندگی کا محاسبہ (assessment) کر سکیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلّق بہتر کرنے کا فیصلہ کر سکیں تاکہ دین میں ترقّی ہو، اس وقت کی صورتِ حال تو یہ ہے کہ دین میں ترقّی تو کیا ہوتی، تنزّلی ہوتی ہے، نفس کو فرحت ملتی ہے اور روح بیچاری بالکل بیمار، بلکہ مردہ ہو کر آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت

عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کی وجہ سے زلزلہ بھیجتے ہیں، دیکھو! سائنس دانوں کا کہنا یہ ہے کہ ہمارا ملک اُس جگہ سے بہت دور ہے جہاں زمین کی پلیٹیں ملتی ہیں، اس لئے اِس ملک میں کسی بڑے زلزلے کا واقع ہونا ممکن نہیں ہے، لیکن میرے بھائیو! ہمارے لئے ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بات کافی ہے، آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہمیں بتایا ہے کہ اِس زمین پر جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی حد سے بڑھ جاتی ہے تب اللہ تعالیٰ زمین کو ہلاتے ہیں، اور اُس کے لئے نہ وہ کسی گیس کے محتاج ہیں نہ کسی پلیٹ کے، وہ کتنے قدرت والے ہیں اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ انہوں نے ایسے فرشتے پیدا کئے ہیں کہ ان میں سے صرف ایک کی چیخ سے بستیاں ہلاک ہو گئیں۔

﴿وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ○ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا﴾ (هود: ٦٧-٦٨)

اور ظالموں کو زبردست چیخ نے پکڑ لیا، پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے جیسے کبھی وہاں رہے ہی نہیں تھے۔

ایک ہی لمحے میں پوری بستی پر سنّاٹا چھا گیا، ایسا لگ رہا تھا کہ کبھی اس بستی میں کوئی رہتا ہی نہیں تھا، آناً فاناً سب بےنشان ہو گئے، قومِ لوط کے پاس اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے اپنے پر سے اس پوری بستی کو آسمانوں کی طرف اُٹھایا اور پھر نیچے پٹخ دیا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھر برسائے۔[1]

﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ﴾ (هود: ٨٢)

پھر جب ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے اس بستی کو اوپر نیچے کر دیا، اور ہم نے اس پر نشان کئے ہوئے پتھر لگاتار برسائے۔

وہ تو 'قَهَّار' ہے، وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، قادرِ مطلق ہے، اسے کسی کی ضرورت نہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔

کائنات کا ذرّہ ذرّہ اللہ کا لشکر ہے

چیخ، زمین، ہوا، اور پانی سب اس کے لشکر ہیں، کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کی فوج میں داخل ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] تفسير القرطبي: ١٨٥/١١

﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا﴾
بعضوں پر (یعنی قومِ عاد پر) ہم نے تیز آندھی بھیجی۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ﴾
اور بعضوں کو (یعنی قومِ ثمود اور اہلِ مدین کو) چیخ نے پکڑ لیا۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ﴾
اور بعضوں کو (یعنی قارون کو) ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ أَغْرَقْنَا﴾ (العنکبوت: ۴۰)
اور بعضوں کو (یعنی قومِ نوح اور فرعونیوں کو) ہم نے ڈبو دیا۔

اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے، اگر وہ چاہے تو ہمارے پورے ملک کو ایک ہی لمحے میں ڈبو دے یا ایک ہی جھٹکے میں ختم کر دے، Hurricane (طوفان)، سونامی (tsunami)، cyclone (آندھی)، زلزلہ اور سیلاب کے جو بھی اسباب ہوں، اصل بات یہ ہے کہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر ان خطرناک چیزوں کو وجود میں لاتے ہیں۔

﴿فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ﴾ (العنکبوت: ۴۰)
ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کی وجہ سے پکڑا۔

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾
(الروم: ۴۱)
لوگوں کے اعمال کی وجہ سے زمین پر اور سمندر میں خرابی عام ہو گئی۔

لوگوں کی بدعملیوں کی شامت سے دنیا میں فساد عام ہوجاتا ہے، امن اور سکون چھن جاتا ہے، نہ زمین پر چین نہ سمندر میں، آفات اور مصائب چاروں طرف سے لوگوں کو گھیر لیتے ہیں۔

مُسبِّبُ الاسباب اللہ تعالیٰ ہی ہیں

بھائی! اس دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا ہے سبب ہی کے تحت تو ہوتا ہے، سب کچھ اللہ کرتا ہے، مگر ہر چیز کے لئے اس نے ایک سبب مقرّر کیا ہے، مرد اور عورت کے ملاپ سے بچّہ پیدا ہوتا ہے، لیکن ہم سب کا عقیدہ ہے کہ پیدا اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے، تو اگر پلیٹوں کے ملنے کی وجہ سے یا گیس کے جمع ہونے کی وجہ سے زمین ہلتی ہے تب بھی اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہلتی ہے، سبب جو کچھ بھی ہو، مگر ہلاتا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہلاتا ہے، اس لئے انگلینڈ والوں کو اس غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہئے کہ چونکہ پلیٹوں کے ملنے کی جگہ ہمارے ملک سے دور ہے اس وجہ سے یہاں کوئی بڑا زلزلہ واقع نہیں ہوسکتا، یہ بہت بڑا دھوکہ ہوگا، اللہ تعالیٰ اِس زمین کو ہلا بھی سکتا ہے، اِس میں دھنسا بھی سکتا ہے، آسمان سے پتھر بھی برسا سکتا ہے، شکلوں کو مسخ کر کے خنزیروں اور بندروں میں تبدیل بھی کرسکتا ہے، سب کچھ کرسکتا ہے، اللہ رحم فرمائیں اور حفظ وامان میں رکھیں۔ (آمین)

کن گناہوں کی وجہ سے زلزلہ آتا ہے؟

ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کچھ گناہوں کو گنوایا، پھر فرمایا کہ جب لوگوں کی یہ حالت ہوجائے تو اُس وقت سرخ آندھی کا،

زلزلے کا، زمین میں دھنسا دئے جانے کا، شکلوں کے بدل دئے جانے کا، آسمان سے پتھر کے برسائے جانے کا اور ایسی آفات کا انتظار کرنا چاہئے جو لگا تار آئیں گی، جیسے موتیوں کے ہار کے ٹوٹنے کی وجہ سے دانے مسلسل گرتے چلے جاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح موتیوں کے ہار کے دھاگے کے ٹوٹنے کی وجہ سے موتی یکے بعد دیگرے گرتے چلے جاتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب مختلف شکلوں میں پے در پے آتا رہے گا، یہ کب ہوگا؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

● جب مالِ غنیمت کو گھر کی دولت سمجھا جانے لگے۔ مطلب یہ ہے کہ مالِ غنیمت جو سب مسلمانوں کا حق ہے اسے لوگ اپنے ذاتی مفادات میں خرچ کرنے لگیں گے، اسی طرح مدارس، مساجد اور دینی اداروں کا فنڈ (fund) دیانت اور امانت کے فُقدان کی وجہ سے مستحقّین پر خرچ نہ ہوگا، بلکہ ذاتی مفادات میں خرچ ہونے لگے گا۔

● اور امانتوں کو مالِ غنیمت سمجھا جانے لگے۔ مطلب یہ ہے کہ امانت میں خیانت ہونے لگے گی، لوگ امانتوں کو مالِ غنیمت کی طرح مفت میں حاصل کرلیں گے اور انہیں خیانت کا احساس بھی نہیں ہوگا۔

● اور زکوٰۃ کو تاوان اور tax سمجھا جانے لگے۔ مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کو عبادت سمجھ کر خوش دلی سے ادا نہیں کریں گے، بلکہ بوجھ سمجھ کر ٹالنے کی کوشش کریں گے، اور اگر ادا کرنا ہی پڑا تو پوری ناگواری کے ساتھ کریں گے۔

● اور علم مقصدِ دین کے علاوہ کے لئے حاصل کیا جانے لگے۔ مطلب یہ ہے کہ علمِ دین کو آخرت کے لئے حاصل نہیں کریں گے، بلکہ دنیا کمانے کے لئے یا نام ونمود کے لئے، جاہ کے لئے، واہ واہ کے لئے حاصل کریں گے۔

● اور آدمی اپنی بیوی کی فرماں برداری کرنے لگے۔ مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے حقوق کی پامالی کی پرواہ کئے بغیر شوہر اپنی عورت کے اشاروں پر چلے گا، اور صحیح غلط، جائز ناجائز کی تمیز کے بغیر اس کی طرف داری کرنے لگے گا۔

● اور بیٹا اپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے۔ آج اولاد کی نظروں میں ماں کی حیثیت کتنی رہ گئی ہے وہ ظاہر وباہر ہے۔

● اور آدمی اپنے دوست کو قریب اور باپ کو دور کردے۔ آج یہی کچھ ہورہا ہے، دوست زیادہ اہم ہوجاتے ہیں، باپ بیچارہ پرورش کرتا ہے، کھلاتا پلاتا ہے، سب کچھ کرتا ہے، مگر بیٹا ہے کہ نہ باپ کا حق ادا کرتا ہے نہ اطاعت، اس کے پاس باپ کے لئے فرصت نہیں ہوتی، دوستوں کی محفلوں کی زینت بنا رہتا ہے، اور اُنہی کے اشاروں پر چلتا رہتا ہے۔

● اور مسجدوں میں شور بلند ہونے لگے۔ آج دیکھ لیجئے! آپ کسی بھی مسجد میں چلے جائیں، نہ نماز سے پہلے خاموشی نہ نماز کے بعد، نہ نکاح سے پہلے نہ نکاح کے بعد، نہ بیان سے پہلے نہ بیان کے بعد، حرم شریف میں چلے جائیں، مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام میں چلے جائیں، وہاں بھی یہی حالت ہے، اکثر لوگ باتوں میں مشغول نظر آتے ہیں۔

● اور قبیلے کے فاسق شخص کو قائد بنایا جائے۔

● اور قوم کا سردار اُن کے ذلیل ترین شخص کو بنایا جائے۔ آج دنیا پر نظر ڈالئے! بڑے بڑے عہدوں پر کس قسم کے لوگ فائز ہوتے ہیں؟ کیسے کیسے لوگ ملک کے صدر اور وزیرِ اعظم بن جاتے ہیں؟ جو لوگ ان کی زندگیوں سے واقف ہوتے ہیں ان کو حیرت ہوتی ہے، ایسے لوگ جن میں شرافت کا نام نہیں اور جن کے اخلاق اور کردار نہایت گھٹیا، مگر لوگ انہیں اپنے مفادات کی خاطر لیڈر بنا لیتے ہیں، یہ بھی قیامت کی علامت ہے کہ قوم کا سردار اس کو بنایا جائے گا جو قوم میں سب سے زیادہ رذیل ہوگا۔

● اور آدمی کی عزّت اس لئے ہونے لگے کہ اس کے شر سے بچا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی عزّت صرف اس لئے ہوگی کہ ان کے شر سے بچنے کا یہی راستہ ہوگا، شرافت اور کردار کی بنیادوں پر عزّت نہیں ہوگی۔

● اور گانے والیوں، ناچنے والیوں اور موسیقی کے آلات عام ہو جائیں۔ آج پوری دنیا میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

● اور شراب پی جانے لگے۔ مطلب یہ ہے کہ بہت عام ہو جائے اور زندگی کا حصّہ بن جائے۔

● اور اِس اُمّت کا بعد والا طبقہ پچھلے طبقے کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، ائمّۂ مجتہدین اور دیگر اکابرِ اُمّت رحمۃ اللہ علیہم کی بُرائی کریں گے۔ [1]

---

[1] سنن الترمذي، أبواب الفتن، باب ما جاء في علامة حلول المسخ والخسف، ح(۲۳۵۹)

جب یہ بُرائیاں وجود میں آئیں گی تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئے گا اور مختلف طریقوں سے پکڑ ہوگی۔

زلزلے کی آمد گناہوں کی وجہ سے

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ زمین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے ہلتی ہے، اللہ تعالیٰ پہلے آہستہ آہستہ ہلاتے ہیں تا کہ بندوں کو توبہ کا chance (موقع) ملے، زمین ہلی، کچھ خاص نقصان نہیں ہوا، پھر ہلی، کچھ نہیں ہوا، پھر ہلی، کچھ نہیں ہوا، زمین کا آہستہ آہستہ ہلنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہے کہ اے میرے بندو! میری طرف جلدی رجوع کرو اور توبہ کرو! میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ زلزلہ اس لئے بھیجتا ہے کہ بندوں سے توبہ کروانا چاہتا ہے، اس لئے تم توبہ کرو۔[1] مگر جب بندے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف متوجّہ نہیں ہوتے تب اللہ تعالیٰ ایک زبردست زلزلہ بھیجتا ہے جس کے نتیجے میں بستیوں کی بستیاں تباہ ہوجاتی ہیں، ہزاروں مرجاتے ہیں، لاکھوں بے گھر ہوجاتے ہیں، عورتیں بیوہ ہوجاتی ہیں، بچّے یتیم ہوجاتے ہیں اور مالدار فقیر ہوجاتے ہیں۔

عمومی عذاب

جب کسی بستی میں رہنے والوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمومی عذاب آتا ہے جو اس بستی کے نیک لوگوں کو بھی نہیں چھوڑتا، پوری کی پوری بستی تباہ ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] موسوعة ابن أبي الدنيا، كتاب العقوبات، ح(۱۸)

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً﴾

(الانفال: ۲۵)

اور بچو اس عذاب سے جو تم میں سے صرف نافرمانوں ہی پر نہیں آئے گا، (بلکہ کوئی نہیں بچے گا، نافرمان نافرمانی کی وجہ سے ہلاک ہوگا اور تماشائی بن کر دیکھنے والا مُداہنت کی وجہ سے)۔

زلزلے کے بعد چار قسم کے لوگ

تو زلزلے کی شکل میں عذاب آیا، کوئی مر گیا، کوئی اپاہج ہوگیا، کسی کی ہڈی ٹوٹ گئی، کوئی یتیم ہوگیا، کوئی بیوہ ہوگئی، کوئی فقیر ہوگیا، کوئی بے گھر ہوگیا، کوئی زخمی ہوگیا، کوئی مایوس ہوگیا، کسی کو صدمہ پہنچا، زلزلے کے بعد یہ سب چار حصّوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں، ان میں سے مرنے والوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں اور بچنے والوں کی دو، مرنے والوں میں اچھے بھی ہوتے ہیں بُرے بھی، اسی طرح بچنے والوں میں بھی اچھے اور بُرے دونوں ہوتے ہیں، تو لوگ چار حصّوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں:

۱) پہلی قسم اُن کی جو بُرے تھے اور مر گئے، یہ سیدھے جہنّم میں۔

۲) دوسری قسم اُن کی جو اچھے اور شریف تھے، اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنے والے تھے اور مر گئے، ان کے لئے یہ حادثہ آخرت میں درجات کی بلندی کا ذریعہ ہوگا، وہ شہید ہوکر سیدھے جنّت میں چلے جائیں گے۔

۳) تیسری قسم ان کی جو اچھے ہیں اور بچ گئے، ان کے لئے یہ زلزلہ آزمائش ہے کہ مصیبت کے اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ اس

آزمائش میں کامیاب ہوتے ہیں تو وہ مزید قربِ خداوندی کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

۴) چوتھی قسم ان کی جو بُرے ہیں اور بچ گئے، ان کے لئے یہ زلزلہ عبرت اور نصیحت کا سامان ہے اور ترغیب ہے کہ اب تو توبہ کرلو!

تو گنہگاروں کے لئے زلزلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تنبیہ ہے، ایک نصیحت ہے، ایک وعظ ہے، یہ خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لئے آتا ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ بندوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ اے میرے بندو! اب حد ہوگئی ہے، توبہ کرو اور میری طرف جلدی متوجّہ ہو جاؤ۔

پہلا کام: توبہ اور رجوع الی اللہ

اس لئے ایسے موقع پر سب سے پہلا کام رجوع الی اللہ ہے، توبہ اور استغفار خوب کرنا چاہئے، گڑگڑا کر دعائیں کرنی چاہئے، اپنی بدعملیوں سے باز آجانا چاہئے اور فرائض وواجبات کے ساتھ نوافل کا بھی خوب اہتمام کرنا چاہئے، توبہ اور استغفار کرتے ہوئے یہ تصوّر کرنا چاہئے کہ یہ زلزلہ بندوں کے گناہوں کی وجہ سے آیا ہے، اور گنہگاروں کی اگر فہرست بنائی جائے تو top of the list (سرِ فہرست) میرا ہی نام ہوگا، اس لئے کہ سب سے بڑا گنہگار میں ہوں، یہ زلزلہ میری وجہ سے آیا ہے، میرے گناہ اتنے بڑھ گئے ہیں کہ ان کی نحوست کی وجہ سے اب اللہ تعالیٰ کی زمین بھی کانپ رہی ہے۔

پھر توبہ اور استغفار کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے عرض بھی کرنا چاہئے کہ اے اللہ! یہ میری وجہ سے ہوا ہے، آپ مجھے معاف کر دیجئے، آپ مجھے معاف کر دیجئے۔

میرے بھائیو! یہ حادثہ ہمارے لئے خیر کی طرف آنے کے لئے بہت اچھا موقع ہے، اس لئے کہ اگر ہم اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تنبیہ سمجھیں گے تو دل میں ایک خوف پیدا ہوگا، ڈر پیدا ہوگا اور یہ خیال آئے گا کہ میں نماز یں نہیں پڑھتا، زکوٰۃ نہیں دیتا، روزہ نہیں رکھتا، میں زنا کرتا ہوں، شراب پیتا ہوں، drugs (مُنشّیات) میں مبتلا رہتا ہوں، میں لوگوں پر ظلم کرتا ہوں، غیبت کرتا ہوں، فلاں گناہ کرتا ہوں اور فلاں گناہ کرتا ہوں، زمین ہلنے لگی تھی، اگر پھٹ جاتی اور میں اندر دھنس گیا ہوتا تو؟ اللہ اکبر! میرے اللہ نے مجھے بچالیا، اے اللہ! میں معافی چاہتا ہوں، وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی گناہ نہیں کروں گا۔

میرے بھائیو! اس طرح توبہ کرکے اپنی زندگی کو درست کرکے اس موقع سے فائدہ اُٹھالینا چاہیے، تنہائی میں بیٹھ کر رونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے، اے اللہ! مجھے معاف فرمادے! اے اللہ! مجھے معاف فرمادے! ساتھ ساتھ اپنی زندگی درست کرنے کا پختہ ارادہ کرنا چاہیے اور گناہوں سے دور رہنے کا خوب اہتمام کرنا چاہیے۔

دوسرا کام: صدقہ وخیرات

توبہ، استغفار، تقویٰ، نوافل اور دعا کے ساتھ ساتھ صدقہ وخیرات بھی کریں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوْءِ[1]

---

[1] سنن الترمذي، أبواب الزكاة، باب ما جاء في فضل الصدقة، ح(٦٦٥)

بیشک صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بُری موت کو دور کرتا ہے۔

ایسی موت کتنی بُری ہے کہ ہم گنہگار ہونے کی حالت میں زمین میں دھنس جائیں، یا ہمارے اوپر عمارت گر جائے، یا ہم پر پتھر برسے؟ اللہ کی پناہ! اللہ کی پناہ! اَلْأَمَانُ وَالْحَفِیْظُ! تو پہلا کام یہ ہے کہ اپنے کو قصوروار سمجھ کر خوب توبہ کریں، استغفار کریں، روکر عاجزی کریں کہ اے اللہ! معاف فرمادے! اللہ تعالیٰ کو عاجزی اور عبدیت بہت پسند ہے، اور دوسرا کام صدقہ اور خیرات ہے، اور اس کے بعد بھی توبہ اور استغفار برابر کرتے رہیں اور تقویٰ اختیار کرکے گناہوں سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام رکھیں۔

تیسرا کام: قیامت کا مراقبہ

اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے قیامت کا بھی استحضار پیدا کریں کہ قیامت ضرور آنے والی ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہماری زندگی ہی میں آجائے، اگر دس سیکنڈ کے زلزلے سے دل اتنا گھبرا گیا تو پتا نہیں قیامت کے زلزلے سے دل کتنا متاثّر ہوگا اس لئے کہ وہ تو بہت زبردست ہوگا، سورج بے نور ہوجائے گا، ستارے جھڑ جائیں گے، پہاڑ روئی کی طرح اُڑیں گے، آسمان پھٹ جائے گا، زمین اپنا سارا بوجھ باہر پھینک دے گی، غرض یہ سارا کارخانۂ عالم ٹوٹ پھوٹ کر نیست ونابود ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ○
یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ

حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ (الحج: ۱۔۲)

اے لوگوں! اپنے پروردگار کی نافرمانی سے ڈرو! (تقویٰ اور اطاعت اختیار کرو!) بیشک قیامت کا زلزلہ ایک بڑی چیز ہے، جس دن تم زلزلے کو دیکھو گے اُس روز ہر دودھ پلانے والی ماں جس بچّے کو دودھ پلا رہی ہوگی اس سے غافل ہو جائے گی، اور ہر حمل والی عورت اپنے حمل کو وقت سے پہلے گرادے گی، اور تو لوگوں کو دیکھے گا کہ نشے کی حالت میں ہیں، حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے، مگر بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے، (جس کی دہشت کی وجہ سے ان کی ایسی حالت ہو جائے گی)۔

حضراتِ مفسّرین رحمۃ اللہ علیہم کی قیامت کے زلزلے کی آیات کے بارے میں دو رائے ہیں، ایک رائے یہ ہے کہ یہ وہ زلزلہ ہے جو اوّل مرتبہ صور پھونکے جانے سے پہلے دنیا میں ہوگا۔[1] اور دوسری رائے یہ ہے کہ یہ زلزلہ آخرت میں مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے ہوگا۔[2] دونوں کے درمیان تطبیق کرتے ہوئے بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ کوئی بعید نہیں ہے کہ زلزلہ دو مرتبہ واقع ہو۔[3] اس اعتبار سے اگر قیامت ہماری زندگی میں قائم نہ بھی ہوئی تب بھی جب قبر سے اُٹھائے جائیں گے اُس وقت تو یہ زلزلہ دیکھنا ہی پڑے گا۔

---

[1] التفسير القرطبي: ۳۰۹/۱۴

[2] روح المعاني: ۲۳۲/۱۷

[3] معارف القرآن: ۲۳۷/۶

﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾

جب زمین کونہایت سختی سے ہلا دیا جائے گا۔

﴿وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا﴾

اور زمین اپنے بوجھ (یعنی مردے وغیرہ) کو باہر نکال پھینکے گی۔

﴿وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا﴾

اور انسان کہے گا کہ زمین کو کیا ہو گیا (کہ اس طرح ہل رہی ہے اور سب کچھ باہر پھینک رہی ہے)؟

﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا﴾ (الزلزال: ۱۔۴)

اس دن یہ زمین اپنی خبروں کو بیان کرے گی۔

مطلب یہ ہے کہ زمین کا چپّا چپّا اللہ تعالیٰ کے دربار میں انسان کے خلاف گواہی دے گا کہ میرے اوپر اس نے زنا کیا تھا، شراب پی تھی، یہ گناہ کیا تھا، وہ گناہ کیا تھا۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ جس شخص نے روئے زمین پر جیسا عمل کیا ہوگا اچھا یا بُرا، زمین سب کہہ دے گی، یہ اس کی شہادت ہوگی۔[1]

مفسّرین رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اس سورت میں شاید مرنے کے بعد اُٹھائے جانے کے وقت والا زلزلہ مراد ہے، اس لئے کہ آگے سورت میں حساب کتاب اور دیگر احوالِ قیامت کا ذکر ہے جو کہ اس کے لئے قرینہ ہے۔[2]

---

[1] سنن الترمذی،أبواب الزهد عن رسول الله صلّى الله عليه وسلم،ح(۲۵۹۹)

[2] روح المعاني:۲۴۹/۲۹

قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے

خیر، عرض یہ کر رہا تھا کہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے، یہ زلزلہ بڑا خوفناک اور دل دہلا دینے والا ہوگا۔

﴿اَلْقَارِعَةُ ○ مَا الْقَارِعَةُ﴾

وہ کھڑکھڑانے والی چیز، وہ کھڑکھڑانے والی چیز کیا ہے؟

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ﴾

آپ کو کچھ پتا ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز کیا ہے؟

کھڑکھڑانے والی چیز سے مراد قیامت ہے جو دلوں کو گھبراہٹ سے اور کانوں کو سخت آوازوں سے کھڑکھڑائے گی، مگر اس دن کے ہولناک منظر کا احاطہ ممکن نہیں ہے، اس لئے اس کے بعض احوال کو بیان کیا جارہا ہے تاکہ اس کی ہولناکی کا کچھ اندازہ ہو جائے۔

﴿يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ﴾

جس دن لوگ منتشر پروانوں کی طرح ہو جائیں گے۔

پروانے جب روشنی کے ارد گرد جمع ہوتے ہیں تو سینکڑوں کی تعداد میں ہوتے ہیں، ٹھیک اسی طرح اوّلین اور آخرین سب ایک میدان میں جمع کئے جائیں گے اور کروڑوں کی تعداد میں ہوں گے، اور پروانوں کی طرح بے تاب اور نہایت کمزور اور عاجز ہوں گے۔

﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ (القارعة: ۱-۵)

اور پہاڑ دُھنی ہوئی رنگین روئی کی طرح ہو جائیں گے۔

یہ بڑے بڑے پہاڑ قیامت کے دن زلزلے کی وجہ سے ریزہ ریزہ ہوکر دُھنی ہوئی روئی کی طرح فضا میں اُڑتے نظر آئیں گے، آپ حضرات میں سے بہت سوں نے روئی کو دُھنتے ہوئے دیکھا ہوگا، وہ جانتے ہیں کہ اُس وقت روئی کے چھوٹے چھوٹے ذرّات سینکڑوں کی تعداد میں فضا میں اُڑتے ہیں، ہم نے بھی بچپن میں دیکھا ہے، ٹھیک اسی طرح یہ پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہوکر فضا میں اُڑ رہے ہوں گے۔

اور ایک جگہ پر ارشاد ہے:

﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ○ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ﴾

جب قیامت واقع ہوجائے گی، اس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں (بلکہ وہ ضرور واقع ہوگی، اس لئے کہ اس کا واقع ہونا بالکل صحیح اور حق ہے)۔

﴿خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ﴾

(اور یہ قیامت) پست کرنے والی ہے، بلند کرنے والی ہے۔

بُرے لوگوں کو پست کرنے والی ہے، ذلیل کرنے والی ہے، اچھے لوگوں کو بلند کرنے والی ہے، عزّت والا بنانے والی ہے، اسی طرح متکبّروں کو دوزخ کی پستی میں پہنچانے والی ہے اور حقیر نظر آنے والے متواضع نیک لوگوں کو جنّت کے بلند مقامات پر فائز کرنے والی ہے۔

﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ○ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ○ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا﴾ (الواقعۃ: ۱-۶)

جب زمین میں سخت زلزلہ آئے گا، اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ
ہوجائیں گے اور منتشر غبار (کی طرح) ہوجائیں گے۔

قیامت یاد آنی چاہئے اب....

میرے بھائیو! جب دنیا میں زلزلہ آتا ہے تو قیامت کا نمونہ نظر آتا ہے، معلوم نہیں ہوتا کہ ہم کہاں بھاگ رہے ہیں اور کس سمت میں جارہے ہیں، نفسی نفسی کا عالم ہوتا ہے، کتنی عورتیں گود میں پلنے والے بچّوں تک کو بھول جاتی ہیں، اسی وجہ سے زلزلے کے بعد لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے قیامت دیکھ لی۔

میرے عزیزو! اس زلزلے سے عبرت حاصل کر کے قیامت کے دن کی فکر پیدا کرنی چاہئے اور فکر کے ساتھ توبہ بھی کرنی چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے زلزلہ ہم پر دوبارہ مسلّط کیا جائے اور بستیوں کی بستیاں نیست و نابود ہوجائے، أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ، یہاں سے پورے عزم کے ساتھ اُٹھو اور کوشش کرو کہ آج کے بعد کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہ ہو، اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرو اور آئندہ گناہ سے دور رہنے کا پکّا ارادہ کرو! ساتھ ساتھ اپنی اصلاح کی فکر کرو! اپنے ظاہر اور باطن کو ٹھیک کرو! صدقہ اور خیرات کا بھی اہتمام کرو اور بار بار یہ سوچو کہ قیامت ضرور آنے والی ہے، اگر یہ چھوٹا سا زلزلہ ہم برداشت نہیں کرسکتے تو بڑا زلزلہ کیسے برداشت کریں گے؟

اُجڑتی دنیا ہم سے کہہ رہی ہے
ہمیں عُقبیٰ سجانی چاہئے اب

سب نزدیک ہیں پیشی کی گھڑیاں
قیامت یاد آنی چاہئے اب

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عبرت حاصل کرنے کی اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ اس زلزلے کو ہماری زندگیوں کے بدلنے کا ذریعہ بنا دیں۔ (آمین)

میرے بھائیو! اگر ہم نے اس زلزلے سے عبرت حاصل کی، توبہ کی، زندگی کو بدلا اور یہ استحضار پیدا کیا کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کسی وقت بھی آسکتی ہے، زلزلہ آسکتا ہے، زمین پھٹ سکتی ہے، آسمان سے پتھر برس سکتے ہیں، تو ان شاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی، اور اگر حالات نہیں بدلے اور زندگی گناہوں سے آلودہ ہی رہی تو پھر بڑے خطرے کی بات ہے، اس لئے اس کی طرف خاص توجّہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

بہت فکر کی بات ہے کہ جہاں ہم رہتے ہیں وہاں زلزلہ آیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں زمین پر رہنے والے لوگ گناہوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے توبہ اور تقویٰ کی ضرورت ہے، لہٰذا بکثرت استغفار بھی کرنا چاہئے اور اپنی زندگیوں کو بدلنے کی خوب کوشش کرنی چاہئے، اس کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں پر بھی دعاؤں کے ساتھ محنت کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

مأخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	ناشر
۱	السنن الكبرىٰ للبيهقي	الإمام البيهقي	دار الكتب العلمية، بيروت
۲	موسوعة ابن أبي الدنيا	الإمام ابن أبي الدنيا	المكتبة العصرية، بيروت
۳	روح المعاني	العلّامة شهاب الدين الآلوسي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۴	تفسير القرطبي	الإمام القرطبي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۵	طبقات الشافعية الكبرىٰ	الإمام تاج الدين السبكي	مكتبة عيسىٰ بابي الحلبي، مصر
۶	معارف القرآن	حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی	ادارۃ المعارف، کراچی

زلزلہ عبرت کا سامان

حضرت شاہ یعقوب صاحب مجدّدی بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج دنیا جن حالات سے گزر رہی ہے، جو مصیبتیں، تباہیاں آرہی ہیں اور ہم ان میں بھی خوش ہیں، کھا پی رہے ہیں، ہنس بول رہے ہیں، کھیل تماشے کرتے پھرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ یہ مصیبتیں کیوں آرہی ہیں؟ ان کے نتائج کیا ہوں گے؟ آج یہاں زلزلہ آیا، کل وہاں آیا، محل گرے، مکانات منہدم ہوئے، آدمی مرے، مالی نقصان ہوا، یہ بے مقصد اور بے نتیجہ نہیں ہے کہ ہم ان کی خبریں پڑھتے رہیں اور تبصرے کرتے رہیں، یہ مقدّمۃ الجیش ہیں اس بڑے زلزلے کا جو قیامت میں آنے والا ہے۔

(صحبتِ با اہلِ دل، ص: ۳۶۴)

صالحین کے آخری لمحات

تفصیلات

وعظ کا نام	:	صالحین کے آخری لمحات
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	جمادی الاُولیٰ ۱۴۲۹ھ مطابق مئی ۲۰۰۸ء
مقامِ وعظ	:	اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

فہرست

صالحین کے آخری لمحات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۷
جیسی زندگی ویسی موت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۷
حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۸
حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۸
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵۰
حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵۱
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵۲
حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵۳
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵۴
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا علمی انہماک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵۴
علماء کا اُمّت پر بڑا احسان ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵۵
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا سفرِ آخرت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵۶
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا علمی انہماک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵۶
ایک نوعمر طالبِ علم کا علمی انہماک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵۷
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵۷
محدّث ابوزُرعہ رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵۸
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۶۰
حضرت حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۶۰

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر خوف کا غلبہ ۳۶۲
اپنے خاتمے کی فکر کرو! ۳۶۳
نصیحت آموز اشعار ۳۶۴
حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی حسنِ خاتمہ کے لئے فکر ۳۶۵
حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات ۳۶۶
حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے آخری لمحات ۳۶۸
ماٰخذ و مراجع ۳۷۰

حسنِ خاتمہ کے لئے اکسیر نسخہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اچھے کاموں پر مواظبت و مداومت کرنا اور ذہن کو بُری سوچ سے پاک رکھنا، یہ موت کی سکرات کے لئے ہتھیار اور ذخیرہ ہے، اس لئے کہ آدمی جس حالت میں زندگی گزارتا ہے اُسی میں مرتا ہے، اور جس حالت میں مرتا ہے اُسی میں اس کا حشر ہوتا ہے۔

(إحياء علوم الدين: ۷/۵۸۴)

صالحین کے آخری لمحات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: ﴿يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ○ ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً ○ فَادۡخُلِىۡ فِىۡ عِبٰدِىۡ ○ وَادۡخُلِىۡ جَنَّتِىۡ﴾ (الفجر:۲۷) صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

جیسی زندگی ویسی موت

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ہمیں پیدا کیا اور ایک ضابطے کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے اس دنیا میں بھیجا، ہماری زندگی جیسی ہوگی موت بھی ویسی ہی ہوگی، اور جیسی موت ہوگی قیامت کے دن حشر بھی ویسا ہی ہوگا، اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں زندگی گزارے گا تو قیامت کے دن اُس کا حشر نافرمان ہونے کی حالت میں ہوگا،

اور اگر اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بن کر زندگی گزارے گا تو قیامت کے دن فرماں بردار ہونے کی حالت میں حشر ہوگا، اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ اپنی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات

حضرت بلال رضی اللہ عنہ موت کے وقت بہت خوش تھے، جب انہیں اس بات کا احساس ہوگیا کہ اب میری زندگی کے آخری لمحات ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد دنیا سے رخصت ہوکر آخرت میں پہنچنے والا ہوں، تو انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا:

وَاطَرَبَاهُ! غَدًا نَلْقَى الْأَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَحِزْبَهُ[1]

واہ! کیسے مزے کی بات ہے! کل ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے ملیں گے۔

انہوں نے اپنی زندگی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں، صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت میں اور آخرت کے اشتیاق میں گزاری تھی تو موت بھی ویسی ہی آئی۔

حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو آپ کی عیادت کے لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے لئے طبیب کو بلائیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ طبیب مجھے دیکھ چکا ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ طبیب نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا کہ طبیب نے کہا:

---

[1] إحياء علوم الدين: ۹/ ۴۲۶

إِنِّيْ فَعَّالٌ لِمَا أُرِيْدُ[1]

میں جو چاہتا ہوں اسے کر کے رہتا ہوں۔

اس سے اشارہ تھا قرآنِ مجید کی اس آیت کی طرف جس میں حق جلّ مجدہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ﴾ (ھود: ۱۰۷)

بیشک تیرا رب جو چاہتا ہے کر کے رہتا ہے۔

پھر حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا حاضرِ خدمت ہوئیں اور اپنے والد کی حالت کو دیکھ کر کچھ اشعار پڑھنے لگیں، اُس کے جواب میں حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس طرح نہیں، بلکہ تم یہ آیت پڑھو:

﴿وَجَآءَتۡ سَکۡرَۃُ الۡمَوۡتِ بِالۡحَقِّ ؕ ذٰلِکَ مَا کُنۡتَ مِنۡهُ تَحِیۡدُ﴾ (قٓ: ۱۹)

اور موت کی سختی حقیقتاً آ پہنچی، یہ وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا اور بھاگتا تھا۔[2]

دیکھو! جیسی زندگی ویسی موت، زندگی اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ کے ساتھ تعلّق میں، اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ کی توحید میں اور قرآن کے ساتھ شغف میں گزری تو موت کے وقت وہی چیزیں سامنے آئیں، اس کے بعد آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے پہنے ہوئے ان دو کپڑوں کو دھو کر انہی میں مجھے کفن دینا، کیونکہ نئے کپڑوں کا

---

[1] حلیة الأولیاء: ۱/ ۳۴

[2] سیر أعلام النبلاء: ۱۸/۲۸

زیادہ محتاج زندہ شخص ہوتا ہے۔[1] اسراف اور فضول خرچی سے بچنے میں اور قناعت اور کفایت شعاری میں زندگی گزری تو موت کے وقت وہی احوال سامنے آئے۔

اب موت کا وقت بالکل قریب آچکا تھا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ! آپ مجھے وصیت کیجئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر دنیا کی دولت کے دروازے کھول دیں، تو اس وقت اپنی ضرورت کی مقدار سے زائد میں اپنا دل مت لگانا۔[2] اس وصیت کے بعد آپ کی روح پرواز کر گئی، دنیا سے بے رغبتی میں زندگی گزری تھی، ہر وقت دین کی، آخرت کی اور اس بات کی فکر رہی تھی کہ لوگ دین پر رہیں، تو اسی فکر میں موت آئی۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ طاعونِ عمواس میں جوانی ہی میں انتقال کر گئے۔[3] بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا:

وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ[4]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں حلال اور حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔

---

[1] الكامل في التاريخ: ۲/۲۶۷

[2] الطبقات الكبرى: ۳/۱۴۴

[3] صفة الصفوة: ۱/۱۹۰

[4] السنن الكبرى للنسائي، كتاب المناقب، ح(۸۳۸۲)

جس دن اُن کا انتقال ہوا اُس دن صبح آپ نے فرمایا کہ موت کو مرحبا! موت کو مرحبا! وقفے وقفے سے آنے والا مہمان، ایسا محبوب جو فاقے کے وقت میں آیا، اے اللہ! میں تجھ سے ڈرا کرتا تھا، مگر آج تجھ سے امیدوار ہوں، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں دنیا میں لمبا رہنا اس لئے پسند نہیں کرتا تھا کہ نہروں کو جاری کروں اور درختوں کو لگاؤں، بلکہ گرمی کے دنوں میں روزے رکھ کر پیاس برداشت کرنے، حالات میں مشقت اُٹھانے اور علماء کی مجالس میں بیٹھنے کے لئے رہنا چاہتا تھا۔[1] موت کے قریب کہنے لگے کہ تیری عزّت کی قسم! تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔[2] جن کاموں میں زندگی گزری ان ہی کاموں کی فکر میں موت آئی۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز دار تھے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منافقین کی فہرست بتا رکھی تھی۔[3] ان کی زندگی موت کی تیاری میں گزری تھی، جب ان کا آخری وقت آیا تو کہنے لگے کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں مالداری سے زیادہ فقر کو اور عزّت سے زیادہ ذلّت کو اور زندگی سے زیادہ موت کو پسند کرتا تھا۔ اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔[4]

---

[1] حلیة الأولیاء: ۱/ ۲۳۹

[2] المنتظم: ۴/ ۲۶۴

[3] المنتظم: ۵/ ۱۰۵

[4] حلیة الأولیاء: ۱/ ۲۸۲

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی اور خلیفۂ راشد تھے، اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کی عظیم خدمات لیں، تدوینِ حدیث کا سہرا ان کے سر پر ہے، تواضع میں اتنا اونچا درجہ تھا کہ مرض الوفات میں کسی نے کہا کہ کاش آپ کا انتقال مدینہ منوّرہ میں ہوتا اور آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے میں دفن ہوتے، تو آپ نے فرمایا کہ جہنّم کے علاوہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر عذاب میں مبتلا کرے، یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں اپنے آپ کو اس جگہ کا اہل سمجھوں۔[1]

جب ان کا آخری وقت آیا تو رونے لگے، کسی نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے سنّت کو زندہ کیا اور عدل کو غالب کیا۔ یہ سن کر عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور رونے لگے، پھر فرمایا کہ کیا مجھے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑا کر کے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا کہ ان کے حقوق ادا کئے تھے یا نہیں؟[2] پھر کہنے لگے کہ اے اللہ! تو نے مجھے کچھ چیزوں کا حکم کیا، لیکن میں نے کوتاہی کی، تو نے مجھے کچھ چیزوں سے منع کیا، لیکن میں بچ نہ سکا، مگر اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وحدہٗ لا شریک لہٗ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔[3] اس کے بعد حاضرین کو اشارے سے فرمایا کہ تم باہر چلے جاؤ اس لئے کہ اس وقت میرے سامنے ایسی مخلوق کھڑی ہے جو نہ انسان ہے نہ جن۔ لوگ باہر چلے گئے،

---

[1] البداية والنهاية: ٦/٣٢

[2] تاريخ دمشق: ٤٥/٢٥٤

[3] تاريخ دمشق: ٤٥/٢٥٤

صرف خادم رہ گیا، تھوڑی دیر بعد آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (القصص: ۸۳)

یہ آخرت والا گھر ہم انہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا، اور اچھا نتیجہ متّقی لوگوں کے لئے ہے۔

پھر خادم نے باہر آکر لوگوں کو داخل ہونے کے لئے کہا، دیکھا تو عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ قبلہ رخ لیٹے ہوئے ہیں اور روح قبض ہو چکی ہے۔[۱]

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی تھے، جب ان کا آخری وقت آیا تو وہ چوتھے کلمے کا ورد کرتے رہے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اور جب تکلیف بڑھ گئی تو یہ پڑھنا شروع کر دیا:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

اور یہی پڑھتے پڑھتے انتقال کر گئے۔[۲]

---

[۱] موسوعة ابن أبي الدنيا: ۵/۳۲۶

[۲] موسوعة ابن أبي الدنيا: ۵/۳۳۹

میرے بھائیو! جیسی زندگی ہوگی ویسی موت آئے گی، اگر ہم اچھی موت چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی زندگیوں کو درست کرنا پڑے گا، شریعت کا صحیح علم حاصل کر کے اُس کے مطابق زندگی گزارنی پڑے گی، اللہ تعالیٰ کے فرامین کا خیال رکھنا پڑے گا، آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے طریقے کو سیکھ کر اس پر عمل کرنا پڑے گا، اپنے ظاہر اور باطن دونوں کو درست کرنا پڑے گا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر فقیہ تھے، خلیفہ ہارون رشید نے ان کی تدفین کے بعد کہا تھا:

دَفَنْتُ الْفِقْهَ بِالرَّيِّ[1]

میں نے فقہ کو 'رَی' میں دفن کر دیا۔

آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ اور امامِ اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔[2] بڑے صاحبِ علم تھے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اتنا علم حاصل کیا کہ اگر اُس کو لکھ کر جمع کیا جائے تو اتنا ہو جائے کہ اُسے اُٹھانے کے لئے ایک اونٹ کی ضرورت پڑے۔[3]

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا علمی انہماک

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا علمی انہماک عجیب وغریب تھا، وہ فرماتے تھے:

---

[1] البداية والنهاية: ۴۸۱/۱۰

[2] الفوائد البهيّة في تراجم الحنفيّة، ص: ۲۶۹

[3] مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه أبي يوسف ومحمد بن الحسن، ص: ۸۱

لَذَّاتُ الْأَفْكَارِ خَيْرٌ مِنْ لَذَّاتِ الْأَبْكَارِ[1]

علمی مسائل میں غور وفکر کی لذّت دوشیزاؤں سے لطف اندوز ہونے سے بھی بہتر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب میں قرآن اور حدیث میں غور وفکر کرتا ہوں اور اس میں منہمک ہوتا ہوں، مسائل کے موتیوں کو نکالنے کے لئے علم کے سمندر میں غوطے لگاتا ہوں، اُس وقت جو مزہ آتا ہے وہ کنواری لڑکی سے لطف اندوز ہونے سے بھی بہتر ہے۔ آپ کی عادت تھی کہ راتوں کو دیر تک مطالعہ اور درس وتدریس میں مشغول رہتے تھے، لوگوں نے کہا کہ آپ کو آرام بھی کرنا چاہئے اور صحت کا خیال رکھنا چاہئے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت جواب میں ارشاد فرمایا کہ لوگ اس بھروسے پر سوجاتے ہیں کہ جب ہمیں کوئی مسئلہ پیش آئے گا تو ہم محمد بن حسن کے پاس چلے جائیں گے اور حل معلوم کریں گے، اگر محمد بن حسن بھی سوجائے گا تو دین کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔[2]

علماء کا اُمّت پر بڑا احسان ہے

میرے بھائیو! علماء، محدّثین اور فقہاء کا اُمّت پر بہت بڑا احسان ہے، انہوں نے ہمارے لئے بہت محنت کی ہے، خون اور پسینے کو ایک کیا ہے، اسی طرح رات اور دن کو بھی ایک کیا ہے، اگر وہ علم کی حفاظت کے لئے جدّ وجہد نہ کرتے، اپنے تفقّہ اور بصیرت سے مسائل کا استنباط نہ کرتے اور اُمّت کے لئے مسائل کو مدوّن نہ

---

[1] حدائق الحنفیہ، ص: ۱۵۴

[2] قيمة الزمن عند العلماء، ص: ۱۹۲

کرتے تو آج ہمارے لئے دین پر چلنا بہت مشکل ہوتا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا سفرِ آخرت

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی بات چل رہی تھی، ان کی پوری زندگی علمی مشغولی میں گزری تھی تو موت بھی ویسی ہی آئی، انتقال کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا، پوچھا کہ موت کیسی رہی؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جب میرا آخری وقت آیا، اُس وقت میں مُکاتَب کے مسائل میں سے ایک مسئلے پر غور کر رہا تھا، اسی حالت میں میری روح قبض ہوگئی، ذہن مسئلے میں اتنا مشغول تھا کہ مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ روح کب اور کیسے نکلی۔ [1]

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا علمی انہماک

میرے بھائیو! علماء، محدّثین اور فقہاء کا علمی انہماک ایسا ہی تھا، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک حدیث کے متعلّق سوال کیا، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو وہ حدیث مستحضر نہیں تھی، گھر واپس تشریف لائے اور اس حدیث کو تلاش کرنے لگے، اسی وقت آپ کی خدمت میں کھجور کا ایک ٹوکرا پیش کیا گیا، آپ حدیث بھی تلاش کرتے رہے اور کھجوروں کو بھی کھاتے رہے، علمی کام میں ایسے منہمک تھے کہ انہیں احساس تک نہیں ہوا کہ وہ کھجوریں مقدار سے زیادہ کھا رہے ہیں، بالآخر کھجوریں ختم ہوگئیں اور حدیث بھی مل گئی، ظاہر ہے کہ بہت زیادہ کھجور کھانا نقصان دِہ ہے، بس یہی امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا سبب بنا۔ [2] یہ تھا آپ کا علمی انہماک!

---

[1] حدائق الحنفیہ، ص: ۱۵۳

[2] تہذیب التہذیب: ۶۷/۴

ایک نو عمر طالبِ علم کا علمی انہماک

مولانا عبدالحئی لکھنوی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں، ان کی ابتدائی زندگی کا ایک واقعہ ہے، وہ ایک روز مطالعہ کر رہے تھے، مطالعہ کرتے کرتے انہوں نے پانی مانگا، ان کے والد کو فکر ہوئی کہ مطالعہ کرتے ہوئے پانی کا خیال کیسے آیا؟ حکم دیا کہ پانی کے بجائے تیل دیا جائے۔ مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پانی کی جگہ تیل پی گئے اور انہیں احساس تک نہیں ہوا کہ یہ پانی نہیں ہے بلکہ تیل ہے، تب جا کر ان کے والد کو تسلّی ہوئی۔[1]

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات

عرض یہ کر رہا تھا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی طلبِ علم میں گزری تو موت بھی طلب علم میں آئی، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی موت بھی کچھ اسی طرح آئی، طلبِ علم اور اشاعتِ علم ان کا محبوب مشغلہ تھا جس میں ان کی پوری زندگی گزری، حضرت ابراہیم بن جرّاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بیمار چل رہے تھے، میں ان کی عیادت کے لئے گیا، جب میں وہاں پہنچا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش تھے، جب انہوں نے آنکھیں کھولیں تو پوچھا کہ اے ابراہیم! ذرا یہ بتلاؤ کہ رمی کس حالت میں کرنا افضل ہے، پیدل یا سوار ہو کر؟ یہ علمی سوال امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں کر رہے ہیں، ابراہیم بن جرّاح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ پیدل رمی کرنا افضل ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

---

[1] آداب المتعلمین، ص:۵۲

کہ غلط۔ اللہ اکبر! علم کتنا مستحضر کہ اس حالت میں بھی سب کچھ یاد، ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ سوار ہو کر افضل ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بھی غلط۔ اس کے بعد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خود تفصیل بتلائی کہ ہر وہ رمی جس کے بعد دوسری رمی ہے وہ تو پیدل ہونے کی حالت میں افضل ہے، اور جس رمی کے بعد دوسری رمی نہیں ہے وہ سوار ہو کر افضل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جمرۂ اُولیٰ اور وُسطیٰ کی رمی پیدل ہونے کی حالت میں افضل ہوگی اور جمرۂ عَقَبہ کی رمی سوار ہونے کی حالت میں۔ ابراہیم بن جرّاح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس گفتگو کے کچھ دیر بعد میں اجازت لے کر اُٹھا، ابھی دروازے تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ رونے دھونے کی آواز آئی۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تھا۔[1] دیکھو میرے بھائیو! پوری زندگی علمی مشغلے میں گزری تھی اس لئے موت بھی علمی مشغلہ کے ساتھ آئی۔

میرے بھائیو! زندگی اچھی ہوگی تو موت بھی اچھی ہوگی، یہ نہیں ہوسکتا کہ زندگی اچھی ہو اور موت بُری آئے، اور یہ بھی مشکل ہے کہ زندگی بُری ہو اور موت اچھی آئے، اس لئے اپنی زندگی کو درست کرو، اپنے اعمال کو درست کرو، اپنے معاملات کو درست کرو، اگر اعمال ٹھیک ہوں گے، معاشرت ٹھیک ہوگی، ظاہر اور باطن ٹھیک ہوگا تو اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ اچھی موت نصیب کریں گے۔

محدّث ابوزُرعہ رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات

امام ابوزُرعہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے محدّث گزرے ہیں، اپنے وقت کے امام تھے، امام

---

[1] الجواهر المضية، ص:۲۸

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کو چھ لاکھ احادیث ازبر تھیں۔[۱] اپنے مرض الوفات میں کہنے لگے کہ اے اللہ! میں تیرے دیدار کا مشتاق ہوں۔ آگے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھیں کہ تم نے یہ حوصلہ کس عمل کی بنیاد پر کیا تو عرض کروں گا کہ تیری رحمت کے بھروسے پر۔[۲] جس وقت نزع کی کیفیت طاری ہوئی اس وقت ابوحاتم وغیرہ حفّاظِ حدیث بھی موجود تھے، ان کو کلمے کی تلقین کا خیال آیا، مگر ادب مانع ہوا، ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ آؤ، ہم حدیث کی تکرار کریں۔ ایک نے حدیث کی سند شروع کی:

حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ صَالِحٍ

ہم سے ضحّاک بن مخلد نے بیان کیا، ان سے عبدالحمید بن جعفر بن صالح نے بیان کیا۔

بس اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئے، امام ابو زُرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حالت میں حدیث سنانا شروع کر دیا کہ ہم سے بُندار نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے عبدالحمید نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے صالح نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے کثیر بن مُرّہ نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ ہم سے صحابیٔ رسول حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه۔

---

[۱] صفة الصفوة: ۲۹۰/۲

[۲] تاریخ الإسلام: ۱۱/ ۳۶۴

میرے بھائیو! اگر حدیث پڑھتے پڑھتے بھی انتقال ہوجاتا تب بھی بہت بڑی بات ہوتی، اگر سند پڑھتے پڑھتے انتقال ہوجاتا تب بھی بہت بڑی بات ہوتی، لیکن اللہ جلّ جلالُہ وعمّ نوالُہ نے ان کے ساتھ عجیب معاملہ فرمایا، حدیث پڑھتے پڑھتے مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه تک پہنچے اور انتقال کر گئے، اللہ اکبر! آپ کی موت اس حال میں آئی کہ حدیث بھی پڑھ رہے تھے اور کلمہ بھی زبان پر تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس شان سے بلایا کہ آپ نے حدیث کو عملاً مکمّل کیا اور دَخَلَ الْجَنَّةَ کا مصداق بنے، خدمتِ حدیث میں زندگی گزری تھی تو آخری وقت اسی میں گزرا۔[1]

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات

ہمارے حضرت شیخ الحدیث، مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات مدینہ منوّرہ میں ہوئی، گفتگو بند ہوجانے کے بعد حضرت ''یَا کَرِیْمُ''، ''او کریم'' فرماتے رہے، زبان پر آخری الفاظ یہی تھے۔[2] زندگی ذکر اللہ میں اور خاتمے کی فکر میں گزری تھی تو موت بھی حسنِ خاتمہ والی اور ذکر والی نصیب ہوئی۔

حضرت حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات

میرے محبوب مرشد، حضرت حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیمار رہتے تھے، مگر اصلاح وارشاد کی غرض سے سفر خوب فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ حیاتِ

---

[1] صفة الصفوة: ۲۹۱/۲

[2] سوانح حضرت شیخ الحدیث، ص: ۱۷۷

مستعار علمِ الٰہی میں لکھی جا چکی ہے، اس میں نہ تو ہم کمی کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس میں اضافہ ہمارے اختیار میں ہے۔ فرماتے تھے کہ جینے کا کوئی مقصد نہیں ہے، صرف دو مقصد ہیں؛ دنیا کے کونے کونے تک چکّر لگاؤں اور اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ کے عشق کی باتیں کروں اور جب جب بھی موقع ملے حرمین شریفین کی زیارت کروں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حرمین شریفین سے بہت محبت تھی، حضرت کے خادمِ خاص، ڈاکٹر صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے انتقال کے وقت حضرت کے پاس تھے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ کلمہ پڑھو۔ اور پھر خود ہی زور زور سے کلمہ پڑھا اور پھر منہ سے نکلا "مکّہ، مدینہ" اور انتقال کر گئے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور حرمین شریفین کے تذکرے پر موت آئی، جیسی زندگی ویسی موت۔

میرے بھائیو! دنیا کی زندگی چند دنوں کی ہے، یہ ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے، ہمیشہ کی زندگی آخرت کی زندگی ہے، ہمیں اُس کے لئے کوشش کرنی چاہئے، یہ تمام حضرات بھی ہماری طرح انسان ہی تھے، اگر وہ آخرت کو مقصد بنا کر محنت کر کے بلند مقامات حاصل کر سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں کر سکتے؟

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ﴾ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۰۔۳۲)

جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر وہ اس پر

ثابت رہے، تو ان پر (موت کے وقت) فرشتے اُتریں گے اور یہ کہیں گے کہ تم نہ خوف کرو اور نہ غم کرو، اور خوش خبری حاصل کرو اس جنّت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا، ہم تمہارے ساتھی تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے، اور تمہارے لئے جنّت میں وہ ساری چیزیں ہوں گی جن کو تمہارا جی چاہے گا اور جن کو تم مانگو گے، بطور مہمانی کے اللہ غفورٌ رّحیم کی طرف سے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر خوف کا غلبہ

میرے بھائیو! اپنے خاتمے کی فکر کرو، بڑے بڑے لوگ خاتمے کے سلسلے میں لرزاں رہتے تھے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم، بہت بڑے عابد، بہت بڑے عارف اور بہت بڑے عاشق تھے، اس کے باوجود ان کا حال یہ تھا کہ مرض الوفات میں جب ان سے کسی نے پوچھا:

كَيْفَ أَصْبَحْتَ؟

آپ نے کس حال میں صبح کی؟

تو آپ نے جواب میں فرمایا:

أَصْبَحْتُ مِنَ الدُّنْيَا رَاحِلًا، وَلِإِخْوَانِيْ مُفَارِقًا، وَلِكَأْسِ الْمَنِيَّةِ شَارِبًا، وَلِسُوْءِ أَعْمَالِيْ مُلَاقِيًا، وَعَلَى اللّٰهِ وَارِدًا، فَلَا أَدْرِيْ رُوْحِيْ تَصِيْرُ إِلَى الْجَنَّةِ فَأُهَنِّيْهَا أَوْ إِلَى النَّارِ فَأُعَزِّيْهَا[1]

---

[1] مرقاة المفاتيح: ۱/۶۹

میں نے اس حالت میں صبح کی کہ میں دنیا سے سفر کرنے والا ہوں، اپنے دوستوں سے الگ ہونے والا ہوں، موت کا کڑوا گھونٹ پینے والا ہوں، میری بدعملیوں کا سامنا کرنے والا ہوں اور اللہ سے ملنے والا ہوں، مجھے پتا نہیں کہ میری روح کو مبارک باد دوں یا اس کی تعزیت کروں، اس لئے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ جنّت میں جارہی ہے یا جہنّم میں؟

اپنے خاتمے کی فکر کرو!

میرے بھائیو! یہ آخری گھڑی بہت کٹھن ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے حسنِ خاتمہ کی دعا کرتے رہنا چاہئے، جتنے بھی بڑے لوگ گزرے ہیں ان سب نے اِس کا بہت اہتمام کیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بہت دور رہتے تھے، اعمالِ صالحہ کا بہت اہتمام کرتے تھے اور ساتھ ساتھ دعا بھی خوب کرتے تھے، حضرت یوسف علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر ہیں، ان کی دعا بھی قرآن میں منقول ہے:

﴿فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قف اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴾ (یوسف: ۱۰۱)

اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! آپ دنیا اور آخرت، دونوں جہان میں میرے کارساز ہیں، مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں موت دیجئے اور اپنے نیک بندوں میں شامل کردیجئے۔

قرآن میں راسخینَ فی العلم (پختہ علم والوں) کی دعا بھی مذکور ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (اٰلِ عمران: ۸)

اے ہمارے پروردگار! آپ ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کیجئے، اور ہم کو اپنی بارگاہِ عالی سے رحمت عطا کیجئے، بیشک آپ بڑے عطا کرنے والے ہیں۔

نمازِ جنازہ میں بھی ہمیں یہ دعا تلقین کی گئی:

اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيْمَانِ[1]

اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ، اور ہم میں سے جس کو تو موت دے اسے ایمان پر موت دے۔

معلوم ہوا کہ آخری لمحہ بہت اہم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ[2]

اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اچھی موت نصیب فرمائیں، حسنِ خاتمہ نصیب کریں، کلمہ والی موت نصیب کریں، اپنی رضا والی موت نصیب فرمائیں۔

نصیحت آموز اشعار

میرے بھائیو! دعا بھی کرو اور کوشش بھی کرو کہ آخری وقت اچھا رہے اور ہم دنیا

---

[1] سنن الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما يقول في الصلاة على الميت، ح(۱۰۲۴)

[2] صحيح البخاري، كتاب القدر، باب العمل بالخواتيم، ح(۶۶۱۵)

سے ہنستے ہوئے جائیں، ایک شاعر کہتا ہے:

وَلَدَتْكَ أُمُّكَ يَا ابْنَ آدَمَ بَاكِيًا
وَالنَّاسُ حولَكَ يَضْحَكُوْنَ سُرُوْرًا
فَاعْمَلْ لِنَفْسِكَ اَنْ تَكُوْنَ إِذَا بَكَوْا
عَلٰى يَوْمِ مَوْتِكَ ضَاحِكًا مَسْرُوْرًا

اے انسان! تیری ماں نے تجھے اس حال میں جنم دیا کہ تو رو رہا تھا اور تیرے اردگرد سب خوشی سے ہنس رہے تھے، تو رو رہا تھا اور تیرے سب رشتے دار خوشیاں منا رہے تھے، اب دنیا میں رہتے ہوئے اپنے لئے ایسے اعمال کر کہ جب لوگ تیری موت کی خبر سنیں تو وہ تو رو رہے ہوں اور تو جنّت کی نعمتیں دیکھ کر رب کی ملاقات کے اشتیاق میں ہنستا ہوا جا رہا ہو۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی حسنِ خاتمہ کے لئے فکر

حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک خط لکھا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل فرمایا تھا، آپ کو عجیب وغریب کمالات سے سرفراز فرمایا تھا، آپ علم وعمل کا سرچشمہ تھے، مجمعُ البحرین تھے، حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خط لکھا کہ جب تک کوئی زندہ ہوتا ہے، اُس وقت تک لوگ اس کی قدر نہیں کرتے اور اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے، اس کے انتقال کے بعد جب لوگوں کو اس کے کمالات کا پتا چلتا ہے تب انہیں احساس ہوتا ہے اور وہ افسوس کرتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں اتنے بڑے بزرگ موجود تھے اور ہم ان

کے فیض سے محروم رہے، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے وہ حالات جن کا میں نے مشاہدہ کیا ہے قلمبند کر کے شائع کر دوں تا کہ ناواقف لوگ آپ کے مقام سے واقف ہو جائیں اور آپ سے فیض یاب ہوں۔ خط کے جواب میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت مختصر بات لکھی کہ بھائی مولوی منظور! خاتمے کا نہ تمہیں علم ہے نہ مجھے، اور اعتبار خاتمے کا ہوگا۔[1] اللہ اکبر! اتنے بڑے صاحبِ علم اور صاحبِ تقویٰ بزرگ، لیکن خاتمے کے بارے میں اس درجے کی فکر!

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات

یہ آپ کی تواضع تھی، ورنہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بہت اعلیٰ شخصیت کے مالک تھے، آپ اِس حدیث کے مصداق تھے:

(أَوْلِيَاءُ اللّٰهِ) اَلَّذِيْنَ إِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ[2]

(اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی یہ پہچان ہے کہ) جب ان کو دیکھتے ہیں تو اللہ یاد آتا ہے۔

مجھے خود حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے، اُس وقت میری عمر سولہ سترہ سال ہوگی، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کی برکت سے بچپن ہی سے دل میں بزرگوں کی محبت رہی ہے، فضائلِ اعمال کی وجہ سے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بار بار سننے کی وجہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا بے حد اشتیاق تھا، سب سے پہلی مرتبہ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہاں برطانیہ تشریف لائے اُس وقت

---

[1] فیضِ ابرار: ۲۶۲/۳

[2] مسند البزّار، ح(۵۰۳۴)

میں اسکول میں طالبِ علم تھا، اسکول سے چھٹی لے کر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دارالعلوم بری گیا اور جب تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قیام رہا، مجھے بھی قیام کی توفیق ہوئی، دوسری مرتبہ جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اُس وقت میں دارالعلوم میں پڑھ رہا تھا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا، حضرت بالعموم وعظ نہیں فرماتے تھے، اگر کسی وقت کچھ فرمادیتے تو بہت مختصر ہوتا، نہ خطبہ نہ کوئی اور تکلّف، کوئی جملہ فرمادیتے کہ میرے پیارو! یہ کرلو! میرے پیارو! آخرت کی فکر کرو! حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر گریا بھی بہت رہتا تھا، ایک دو جملے بولتے تھے کہ میرے پیارو! قبر میں جانا ہے! اور رو پڑتے تھے۔

عمر اسّی (۸۰) سال سے متجاوز تھی اور معذور بھی ہو چکے تھے، وِہیل چیر (wheelchair) میں تشریف لاتے تھے اور خدام اُٹھا کر اسٹیج پر بٹھا دیتے تھے، گردن جھکا کر مُراقِب ہو کر بیٹھتے تھے اور گھنٹہ سوا گھنٹہ تک ہلتے بھی نہیں تھے، اللہ تعالیٰ کی یاد میں بالکل محو ہو جاتے تھے، اس خاموشی والی حالت میں بھی اثر اتنا تھا کہ مجلس میں دیکھو تو کوئی رو رہا ہے، کسی کی چیخ نکل رہی ہے، کسی کی زبان سے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا نعرہ بلند ہو رہا ہے، مجلس کی کیفیت ایسی ہوتی تھی کہ پتا بھی نہیں چلتا تھا کہ ایک گھنٹہ کہاں گزر گیا، بہت عجیب کیفیت ہوتی تھی، وہ آنکھیں بہت خوش نصیب ہیں کہ جنہیں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی اس لئے کہ ان کو دیکھ کر واقعی اللہ یاد آجاتا تھا۔

علم کے میدان میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ بہت اونچے مقام پر فائز تھے، اگر کوئی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی 'أوجز المسالك' انصاف کے ساتھ دیکھے تو وہ اس بات کو قبول

کرنے پر مجبور ہوگا کہ مصنّف بہت اونچے درجے کے صاحبِ علم ہیں، عرب اور عجم دونوں کے یہاں یہ کتاب مقبول ہے، اس کے علاوہ پوری دنیا میں ہزاروں افراد، سینکڑوں مدارس، دعوت وتبلیغ کی تحریک اور بڑی بڑی تنظیمیں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ تھیں، ان سب کے باوجود خاتمے کا ڈر اس قدر کہ تحریر فرمایا کہ بھائی مولوی منظور! خاتمے کا نہ تمہیں علم ہے نہ مجھے، اور اعتبار خاتمے کا ہوگا۔

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے آخری لمحات

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا آخری وقت تھا، انہوں نے کہا کہ مجھے اللہ واحد کے ساتھ اکیلا رہنے دو۔ سب کمرے سے نکل گئے اور انہیں تنہا چھوڑ دیا، اتنے میں مکان کے دروازے کی طرف سے آواز آئی:

﴿يَآاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ﴾ (الفجر: ۲۷-۳۰)

اے ایمان اور اطمینان والی روح! تو اپنے پروردگار کی طرف اس طرح لوٹ کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، پھر تو میرے بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنّت میں داخل ہوجا۔

یہ سن کر لوگ اندر گئے، دیکھا تو حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا دنیا سے رخصت ہوکر اپنے رب سے مل چکی تھیں۔ [1] میرے بھائیو! خوب کوشش کرو کہ ہماری زندگی بھی اچھی ہوجائے تاکہ جب ہماری روح نکل رہی ہو تو ہم سے بھی یہی کہا جائے، پکّا ارادہ کرکے آج سے ہمیں اس کی فکر کرنی ہے۔

---

[1] تذکرۃ الاولیاء، ص: ۵۳

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ فکر نصیب فرمائیں، اچھی موت نصیب فرمائیں، اچھا حشر نصیب فرمائیں، ہمارا حساب آسان ہو اور بغیر حساب کے جنّتُ الفردوس میں ہمیں داخلہ نصیب ہو۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

یہی تجھ کو دُھن ہے رہوں سب سے بالا
ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یوں ہی مرنے والا
تجھے حسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

(خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

ماٰخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل،مصر
۲	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار التأصيل،مصر
۳	السنن الكبرٰى للنسائي	الإمام النسائي	مؤسسة الرسالة،بيروت
۴	مسند البزّار	الإمام أبو بكر البزّار	مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنوّرة
۵	حلية الأولياء	الحافظ أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر،بيروت
۶	موسوعة ابن أبي الدنيا	الإمام ابن أبي الدنيا	المكتبة العصرية،بيروت
۷	مرقاة المفاتيح	ملّا علي القاري	دار الكتب العلمية،نيروت
۸	سير أعلام النبلاء	الإمام الذهبي	مؤسسة الرسالة،بيروت
۹	الطبقات الكبرٰى	ابن سعد	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۰	تهذيب التهذيب	الحافظ ابن حجر العسقلاني	مؤسسة الرسالة،بيروت
۱۱	تاريخ الإسلام	الإمام الذهبي	دار الغرب الإسلامي،تونس
۱۲	الجواهر المضيّة	الإمام أبو الوفاء القرشي الحنفي	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۳	الفوائد البهية في تراجم الحنفية	العلّامة عبد الحي اللكنوي	دار الأرقم،بيروت
۱۴	تاريخ دمشق	الحافظ ابن عساكر	دار الفكر،بيروت
۱۵	البداية والنهاية	الإمام ابن كثير	دار ابن كثير،دمشق
۱۶	المنتظم	الإمام ابن الجوزي	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۷	الكامل في التاريخ	الإمام ابن الأثير	دار الكتب العلمية،بيروت

۱۸	صفة الصفوة	الإمام ابن الجوزي	دار الحديث،القاهرة
۱۹	مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه	الإمام الذهبي	لجن إحياء المعارف النعمانی،حيدرآباد
۲۰	قيمة الزمن عند العلماء	الشيخ عبد الفتّاح أبو غدّة	دار البشائر الإسلامی،بيروت
۲۱	تذکرۃ الاولیاء	شیخ فریدالدین عطار	فرید بک ڈپو، دہلی
۲۲	حدائق الحنفیہ	مولانا فقیر محمد جہلمی	مکتبہ ربیعہ، کراچی
۲۳	سوانح حضرت شیخ	حضرت مولانا ابوالحسن ندوی	مکتبۂ اسلام، لکھنؤ
۲۴	فیضِ ابرار	حضرت مولانا ابرار احمد دھلیوی	ادارہ فیضِ ابرار، گجرات
۲۵	آداب المتعلمین	حضرت قاری صدیق باندوی	مجلسِ نشریاتِ اسلام، کراچی

دنیا سے اس طرح ہو، رخصت غلام تیرا
ہو دل میں یاد تیری، ہو لب پہ نام تیرا

ہر ما سوا سے غافل، شوقِ لقا میں تیرے
ہو جان و دل سے حاضر، سن کر پیام تیرا

ہے خوبیٔ دو عالم، اِک حسنِ خاتمہ پر
کرنا سَر اِس مُہم کا، ادنیٰ ہے کام تیرا

رگ رگ میں مرتے دم ہو، صدقِ یقیں کے باعث
تیرے نبی کی وقعت، اور احترام تیرا

مُنکر نکیر آکر، دے جائیں یہ بشارت
تجھ کو رہے مبارک، حسنِ ختام تیرا

رحمت سے بخش دینا، میرے گناہ سارے
روزِ جزا نہ دیکھوں، میں انتقام تیرا

(خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

دیگر مطبوعات